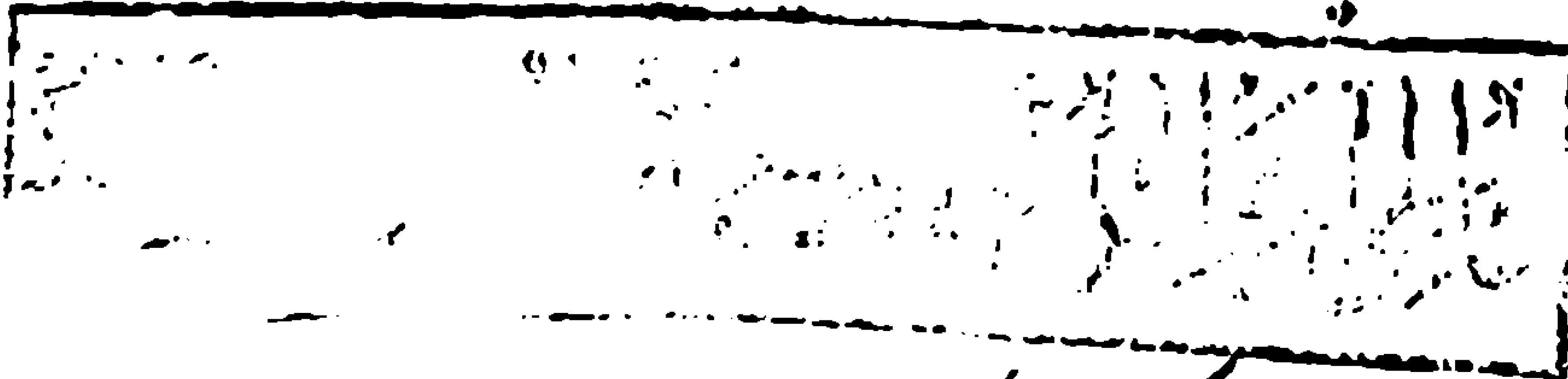
فرقہ مماتیت

کا تحقیقی جائزہ

کتب خانہ



متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

ناشر: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
0321-6353540

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہم

آپ نے ۲۰۱۴ء میں ایک کتاب شائع کی، جس کا نام ''فرقہ مماتیت کا تحقیقی جائزہ'' ہے۔ اس میں آپ نے دس ابواب قائم کئے۔

باب اوّل: بانی فرقہ مماتیت ایک تعارف۔ باب دوم: تاریخ فرقہ مماتیت۔

باب سوم: مسئلہ عذاب قبر۔ باب چہارم: عقیدہ حیات النبی ﷺ

باب پنجم: مسئلہ سماع موتی۔ باب ششم: مسئلہ توسل۔

باب ہفتم: مسئلہ استشفاع عند القبر۔ باب ہشتم: مسئلہ عرض اعمال۔

باب نہم: منکرین حیات النبی ﷺ کا حکم۔ باب دہم: فرقہ مماتیت کے متعلق لکھی گئی کتب

ہمارے مخدوم گرامی حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہم نے اس مجموعہ میں مسئلہ توسل کے موضوع سے متعلق کتب کو شامل نہیں کیا۔ لہٰذا باب ششم کو اس کتاب سے اس مجموعہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ باب دہم فرقہ مماتیت سے متعلق لکھی گئی کتب پر مشتمل تھا۔ اس مجموعہ میں وہ تمام کتب بمع اپنے تعارف کے شامل ہیں۔ لہٰذا کتاب کے باب دہم کو بھی اس مجموعہ سے حذف کر دیا گیا۔ غرض باب ششم مسئلہ توسل باب دہم فہرست کتب اس کتاب سے حذف کر کے باقی آٹھ ابواب اس مجموعہ میں شامل اشاعت کر دیئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ میں اس کتاب کی شمولیت خوشی کا باعث ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد!

محترم قارئین! برصغیر پاک وہند اولیاء کی سرزمین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم دین کی اشاعت وتحفظ کا کام اس سرزمین کے باسیوں سے لیا۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس سرزمین میں بے شمار فتنے بھی پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک فتنہ ''فرقہ مماتیت'' کا ہے، اس فتنہ کے بانی مبانی سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی ہیں۔ پہلے یہ شخص علمائے دیوبند کا مسلک رکھتا تھا، مگر طبیعت میں تیزی شروع سے پائی جاتی تھی۔

مفسر قرآن، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ، پیر طریقت، رہبر شریعت آفتاب نقشبند، مجدد دوران حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں اور مریدین نے ۱۹۵۷ء میں ''جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کی بنیاد رکھی تو یہ اس کے نائب امیر مقرر ہوئے۔ مولانا نور محمد کی وفات کے بعد پھر امیر ہوئے۔ تفصیل اصل کتاب میں آگے آرہی ہے۔ شاہ صاحب نے ۱۹۵۸ء میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اہل حق کی جماعت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی۔ کئی بار صلح کی کوششیں کی گئیں مگر شاہ صاحب اپنی بات پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ مستقل ایک فرقہ وجود میں آگیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک علمائے حق اس فتنہ سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔

وجہ تالیف

ہم نے کچھ عرصہ سے اہل باطل کی طرف سے اہل حق کی تردید میں شائع ہونے والی کتب کے جواب میں اہل حق کے دفاع کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ، فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ، فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ وغیرہ شائع کر کے بحمد اللہ اہل علم ونظر سے داد تحسین پا چکے ہیں۔ یہ کتب اہل السنت والجماعت عوام کے لئے اپنے مسلک پر مزید پختگی اور اہل باطل کے لئے دعوت فکر کا سامان ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ فرقہ مماتیت اس لحاظ سے دیگر فرق باطلہ سے زیادہ خطرناک ہے کہ یہ اپنی نسبت علمائے دیوبند کی طرف کرتا ہے۔ طرفہ تماشا دیکھئے کہ اس فرقہ کی طرف سے بہت سی ایسی کتب شائع کی گئی ہیں جن میں ہمارے اکابر کو بہت برا بھلا کہا گیا ہے اور مسائل کو غلط رنگ دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ہمارے عقیدے اور نظریے کو غلط بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم اپنے عقیدہ اور نظریہ کے تحفظ کے لئے عوام کے سامنے صحیح صورت حال پیش کریں۔ اگر فرقہ مماتیت کے لوگ یہ کتابیں شائع نہ کرتے تو ہم بھی یہ کتاب نہ لکھتے، کیونکہ ان مسائل پر ہمارے اکابر کی کافی کتابیں موجود ہیں۔

باب اوّل

بانی فرقہ مماتیت ...... ایک تعارف

اس باب میں بانی فرقہ مماتیت کا تفصیلی تعارف پیش کیا گیا ہے۔اس باب کے مطالعہ سے بانی موصوف کی پیدائش، تعلیم، تربیت اور اخلاق و کردار کی کچھ جھلکیاں آپ کے سامنے آئیں گی۔

بانی فرقہ مماتیت کا مختصر تعارف

اس فرقہ کے بانی سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ہیں۔عجیب بات ہے کہ تحریک خاکسار کے بانی بھی عنایت اللہ مشرقی تھے (موصوف نے علمائے اہل السنت کے خلاف بہت جگہ پر دل کی بھڑاس نکالی ہے) اور بریلوی مسلک کے مشہور مناظر جو سانگلہ ہل کے رہنے والے تھے ان کا نام بھی ''عنایت اللہ'' ہی تھا۔چوتھے غیر مقلدین کے ایک مشہور عالم دین جو گجرات ہی میں رہتے تھے وہ بھی عنایت اللہ اثری کے نام سے مشہور تھے۔ان چاروں میں جو بات قدر مشترک ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کے سب قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے تھے۔شاہ صاحب کے نظریات پر آگے بحث آرہی ہے ان شاء اللہ، یہاں پر موصوف کا کچھ تعارف کرانا مقصود ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

نام، ولدیت و تاریخ پیدائش

نام: سید عنایت اللہ شاہ بخاری والد کا نام: سید جلال الدین

شاہ صاحب کی تاریخ پیدائش کے متعلق کچھ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ کون سی تاریخ ہے؟ کیونکہ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں: ''شاہ صاحب ۱۹۱۵ء سے قبل ریاست کشمیر کے علاقہ گونل میں پیدا ہوئے۔'' (سوانح حیات ص۲۶)

۱۹۱۵ء سے قبل کب اور کس تاریخ کو پیدا ہوئے؟ اللہ جانے، اس لئے ہم نے یہ بات لکھی ہے کہ شاہ صاحب کی تاریخ پیدائش کا صحیح علم نہیں ہے۔

تعلیم و تربیت

شاہ صاحب کے سوانح نگار لکھتے ہیں: ''آپ نے آنکھ کھولی تو تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔'' (سوانح حیات ص۲۷)

محترم قارئین! آنکھ تو پیدا ہوتے ہی کھل جاتی ہے۔کیا پہلے دن ہی سے تعلیم شروع کر دی گئی تھی؟ شاہ صاحب کے عقیدت مندوں کا حال بھی بالکل ویسا ہی ہے جیسے احمد رضا کے عقیدت مندوں کا۔

سوانح حیات کے ص۲۷ پر لکھا ہے: ''بغدادی قاعدہ اور قرآن پاک کے پہلے پارے کا کچھ حصہ والد صاحب سے اور چوتھے پارے تک والدہ ماجدہ سے پڑھا۔'' کس عمر میں پڑھا؟ یہ معلوم نہیں ہے۔

شاہ صاحب کا مسجد میں سونا

سوانح نگار نے شاہ صاحب کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ لکھا ہے: ''اباجی بلاناغہ تہجد کے لئے اٹھا کرتے تھے، میں ان کے ساتھ ہی سویا کرتا تھا۔رات کو باقاعدہ مجھے اٹھا کر ساتھ مسجد لے جاتے اور فرماتے: ''اگر سونا بھی ہو

تو مسجد میں جا کر ہی سو جانا۔" شاید اسی تربیت کا اثر ہے کہ زندگی بھر نماز تہجد قضا نہیں ہوتی۔" (سوانح حیات ص ۲۷، ۲۸)

یہ واقعہ سوانح نگار کو شاہ صاحب نے خود سنایا ہے۔ اس میں دو باتیں وضاحت طلب ہیں:

(۱) مسجد میں جا کر سونا۔ (۲) تہجد مسجد میں جا کر ادا کرنا۔

شریعت میں مسجد میں سونا کیسا ہے؟ جب کہ کوئی خاص عذر بھی نہ ہو یہ تو شاہ صاحب کے "عقیدت مند" ہی بتائیں گے اور تہجد تو گھر میں ادا کرنا سنت ہے، نہ یہ کہ مسجد میں اس کی ادائیگی کے لئے سونے کا اہتمام کرنا چاہئے اور یہ کس سن کی بات ہے؟ اس وقت شاہ صاحب کی عمر کیا تھی؟ کچھ معلوم نہیں۔

سکول کی تعلیم

پانچ چھ سال کی عمر میں اسکول میں داخلہ لیا اور ممتاز و منفرد طالب علم کی حیثیت سے نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ (سوانح حیات ص ۲۸)

فارسی ادب اور صرف نحو کی تعلیم

سوانح نگار لکھتے ہیں: فارسی آپ نے اپنے والد ماجد سے اسکول کی تعلیم کے دوران میں ہی پڑھ لی تھی ...... علاوہ ازیں صرف ونحو کے ابتدائی قاعدے بھی والد صاحب نے خود پڑھا دیئے تھے۔ (سوانح حیات ص ۲۹)

عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گجرات آنا

اسکول کی تعلیم شاہ صاحب نے صرف نویں جماعت تک مکمل کی، اس کے بعد آپ عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گجرات آئے۔ سوانح نگار لکھتا ہے: "پہلی مرتبہ دینی علوم کے طالب علم کی حیثیت سے گجرات تشریف لائے۔" (سوانح حیات ص ۲۹)

آپ جب گجرات صوفی عبد الرحمٰن صاحب کے پاس آئے، اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ سوانح نگار نے یہ نہیں بتایا۔ بہر حال آپ نے درس نظامی کی کئی کتابیں یہاں پر پڑھیں۔

سوانح نگار لکھتا ہے: "فقہ میں ھدایہ تک، نحو میں عبد الغفور تک اور اصول فقہ میں نور الانوار تک نیز ادب کے علم میں مقامات حریری اور دوسری کافی کتابیں پڑھ لی تھی۔" (سوانح حیات ص ۳۰)

مفتی اعظم آزاد کشمیر سے تلمذ کی داستان

سوانح نگار لکھتا ہے: "انہی دنوں کچھ ایام کے لئے مولانا عبد الرحمٰن صاحب مفتی اعظم آزاد کشمیر گجرات آئے تھے۔ شاہ جی نے ان سے بھی چند اسباق پڑھے۔" (سوانح حیات ص ۳۰)

کس کتاب کے پڑھے؟ کس مدرسہ میں پڑھے؟ کچھ علم نہیں اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفتی اعظم صوفی عبد الرحمٰن کے ہاں آئے تھے یا کسی اور جگہ؟ گمان غالب ہے کہ صوفی عبد الرحمٰن کے ہاں کا ہی یہ واقعہ ہو۔

بابا انھی والوں سے استفادہ

شاہ صاحب تعلیم کے لئے مستقل طور پر انھی تشریف نہیں لے گئے بلکہ صوفی عبد الرحمٰن کے ہاں جب زیر

تعلیم تھے اس وقت صرف کافیہ کے چند اسباق بابا جی سے پڑھے تھے۔ آپ کے سوانح نگار کے بیان کا خلاصہ یہ ہے شاہ جی کی خوش نصیبی ہی کہیے کہ استاذ الکل مولانا غلام رسول صاحب انہی والے ایک دیوانی مقدمہ کے سلسلہ میں گجرات آئے اور صوفی عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں دس بارہ دن قیام کیا۔ شاہ صاحب نے علم نحو کی مشہور اور مشکل ترین کتاب جسے علم نحو میں مرکزی حیثیت حاصل ہے (کافیہ) ان ایام میں حضرت الاستاذ سے پڑھی۔ (سوانح حیات ص ۳۰)

مولانا شیخ محمد عبداللہ مَلکے والوں سے اکتساب فیض

سوانح نگار لکھتا ہے: ''بعد ازاں آپ نے مولانا شیخ محمد عبداللہ صاحب مَلکے والوں سے اکتساب فیض کیا جو علوم عربیہ خصوصاً ادب اور فقہ میں خصوصی شہرت کے جاہل [اصل کتاب میں جاہل لکھا ہوا ہے، ہونا چاہئے تھا: حامل۔ از ناقل] اور علوم عربیہ کے طلبا کا مرجع تھے۔ آپ نے ان سے علم ادب، علم عروض اور علم وراثت کی کتابیں پڑھنے کے علاوہ عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمہ کرنے کی مشق بھی کی۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

یہ کس سن کا واقعہ ہے؟ اس وقت آنموصوف کی عمر کتنی تھی؟ اور آپ نے خود ملکے جا کر پڑھا ہے یا یہ بزرگ بھی صوفی عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں جہاں پر آپ زیر تعلیم تھے، آ گئے تھے؟ اور علم ادب میں کون سی کتاب پڑھی؟ علم عروض میں کون سی؟ میراث میں کون سی؟؟ کچھ پتہ نہیں۔

مشکوٰۃ والا سال

سوانح نگار لکھتا ہے: ''پھر اپنے استاذ خاص صوفی عبدالرحمٰن صاحب سے مشکوٰۃ شریف اور جلالین بھی پڑھی۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

مشکوٰۃ اور جلالین کس سن میں پڑھی؟ کوئی علم نہیں، صوفی صاحب سے پڑھ کر کیا آپ دورانِ تعلیم مَلکے گئے تھے، پھر ملکے سے واپس آ کر دوبارہ صوفی عبدالرحمٰن سے مشکوٰۃ پڑھی؟ سوانح نگار بتا سکا نہ شاہ صاحب نے خود یہ وضاحت کی ہے۔ بہر حال جو معلومات شاہ صاحب کی سوانح سے حاصل ہوئیں ان کا خلاصہ اس طرح بنتا ہے کہ شاہ صاحب نے سکول میں نویں جماعت پڑھ کر صوفی عبدالرحمٰن صاحب سے مشکوٰۃ تک تعلیم حاصل کی۔

شاہ صاحب نے مشکوٰۃ کس سن میں ختم کی اور اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟ اس کا تو ہمیں علم نہ ہو سکا مگر عام رواج کے مطابق مدارس اسلامیہ کے طالب علم مشکوٰۃ شریف کے بعد دورہ حدیث شریف کرتے ہیں اور اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی مکتب فکر کے مشہور مدارس میں مکمل دورہ حدیث ہوتا تھا۔ شاہ صاحب نے دورہ حدیث کہاں کیا؟ کس مدرسہ میں کیا؟ یہ ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں۔

مفتی اعظم ہند سے ترمذی شریف پڑھنا

سوانح نگار لکھتا ہے: ''پھر دہلی جا کر کچھ عرصہ فقہ کے امام مولانا محمد کفایت اللہ صاحب کی خدمت میں گزارا اور آپ سے ترمذی شریف پڑھی۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

یہاں پر بھی سوانح نگار نے یہ نہیں بتایا کہ شاہ صاحب کس سن ہجری میں، کس مہینے میں دہلی گئے، کتنا عرصہ مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھا اور صرف ترمذی ہی کیوں پڑھی مکمل دورہ حدیث حضرت کے ہاں کیوں نہیں

پڑھا؟ جب کہ مفتی صاحب کے ہاں مکمل دورہ حدیث ہوتا تھا جیسا کہ سید محمد حسین شاہ نیلوی صاحب کے حالات میں لکھا ہے کہ دورہ حدیث حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا ضیاء الحق اور مولانا خدابخش بھیروی سے پڑھا۔

(چمنستان اشاعت التوحید والسنہ ص ۱۸۰)

جب مدرسہ امینیہ دہلی میں مکمل دورہ حدیث ہوتا تھا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے صرف اور صرف ''ترمذی'' مفتی کفایت اللہ صاحب سے پڑھی، باقی حدیث کی کتابیں وہاں کیوں نہیں پڑھیں اور ترمذی شریف پڑھنے کے لئے حضرت شاہ صاحب نے کتنا عرصہ مدرسہ امینیہ دہلی میں قیام فرمایا؟ یہ سوانح نگار نے ذکر نہیں کیا۔ اگر شاہ صاحب سارا سال وہاں پر رہے ہیں تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب نے پہلے دورہ حدیث مفتی صاحب سے کیا، پھر دوبارہ دوسری جگہ پر کیا، مگر ایسا نہیں ہے اگر یہ بات ہوتی تو شاہ صاحب کے عقیدت منداس بات کو بہت اُچھالتے۔

آں موصوف کی سوانح سے ثابت ہوا کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے صرف ترمذی شریف پڑھی تھی، کتنے عرصہ میں؟ یہ پتہ نہیں۔

مولانا شیر محمد شرقپوری سے بیعت ہونا

سوانح نگار لکھتا ہے: ''شاہ جی کو محقق عصر علامہ محمد شاہ انور شاہ کشمیری سے قلبی تعلق اور دلی لگاؤ تھا (شاہ صاحب کے سوانح نگار خیر سے ''علامہ'' ہیں اور ہیں بھی عنایت اللہ گجراتی، مگر حالت یہ ہے کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح نام لکھنا بھی نہیں آتا: از ناقل)۔ شاہ صاحب (عنایت اللہ شاہ) گجرات میں تعلیم کے دوران (جس وقت صوفی عبدالرحمٰن سے پڑھتے تھے) میں ولی کامل میاں شیر محمد صاحب شرقپوری سے بیعت بھی ہوئے تھا۔ (یہاں پر ہونا چاہئے تھا: ''ہوئے تھے'' چونکہ اصل کتاب میں ''تھا'' لکھا ہوا ہے، ہم نے بھی وہی لفظ لکھ دیا ہے: از ناقل) اور انہوں نے فرمایا تھا کہ دیوبند جا کر دورہ پڑھ آؤ۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

اس عبارت سے ثابت ہو رہا ہے کہ شاہ صاحب نے ابھی تک مکمل دورہ حدیث نہیں پڑھا تھا تب ہی تو میاں شیر محمد صاحب نے فرمایا کہ دیوبند جا کر دورہ پڑھ آؤ۔ اگر مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی سے دورہ حدیث پڑھا ہوتا تو پھر یہ نہ کہا جاتا کہ دیوبند میں دوبارہ پڑھ آؤ، یا شاہ صاحب میاں صاحب کو جواب میں کہتے کہ حضرت! میں نے الحمدللہ ایک بار تو دورہ حدیث پڑھ لیا ہے، آپ کے حکم سے دوبارہ دیوبند جا کر بھی پڑھ آتا ہوں، مگر ایسا نہیں ہوا۔ ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ شاہ صاحب نے مفتی صاحب سے مکمل ترمذی بھی نہیں پڑھی ہوگی شاید ترمذی شریف کے کسی سبق میں شرکت کی ہوگی اس لئے سوانح نگار نے لکھ دیا۔ نیز میاں شیر محمد شرقپوری بریلوی طبقہ کے تھے یا دیوبندی طبقہ سے ان کا تعلق تھا؟ ہر آدمی جانتا ہے کہ شرقپوری صاحب بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ شاہ صاحب کے سوانح نگار نے اس کتاب میں کئی جگہ لکھا ہے کہ شاہ صاحب کے والد ماجد اور چچا جان بڑے عالم فاضل اور مناظر تھے، بہت بڑا علمی گھرانہ تھا مگر ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے شاہ صاحب کی اتنی بھی تربیت نہیں فرمائی تھی کہ وہ اپنے اور بیگانے کو پہچان سکیں۔ خود شاہ صاحب اس وقت کوئی بچے نہیں تھے۔ سکول سے نویں جماعت پاس کر کے صوفی عبدالرحمٰن کے پاس آئے تھے اور یہاں پر کافی عرصہ آپ نے تعلیم حاصل کی، اُولیٰ سے لے کر مشکوٰۃ تک آپ

نے یہاں پر پڑھا ہے۔ یہ عرصہ ۵ یا ۶ سال سے کم نہیں بنتا۔ اگر ۵ سال بھی تسلیم کریں تو شاہ صاحب کی بیس سال عمر بنتی ہے۔ مولانا شیر محمد شرقپوری دیوبند سے بھی محبت والا معاملہ فرماتے تھے مگر ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اکابر علمائے دیوبند میں سے نہیں تھے بلکہ ان کی تمام چیزیں اور رسوم ورواج بریلویوں والے ہی تھے اور آج بھی اُن کی گدی پر تمام رسوم ورواج اُسی طرح ہیں۔ بیس سال کی عمر تک شاہ صاحب پر یہ راز منکشف نہ ہو سکا۔ آپ کے استاذ صوفی عبدالرحمٰن صاحب نے بھی آپ کو نہیں بتایا۔

سوانح نگار آگے لکھتا ہے: ''مگر چونکہ شاہ صاحب اس وقت ''سورت'' جا چکے تھے، اس لئے دیوبند تشریف نہ لے جاسکے بلکہ سیدھے ''سورت'' پہنچے جہاں مدرسہ محمدیہ راندھیر میں داخلہ لیا اور دو سال قیام فرمایا۔''

(سوانح حیات ص ۳۱)

سوانح نگار نے لکھا ہے کہ: ''اس وقت سورت جا چکے تھے'' یہ بالکل جھوٹ ہے، آپ ترمذی پڑھ کر واپس آ گئے تھے یا نہیں؟ سوانح میں تو موجود نہیں ہے، مگر لگتا ایسے ہے کہ شاہ صاحب ترمذی پڑھ کر واپس تشریف لے آئے ہوں گے تب ہی تو میاں صاحب سے ملاقات ہوئی اور دیوبند جانے کی تجویز آپ نے دی۔ اگر یہ تجویز مشکوٰۃ والے سال کے دوران کی ہے تو پھر پہلے آپ مفتی صاحب کے پاس کب گئے تھے؟ ''سورت جا چکے تھے'' والی بات پھر بھی نہیں بنتی اور آگے جملہ ہے: ''سیدھے سورت پہنچے'' یہ پہنچنا پہلی بار تھا نہ کہ دوسری بار۔ ہمیں ایسے لگتا ہے کہ سوانح نگار بالکل شاہ صاحب کی تاریخ سے جاہل ہے۔

بہرحال شاہ صاحب نے اس وقت میاں صاحب کی تجویز نہیں مانی، آپ ''دیوبند'' کے بجائے ''سورت'' تشریف لے گئے۔ سوانح نگار لکھتا ہے: ''پہلے سال ادب، منطق، اصول فقہ اور باقی علوم کی جو کتابیں رہتی تھیں، پڑھیں۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

قارئین کرام! اس عبارت کو بار بار پڑھیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے اپنے والد، صوفی عبدالرحمٰن، بابا غلام رسول اُنھی والے، مولانا شیخ محمد عبداللہ مَلکے والوں سے تمام علوم وفنون حاصل کئے، جب کہ سوانح نگار لکھتے ہیں: ''شاہ جی کا بیان تھا کہ میں نے علم صرف کی ابتدائی کتاب قانونچہ کھیوالی صرف ۳۴ دن میں حفظ کر لیا تھا، قانون سب کے سب از بر تھے، مشکل سے مشکل تعلیل چند منٹوں میں کرتا اور ادق ترین صیغے نکالنا میرے لئے معمولی بات تھی۔ چنانچہ چند سالوں میں آپ نے مولانا عبدالرحمٰن سے فقہ میں ہدایہ تک، نحو میں عبدالغفور تک، منطق ومعقول میں حمداللہ تک، فلسفہ میں میبذی تک، علم معانی وبلاغت میں مختصر معانی تک اور اصول فقہ میں نورالانوار تک، نیز ادب علم میں مقامات حریری اور دوسری کافی کتابیں پڑھ لی تھیں اور علوم وفنون میں کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔''

(سوانح حیات ص ۳۱)

قارئین! جس نے یہ تمام کتابیں پڑھ لی ہوں بلکہ دوسری ''کافی کتابیں'' بھی پڑھی ہوں، اس کو دوبارہ پھر ادب، منطق، اصول فقہ، پڑھنے کی ضرورت ہے؟ جب کہ سوانح نگار نے وضاحت سے لکھا ہے کہ: ''باقی علوم کی جو کتابیں رہتی تھیں، پڑھیں۔''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی بہت سے کتابیں رہتی تھیں جو آپ نے سورت جا کر پڑھی ہیں۔ سوانح نگار ویسے ہی جھوٹ بولنے کا عادی معلوم ہوتا ہے جو شاہ صاحب کی شان بڑھانے کے لئے ادھر اُدھر کی مار رہا ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

ایک شخص مفتی کفایت اللہ دہلوی سے ترمذی بھی پڑھ آئے اور پھر سورت میں فنون کی کتابیں بھی مکمل کرے؟ یہ کیسا عجیب طالب علم ہے! سوانح نگار مزید لکھتا ہے: ''اور دوسرے سال دورہ حدیث میں شریک ہوئے۔ جہاں نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور شمائل ترمذی مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب سے پڑھیں جو دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم رہے۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

یہاں پر بھی شاہ صاحب نے بخاری شریف، مسلم شریف، موطا امام مالک، موطا امام محمد، طحاوی شریف نہیں پڑھی تھیں۔

قرأت وتجوید کا علم

اس فن میں بھی شاہ صاحب نے کوئی مستقل تعلیم حاصل نہیں کی تھی اور نہ ہی آپ کوئی اونچے درجہ کے قاری تھے۔ سوانح نگار لکھتا ہے: ''اور ساتھ ہی ساتھ قرأت وتجوید قاری سید محمد ابراہیم صاحب سے سیکھتے رہے۔'' (سوانح حیات ص ۳۱)

کون کون سی کتابیں پڑھیں؟ کوئی علم نہیں۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی خدمت میں

سوانح نگار لکھتا ہے: ''اس کے بعد اقلیم علم کے تاجدار اور علوم متداولہ کے بحر ذخار علامہ شاہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (یہاں پر بھی نام غلط لکھا ہے۔ از ناقل) کی خدمت عالیہ میں حاضری اور فیوضات کے حصول کی مستقل سعادت ہوئی۔

آپ نے بیان فرمایا کہ جب میں علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جاتے ہی کشمیری زبان میں چند باتیں کیں۔ آپ بڑے خوش ہوئے اور شاداں وفرحاں مجھے مہتمم صاحب کے پاس لے گئے اور فرمایا مولانا یہ ہمارے ایک طالب علم آئے ہیں ان کو داخل فرمالیں۔'' (سوانح حیات ص ۳۲)

یہ کس سن کا واقعہ ہے؟ کچھ علم نہیں۔ مدرسہ محمدیہ راندھیر سورت سے آپ کب فارغ ہوئے؟ کوئی اتا پتا نہیں۔ وہاں سے سند ملی یا نہیں؟ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح مفتی کفایت اللہ دہلوی سے ترمذی پڑھنے کے بعد سند ملی یا نہیں؟ مفتی صاحب نے اگر اصل سند نہیں دی تو کوئی اعزازی سند ضرور عطا کی ہوگی مگر سوانح نگار نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ لازمی بات ہے کہ شاہ صاحب مفتی مہدی حسن سے پڑھ کر اگلے سال ہی ڈابھیل گئے ہوں گے۔ شروع سال میں گئے یا درمیان میں؟ کتنا عرصہ وہاں پر قیام فرمایا؟ حضرت سے حدیث کی کون سی کتاب پڑھی؟ اس بارے میں سوانح نگار خاموش ہے۔ ہاں البتہ اجمالی طور پر لکھتا ہے: ''چنانچہ شاہ جی حضرت کی خدمت میں رہ کر علم وعرفان کی دولت دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے رہے اور مالا مال ہو کر واپس آئے۔'' (سوانح حیات ص ۳۲)

شاہ صاحب نے مفتی مہدی حسن سے دورے کی جو کتابیں نہیں پڑھیں تھی وہ علامہ کشمیری سے لازمی پڑھنی چاہئیں تھیں، خصوصاً بخاری، مسلم، وغیرہ۔ ڈابھیل میں علامہ کشمیری کے علاوہ شاہ صاحب کے اور کون کون سے

استاذ تھے؟ کیوں کہ دورہ حدیث کی تمام کی تمام کتابیں تو علامہ کشمیری نہیں پڑھاتے تھے، لیکن سوانح نگار نے کسی استاذ کا ذکر نہیں کیا یہاں تک تو اولی سے لے کر دورہ حدیث تک کا ''ذکرِ خیر'' ہوا۔

علم تفسیر: سوانح نگار نے اس کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ بلکہ صرف یوں لکھا: ''فراغت کے بعد شاہ صاحب نے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی خاص طرز پر واں بھچراں ضلع میانوالی جا کر قرآن پاک پڑھا اور اجازت حاصل کی اور اسی طرح مولانا احمد علی صاحب مرحوم سے ملتان جیل میں عبید اللہ سندھی کے طرز پر قرآن پاک پڑھا۔'' (سوانح حیات)

محترم قارئین! شاہ صاحب کی سوانح حیات سے جو کچھ تعلیم کے متعلق ہمیں معلوم ہوا ہے، ہم نے اسے نقل کر دیا ہے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد

کیا شاہ صاحب نے تدریس فرمائی ہے؟ آپ کی سوانح حیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مستقل طور پر کسی جگہ بھی تدریس نہیں فرمائی۔ ملاحظہ فرمائیں:

حوالہ نمبر ۱: آپ نے کچھ دن ڈابھیل میں خدمت تدریس سرانجام دینے کا فخر حاصل کیا۔ لیکن رمضان شریف کی آخری تاریخوں میں والدہ ماجدہ کا مکتوب آگیا جس میں ان کے ایک شدید حادثہ میں مجروح ہونے کی اطلاع تھی۔ چنانچہ اس حادثہ کے بعد شاہ صاحب کو مجبوراً گجرات واپس آنا پڑا۔ (سوانح حیات ص ۳۵)

اس سے صرف کچھ دن پڑھانا تو ثابت ہوا لیکن کون سی کتاب پڑھائی؟ اس کا پتہ نہیں۔

حوالہ نمبر ۲: واپس گجرات پہنچے اور دولت نگر اپنے وطن میں پورا ایک سال طلباء کو پڑھاتے رہے۔ طالب علم شاہ صاحب کی علمی شہرت سن کر گجرات سے آ گئے تھے۔ (سوانح حیات ص ۳۵)

گزارش ہے کہ کیا پڑھاتے رہے؟ کتنے طلباء تھے؟ کس مدرسہ میں پڑھایا؟ گھر میں یا مسجد میں؟ سوانح حیات میں کوئی تفصیل موجود نہیں ہے۔

حوالہ نمبر ۳: ایک سال کے بعد مولانا صوفی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ شاہ صاحب گجرات آ کر پڑھائیں۔ چنانچہ جہاں آپ پڑھتے رہے تھے، وہیں پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی اور کافی عرصہ وہاں پڑھاتے رہے۔ آپ کی علمی شہرت طلباء میں کافی تھی، علم نحو اور علم معانی بڑے شوق سے پڑھاتے تھے۔ (سوانح حیات ص ۳۲)

سوانح نگار نے یہاں لکھا ہے کہ آنموصوف ''کافی عرصہ وہاں پڑھاتے رہے'' یعنی شمار سے باہر ہے اور صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے کہ آپ نے کم وبیش چھ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔

حوالہ نمبر ۴: درس نظامی مکمل طور پر پڑھایا۔ مشکوۃ شریف، جلالین اور ترمذی کئی مرتبہ پڑھائیں۔ (سوانح حیات ص ۳۶)

جھوٹ بولنے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے مگر یہاں تو وہ بھی نہیں۔ کل مدت تدریس کی ہے: چھ سال، جس میں سے کئی دن ڈابھیل میں پڑھایا، پھر ایک سال دولت نگر اپنے گاؤں میں، باقی پانچ سال بچتے ہیں۔ اگر آپ کو پہلے سال ہی ترمذی مل گئی تھی تو صرف پانچ سال بنتے ہیں تو یہ ''کئی مرتبہ'' کیسے بن گیا؟ اور جس زمانہ میں آپ صوفی

عبدالرحمٰن سے پڑھتے تھے اس وقت یہاں پر ترمذی نہیں پڑھائی جاتی تھی بلکہ آپ نے مفتی کفایت اللہ سے جا کر پڑھی تھی۔ کس زمانہ میں صوفی صاحب نے ترمذی پڑھانی شروع کی؟ کیا کوئی شاہ صاحب کا عاشق بتا سکتا ہے؟
سب جھوٹ ہے۔ شاہ صاحب مدرس تھے ہی نہیں۔ اگر آپ نے پانچ سال ترمذی پڑھائی تھی تو شاگردوں کے نام تو بتائے جائیں؟ کس مخلوق کو پڑھاتے رہے؟

ایک دلچسپ عنوان

سوانح حیات ص ۳۷ پر ایک عنوان قائم کیا گیا ہے: ''تبلیغی خدمات''
یہ ٹھیک ہے کہ شاہ صاحب خطیب تھے، جمعہ وغیرہ پڑھا لیتے تھے اور جلسہ میں تقریر کرنے کا آپ کو طریقہ بھی تھا۔ آپ نے دین کی اشاعت میں حصہ لیا۔ مگر یہ سب کچھ اس وقت تک جب تک آپ کے عقائد درست تھے، جب سن ۱۹۵۶ء کے لگ بھگ آپ نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کا کھل کر انکار کیا تو اس وقت سے مرتے دم تک آپ کی تبلیغ صرف اور صرف اسی مسئلہ کے گرد گھومتی رہی۔ ہر جگہ اور ہر مقام پر شاہ صاحب یہ مسئلہ ضرور بیان کرتے تھے کہ مردے نہیں سنتے اور مردے سب برابر ہیں، نبی ہو یا کوئی اور۔

سیاسی خدمات میں حصہ

شاہ صاحب نے مجلس احرار اسلام اور جمعیۃ العلماء ہند میں بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ مگر شاہ صاحب مستقل مزاج نہیں تھے بلکہ انتہا پسند آدمی تھے۔ اس لئے کسی جماعت میں بھی زیادہ دیر کام نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی سوانح میں اس کی تفصیل نہیں ہے کہ کتنا کتنا عرصہ؟ کس جماعت میں کام کیا؟ (دیکھئے: سوانح حیات ص ۳۹)

شاہ صاحب اور پگڑی

سر پر سفید کپڑے کی ٹوپی اکثر اور قلی کی ٹوپی بھی استعمال فرماتے تھے۔ بعض احباب سے معلوم ہوا ہے کہ شاہ جی جوانی میں پگڑی بھی باندھا کرتے تھے لیکن پھر پگڑی کبھی استعمال نہیں فرمائی۔ (سوانح حیات ص ۴۱)
سنت سنت کی رٹ لگانے والو! ذرا سوچو!!
<u>طرز تحریر</u>: سوانح نگار لکھتا ہے: ''میرا خیال تھا شاہ جی تحریر سے شغف نہیں رکھتے، لیکن آپ کے قلم سے بعض پمفلٹ (اصل کتاب میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ ہونا چاہئے تھا پمفلٹ۔ از ناقل) اور اشتہارات اور آپ کے مکتوبات دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریر کی طرح تحریر میں بھی بڑی سلاست اور شستگی تھی۔'' (سوانح حیات ص ۴۵)
شاہ صاحب نے کوئی کتاب نہیں لکھی: سوانح نگار لکھتا ہے: ''کوئی کتاب نہ لکھنے کی وجہ غالباً پہلے تعلیمی اور پھر تبلیغی مصروفیات اور ناسازی۔'' (سوانح حیات ص ۴۵)
یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے، بعض بزرگوں نے کتابیں نہیں لکھیں۔ ہم نے صرف شاہ صاحب کے عقیدت مندوں کو بتانے کے لئے یہ بات ذکر کی ہے۔
<u>ضروری نوٹ</u>: شاہ صاحب کے عقیدت مندوں نے شاید اس کمی کو عیب شمار کیا، اس لئے انہوں نے ''افادات بخاری'' کے نام سے ایک مجموعہ شائع کیا۔ اس مجموعہ میں شاہ صاحب کے پمفلٹ، اشتہار، انٹرویو اور

بعض تقاریر شامل ہیں۔ جمع کرنے والے محمد اشرف سلیم ہیں۔ اس میں بھی قطع و برید کر کے چیزوں کو جمع کیا گیا ہے۔ ''نغمہ توحید'' کے مضامین سے تقابل کر کے دیکھ لیں۔

محمد اشرف سلیم لکھتے ہیں: ''اگرچہ حضرت شاہ صاحب کو رب لم یزل نے بے شمار خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا، مگر تقریر کی مصروفیت نے انہیں تحریر سے روک رکھا تھا۔ ان کے نقوش قلم کو تلاش کرنا پانی میں نقوش قدم تلاش کرنے کے مترادف ہے۔'' (افادات بخاری ص ۱۳ تحت عنوان عرض ناشر)

سوانح نگار نے ص ۶۳ پر ''روحانیت و تصوف'' کا عنوان قائم کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ شاہ صاحب پہلے میاں شیر محمد شرقپوری جو بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے، سے بیعت تھے۔ شاہ صاحب میاں صاحب سے کتنا عرصہ روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے رہے اور پھر دوسری بیعت کیوں کی؟ اور وہ بھی نقشبندی ہی سلسلہ میں جب کہ پہلا سلسلہ بھی نقشبندی ہی تھا، یہ بات سوانح نگار نے نہیں بتائی۔ ص ۶۳ تا ص ۸۰ پر یہ بحث پھیلی پڑی ہے مگر اس میں یہ ذکر نہیں کیا کہ شاہ صاحب نے عمر کے کس حصہ میں حضرت مولانا حسین علی صاحب سے تجدیدِ بیعت فرمائی، ان کی خدمت میں کتنا عرصہ رہے اور کس سن میں آپ کو خلافت سے نوازا گیا۔ نیز اس سلسلہ میں ایک خاص بات قابل غور ہے کہ شاہ صاحب ماشاء اللہ سادات خاندان سے ہیں اور خاندان بھی وہ جو ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں مشہور ہے پیروں کا خاندان، اور شاہ صاحب کے والد اور چچا جان بھی بڑے مشہور آدمی تھے جیسا کہ سوانح حیات میں موجود ہے۔ تو شاہ صاحب نے اپنا خاندانی سلسلہ جو سرخ لال شاہ بخاری اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت والا تھا، وہ کیوں نہیں چلایا۔

شاہ صاحب کے مرید کی تہذیب

سوانح نگار نے شاہ صاحب کے حج پر جانے کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، وہ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں جس سے شاہ صاحب کے مرید کی ''تہذیب'' کا پتہ چلتا ہے۔ سوانح حیات کے مصنف علامہ عنایت اللہ گجراتی سابق خطیب منڈی بہاؤالدین شاہ صاحب کے خاص مریدین میں سے تھے، جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کے پاس اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ علامہ عنایت اللہ لکھتے ہیں:

۱۹۵۸ء میں جب شاہ جی حج پر جانے لگے تو جامع مسجد کالری گیٹ میں روانگی سے قبل جمعہ کے اجتماع عظیم سے خطاب فرمایا۔ قرآن کریم سے مشرکین مکہ کی قرآن سے دشمنی اور عداوت کے واقعات ارشاد فرماتے رہے، فرمایا: وہ لوگ بھی آنحضرت ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ مسئلہ ذرا نرم کر کے (تیل لگا کر) سنایا کریں۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ صاف اور واضح مسئلہ سمجھایا اور بیان فرمایا۔ شاہ جی جوش میں آ کر منبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: لوگو میں حج پر جا رہا ہوں، زندگی کا پتہ نہیں، پھر آؤں یا نہ آؤں، مسئلہ سن لو! میں نے آج تک جو مسئلہ توحید تمہیں سنایا، حق وہی ہے۔ پھر پنجابی میں فرمایا: ''میں مسئلہ رڑے چاہڑ کے جا رہیاں'' یعنی میں مسئلہ بالکل واضح کر کے جا رہا ہوں تا کہ کل میدان حشر میں کوئی عذر نہ کر سکے۔ (سوانح حیات ص ۱۰۹)

قارئین کرام! اصل کتاب میں اسی طرح بریکٹ کے اندر یہ الفاظ ''تیل لگا کر'' لکھے ہوئے ہیں جو شاہ صاحب کے مرید کے ذہن کی عکاسی کر رہے ہیں۔

الہام پر عمل کرنا

سوانح نگار نے ص ۱۱۰ تا ص ۱۱۴ شاہ صاحب سے متعلق ایک لمبا واقعہ نقل کیا ہے۔ ص ۱۱۳ سطر نمبر ۱۳ تا سطر نمبر ۱۷ میں ہے: میں نے (شاہ جی نے) عرض کی: حضرت! (مراد حضرت سے مولانا حسین علی ہیں) حدیث بھی آپ مجھ سے سن لیں اور اجازت فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا: قرآن، حدیث، فقہ، سب کی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے بعد مجھ پر رقت طاری ہوگئی اور میں رونے لگا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور داڑھی تر ہوگئی، میں نے روتے روتے عرض کی: حضرت اتنا بڑا بوجھ میں کیسے اٹھا سکوں گا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا: گھبراؤ نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو القاء ہوا ہے وہی کیا ہے۔ شاہ جی یہ تمام داستان سنا چکے تو اپنے مربی و محسن اور پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور دینی مجاہدانہ کارنامے اور خدمات قرآن کریم کا تذکرہ بھی بڑے پیارے انداز سے فرمایا جو طوالت کے خوف سے یہاں درج نہیں کیا جا سکتا۔ (سوانح حیات ص ۱۱۳)

اگر شاہ صاحب ماننے پر آئے تو خواب اور الہام کو بھی مان لیتے ہیں، اگر انکار پر آئے تو پھر احادیث صحیحہ اور اجماع امت کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ فوا اسفا

شاہ صاحب کی انفرادی رائے

سوانح نگار لکھتا ہے: ''ان کی زندگی میں ایسے وقت بھی آئے جب وہ اپنے موقف میں اکیلے ہی رہ گئے۔'' (سوانح حیات ص ۸۰)

فرق باطلہ سے مناظرے

سوانح نگار نے ص ۸۱ پر عنوان قائم کیا ہے اور ص ۸۴ پر ختم بھی کر دیا۔ آپ اسے بار بار پڑھیں اور ہر بار سوانح نگار کو جھوٹ بولنے کی داد دیں۔ ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ شاہ صاحب کے عقیدت مند بالکل احمد رضا خان بریلوی کے عقیدت مندوں کی طرح ہیں۔ جو بات شاہ صاحب میں نہیں پائی جاتی اس کو جھوٹ بول کر ثابت کرنا ہے۔

شاہ صاحب مناظر نہیں تھے، یہ کوئی عیب کی بات نہیں، یہ تسلیم کر لینا چاہئے۔ مولانا غلام اللہ خان، قاضی شمس الدین وغیرہ مناظر تھے اس میں کوئی شک نہیں۔ شاہ صاحب نے کبھی بھی کوئی باقاعدہ مناظرہ نہیں کیا اور نہ کر سکتے تھے۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت ایک واقعہ سے ہوتا ہے جس میں شاہ صاحب نے مسلک بریلویت سے صلح کر لی تھی۔

شاہ صاحب کی مسلک بریلویت سے صلح

شاہ صاحب جب گجرات تشریف لائے اور کالری دروازہ میں خطیب مقرر ہوئے۔ اس وقت بریلوی مسلک کے احمد یار خان نعیمی گجراتی بھی گجرات میں پاکستان چوک کے قریب رہائش پذیر تھے اور غوثیہ مسجد کے خطیب تھے۔ شاہ صاحب اور مفتی احمد یار خان کے درمیان کچھ اختلافی مسائل پر ''بات چیت'' ہوئی، مماتی اس کو باقاعدہ مناظرہ تسلیم نہیں کرتے صرف ''بات چیت'' کہتے ہیں، جب کہ بریلوی اس کو مناظرہ کہتے ہیں۔ چلو ہم مماتیوں کی بات مان لیتے ہیں کہ وہ باقاعدہ مناظرہ نہیں تھا، مگر شاہ صاحب بات چیت میں بھی نہ چل سکے اور اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے دستخط فرما دیئے۔

مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی (م ۱۴۲۹ھ) لکھتے ہیں:

مولانا موصوف کسی مستقل مزاج کے مالک نہیں، اگر تشدد پر اتر آئیں تو اہل السنت والجماعت کے متفقہ مسائل وعقائد کا انکار بآسانی کرگزرتے ہیں اور اگر تساہل (نرمی) اختیار کرلیں تو پھر بریلوی عقائد اور بدعات کو قبول کرکے اس پر دستخط کرکے بریلویوں کے ساتھ صلح وآشنائی بھی قائم کرلیتے ہیں۔ آج اس راز سے ہم پردہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب موصوف جس زمانہ میں جامع مسجد کالری دروازہ گجرات کے خطیب مقرر ہوئے تو بریلویوں کے ''حکیم الامت'' احمد یار گجراتی کا شہر گجرات میں کافی اثر ورسوخ تھا۔ شاہ صاحب موصوف اور مفتی صاحب موصوف کے درمیان چند مسائل پر مناظرہ ہوا، جس میں شاہ صاحب نے مفتی صاحب موصوف کے مسائل کو درست تسلیم کرتے ہوئے اس پر دستخط ثبت فرمادیئے تھے۔ بریلوی اشتہار کے مطابق یہ مناظرہ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ بروز منگل لالہ فضل پگانوالہ کے مکان پر ہوا۔ مفتی احمد یار خان نے کچھ مدت کے بعد ان مسائل کو شاہ صاحب موصوف کے دستخط کے ساتھ اشتہار کی شکل میں شائع کردیا تھا۔ اس اشتہار کا عنوان تھا: ''جھگڑے کا خاتمہ'' (یہ اشتہار آج تک گجرات کی بعض مساجد میں لگا ہوا ہے۔ از ناقل) وہ مسائل کون سے تھے جس پر حضرت شاہ صاحب نے دستخط فرمائے تھے، ذرا ان کو ملاحظہ فرمالیں۔

۱...... مزارات اولیاء پر گنبد بنانا، پختہ عمارت بنانا شرعاً جائز ہے، نیت خیر سے ہو تو مستحب ہے۔ گنبد خضراء رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام شرعاً جائز اور بہت متبرک ہے۔

۲...... عرس اولیاء اللہ تاریخ مقررہ پر کرنا، مجمع کرکے وہاں فاتحہ پڑھنا، وہاں روشنی کرنا، وہاں حاضری دینا شرعاً مستحب ہے۔

۳...... جس عرس میں ناچ گانا، باجہ وغیرہ، اختلاط مرد وزن وغیرہ محرمات ہوں تو ان امور محرمہ کی وجہ سے نفس عرس حرام نہ ہوگا بلکہ یہ مذکورہ بالا محرمات چیزیں حرام ہوں گی اور اصل عرس حلال ہوگا۔

۴...... حقیقت محمدیہ عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے۔

۵...... محفل میلاد شریف تاریخ مقررہ پر کرنا، مجمع کرکے ذکر ولادت پاک کرنا، نعت خوانی کرنا شرعاً جائز ہے، مستحب ہے۔

۶...... جناب سرور عالم ﷺ کا وہ جسم اطہر جو کہ قبر انور میں مدفون ہے، وہ ہر وقت ہر جگہ بعینہ موجود نہیں بلکہ قبر انور میں جلوہ گر ہے۔

۷...... بعد نماز پنجگانہ بلند آواز سے مل کر نمازیوں کا یہ پڑھنا کہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعلی آلک یا حبیب اللہ، جائز بلکہ مستحب ہے۔ مگر خیال رہے کہ اس جہر سے نمازی کی نماز میں حرج نہ ہو، نہ سونے والے کو تکلیف ہو اور نہ قاری کی تلاوت میں خلل واقع ہو۔ کتبہ احوج الناس الی حبیب الرحمٰن احمد یار خان

مدرس مدرسہ خدام الصوفیہ گجرات ۱۴ ذیقعدہ یوم سہ شنبہ ۶۱ھ

المجیب مصیب: عنایت اللہ بخاری خطیب جامع مسجد کالری دروازہ گجرات یوم سہ شنبہ ۶۱ھ ۱۴ ذیقعدہ

اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب موصوف نے پندرہ سال کے بعد ایک پمفلٹ آٹھ صفحات کا اپنے قلم سے لکھا، جس میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' کا حال بھی عرض کر دیں تاکہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں۔ قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکورہ پر بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے، لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانتاً اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے۔

<u>اوّل:</u> یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلانِ حق نہ کروں۔

<u>دوم:</u> یا پھر خوف خدا، آخرت کی جزاء وسزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ہدیٰ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں۔ الحمد للہ! محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دیا۔'' (اعلان حق ص ۴)

نیز حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''برادران اسلام! آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا، آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ ﷺ) بعض ناجائز، بعض حرام، بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیئہ ہیں۔ میں اس اعلانِ حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ و کفی باللہ شھیدا! اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک وبدعت سے محفوظ رکھے۔'' (اعلان حق ص ۸)

قارئین کرام! حضرت شاہ صاحب موصوف کا یہ بیان حیران کن ہے کہ: ''بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے۔'' حالانکہ یہ وہ مسائل ہیں جن کو بچہ بچہ جانتا ہے اور دیوبندی عوام بھی جانتے ہیں کہ یہ مسائل ننانوے فی صد بریلویوں کے ہیں۔ کیا حضرت شاہ صاحب کو اتنا علم بھی نہیں تھا؟! پھر حضرت شاہ صاحب موصوف کا یہ بیان کہ: ''بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔'' یہ اور زیادہ حیران کن ہے۔ کیا حضرت شاہ صاحب موصوف قرآن کریم اور حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کے تحقیقی مطالعہ سے بالکل محروم تھے؟ حضرت شاہ صاحب کا یہ بیان مبنی بر صداقت نظر نہیں آتا۔ بہرحال حضرت شاہ صاحب کے پمفلٹ (اعلانِ حق) کا پورا عکس ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ وہ ان کی پوری عبارت کو آگے اور پیچھے سے ملاتے ہوئے پڑھ کر اطمینان حاصل کر سکیں۔'' (ضرب المہند از مولانا حبیب اللہ ڈیروی ص ۷ تا ص ۱۱)

قارئین کرام! مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں شاہ صاحب کے اس اشتہار کا عکس بھی دیا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لئے ہم بھی اس کا عکس پیش کر رہے ہیں تاکہ شاہ صاحب کے رجوع کی داستان خود موصوف کے قلم سے ملاحظہ فرمالیں۔

<u>نوٹ:</u> قارئین کو اگر اس اشتہار کی عبارت پڑھنے میں دشواری ہو تو اس کی کمپوزنگ اگلے اوراق میں ملاحظہ فرمائیں:

۱۲

اعلانِ حق

﴿جس میں﴾

بریلوی اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کا جواب ہے

﴿از قلم﴾

جناب مجاہد ملت، حامی شریعت، حضرت مولانا

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

﴿پبلشر﴾

(مولوی) محمد یوسف خطیب مسجد شالبافان گجرانوالہ

۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ⁝ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

برادرانِ اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گجرات میں ایک انجمن مسماۃ غلام المصطفیٰ ہے۔ اور ان کے ایک مفتی احمد یار خان صاحب (فرقہ بریلویہ کے مشہور صوفی و مفتی) ہیں۔ انہوں نے ایک فریب دہ اور گمراہ کن اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ برعکس نام نہند زنگی کافور جہاں جہاں بھی یہ اشتہار پہنچا ہے وہاں جھگڑے کا خاتمہ ہونے کی بجائے مسلمانوں میں زیادہ جھگڑا اور فساد برپا ہو گیا ہے۔ کس قدر فریب ہے زہر ہلاہل کا نام تریاق جھوٹ کا نام سچ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں　　　جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایسے مفتیانِ مفسدی اشتہار شائع کرنے والوں کو خدا ہدایت دے لیکن ہدایت نصیب کیسے ہو جبکہ لالچی پیر لوران کے ایجنٹ شکم پرست مفتی و ملا کا مقصد ہی اکلِ اموال الناس بالباطل ہو یہ ذلیل مقصد تو ایسے اشتہارات کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جن میں مسلم قوم سے مال لوٹنے کے باطل ذرائع کھانے پینے کے ڈھنگ نذر و منت چڑھاوے، شیرینی اور نذرانہ وصول کرنے کے مسائل شائع کئے جائیں آپ اگر غور فرمائیں گے تو جھگڑے والا اشتہار بھی اسی قسم کا پائیں گے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ہے

نشانہ نہیں بعد ہے پیرانِ حرم کا　　　ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

خدا کی پناہ، سادہ لوح قوم سے کس قدر دھوکا، دغا، فریب اور مکر ہو رہا ہے مسلم قوم کی فلاح و بہبود سے انہیں کیا واسطہ انہیں تو اپنے حلوے مانڈے اور تعیش سے غرض، باطل پرست پیر اور ان کے ایجنٹ، پیشہ ور مفتی و ملا نے مسلم عوام کو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و محبت کے جھوٹے دعوے کی آڑ میں جس قدر لوٹنے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جب جناب خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و حرمت کے لئے چندوں کی آزمائش آ جائے تو بایں دعوے عشق و محبت یک بینی و دو گوش بذریعہ معافی سرائی کا کر ڈرامائی انداز سے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگاتے ہوئے قوم کو دوبارہ بے وقوف

۱۴

۳

خانے کی خطرناک سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں! شرم! شرم! شرم! اے علماء حق شکم پرستوں کو یہ
ذلیل کردار ہو سکا ختم نبوت جیسے مقدس عقیدہ بلکہ مسئلہ خلافت و ملوکیت کے نعرے سے قوم کو تو
جوش دلا کر جیلوں میں بھجوا دیں اور خود اسے رسول کے قرآن اور قوم سے غداری کر کے جیسی مکاری
اور فریب کاری کے ساتھ حقانی ڈھونگ رچا کر دولت سمیٹیں اور حرم سراؤں میں نہایت گرم جوشی
سے جمعرات کی بلا ناغہ کھیریں اور حلویاں، چوتھے چالیسویں کا نان دھلوا اور ہمیشہ رنگے کلیجیاں
کے پیالے اور مٹھائیاں مزے سے لے کر اڑائیں بہلاد، لوگ قوم کے دین و ایمان پر یا وزن مال و دولت
پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے جھگڑے کا خاتمہ ہو جیسے غیر اللہ انتساب، صوفیانہ رنجیدہ درد سے عاشقانہ فنی
تقریریں دعوتوں وعظ اور بالصدقہ معانی حیلے سے پر اسرار افراد، نیز ان جیسے کئی مکار لوگ ہتھیار
استعمال کئے جا رہے ہیں۔ فلعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین بر چنیں پیر مکار
کہ دشمن کر دو خیر کر دو منبر پر لوگوں کے دین و ایمان پر عزت و عصمت پر مال و املاک پر ڈاکہ ڈال رہا یہ
مقدس کردار کو نہایت خوبصورت لفظیں تیار ڈرامے اور کھیل طریب قوم کی جان و مال سے کئی بار
کھیلے گئے اور کھیلے جا رہے ہیں نعوذ باللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں ہر دغا باز مکار کے
دغا اور مکر سے ہر ظالم ظریف کے ظلم و شر سے اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے باطل پرست
پیروں اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتی واعظ کی عوام کے دین و مال پر ڈاکہ زنی کا نقشہ قرآن حکیم میں
نہایت جامع الفاظ میں کھینچا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ
لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اے ایمان
والو! کئی مولویوں اور پیروں فقیروں میں سے البتہ لوگوں کے مال کھاتے ہیں جھوٹ اور فریب
سے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ ... لوگوں کے مال پر ڈاکہ
ایمان پر بھی ڈاکہ یہ سب شکم پرست پیروں اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتیوں اور ملاؤں کے
بکثرہ کرتوت ہیں جن کے اللہ تعالیٰ نے ان کو سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (بہت بڑے
جھوٹے اور بہت بڑے حرام خور) کے سیاہ تمغے اور داغ سے ان کے مکار چہروں کو داغ دار
کر کے مخلوق کے سامنے ان کی اغراض اور ذلیل مقاصد سے نقاب کشائی فرما دی ہے۔ تاکہ
مخلوق خدا ہوش میں آئے۔ اور لٹیروں کے دام تزویر میں نہ پھنسے ساتھ ہی قرآن مجید میں

۱۵

اللہ تعالیٰ نے علماء حقانیین اور فقراء ربانیین کے صفات عزت وحرمت سے ارشاد فرما دیئے ہیں کہ کس طرح وہ ہر خطرہ سے بے نیاز ہو کر حق کا اعلان کرتے ہیں۔ اور اگر ان سے کوئی لغزش یا غلطی سرزد ہو جائے تو بعد از علم اس پر اڑے نہیں رہتے اور مخلوق خدا کو کبھی دھوکہ نہیں دیتے رضا الٰہی ان کا مقصد ہوتا ہے۔ اور کوئی خوف یا طمع ان کو اعلان حق سے باز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کے وہ سچے محافظ اور مخلص خادم ہوتے ہیں غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حقانی اور نفسانی دونوں قسم کے پیروں اور مولویوں کے حالات وضاحت سے بیان فرما دیئے ہیں تاکہ عوام حق و باطل میں سچے جھوٹے پیر، کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکیں۔

برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ گمراہ کن اشتہار مذکورہ جھگڑے کا خاتمہ کا حال صحیح عرض کر دیں۔ تاکہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکورہ پر بغیر کسی مناظرہ مکالمہ در جرح قدح کے دستخط کر دیئے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم حدیث صحیح اور فقہ اہلسنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانتہً اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے

اول:- یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلان حق نہ کر دوں۔

دوم:- یا پھر خوف خدا آخرت کی جزا و سزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ھدیٰ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے باؤڈسپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دیا۔ اور مفتی صاحب سے بھی عرض کر دیا کہ وہ بھی فوراً کے لئے اپنی غلطی سے رجوع کر لیں اور اگر وہ اسے غلطی نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ جس وقت چاہیں باطمینان تبادلہ خیالات اور گفتگو فرمالیں۔ لیکن بڑا ہو ضد اور

۲۶

۵

للہ کا نہ تو انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کیا اور نہ گفتگو کے لیے ہی تیار ہوئے بلکہ الٹا ضد و عناد کے ساتھ باطل پر اڑے رہے اور انہیں غلط مسائل کا ایک اشتہار "جھگڑے کا خاتمہ" کے عنوان سے شائع کر کے عوام کو خوب دھوکا اور فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تاکہ پیٹ کی دکان کا سامان خوب فراہم کر سکیں۔ پھر ضد کی حد یہ کہ منع کرنے پر بھی باز نہ آئے تا آنکہ الحاج سردار عطاء محمد خان صاحب لغاری گجرات میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہو کر تشریف لے آئے ان کی کوششوں پر ان کے روبرو اس اشتہار اور اس کے بعض مسائل پر ہم دونوں فریق کی گفتگو ہوئی جس کے فیصلے میں ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ تو علم و دیانت اور ایمان کی نشانی ہے۔ کہ اگر کسی عالم سے مسائل میں کچھ غلطی ہو جائے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں تحقیق کر کے اپنی غلطی سے رجوع کر لے نہ کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے۔ غلطی پر اصرار کرنا اور اڑے رہنا تو جہالت اور بددیانتی ہے اور ساتھ ہی ڈپٹی کمشنر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ جب ایک شخص غلطی سے رجوع کر کے حق کا اعلان کرتا ہے تو اس کے متعلق یا اس کے اکابر کے متعلق کسی قسم کا اشتہار شائع کرنا سخت بددیانتی ہے لہٰذا دونو فریق ایک تحریر کر دو کہ کوئی بھی کسی فریق یا اس کے اکابر کے متعلق کوئی نیا یا پرانا اشتہار شائع نہ کرے گا۔ کیونکہ اس سے عوام میں فساد اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے مطابق ان کے روبرو دونو فریق نے ایک متفقہ تحریر کر دی جو اصل دستخطی ہمارے پاس موجود ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو کیا اس فیصلہ اور متفقہ معاہدہ کے بعد بھی وہ فریب دہ گمراہ کن جھگڑے والا اشتہار شائع کرنا جائز تھا؟ کیا یہ صریح عہد شکنی نہیں ہے؟ اس تحریر کے بعد جب تک تو ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات میں تشریف فرما رہے تب تک تو اس اشتہار کا نام و نشان نہ دیکھا لیکن جب صاحب موصوف کا تبادلہ ہو گیا۔ تو مفتی صاحب اور ان کے حواریوں نے مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینے کے لئے اشتہار کی مہم پھر تیز کر دی اور گڑا ہوا پرانا مردہ اکھاڑ لائے۔ کاش مفتی صاحب اپنے عہد پر قائم رہتے بلکہ غلط مسائل سے رجوع کر کے اعلان حق کر کے اپنی عاقبت درست کرتے لیکن قرآن کے فرمان

۱۷

۶

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا اور وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ کی شکم پرست مفتیوں اور باطل پرست پیروں کو کیا ضرورت انہیں تو بدعات کے ذریعہ اپنی آمدنی کی غرض ہے غلطی سے رجوع کرلیں تو بے قاعدہ آمدنی برباد ہوتی ہے۔ مماتیت کی کیا پیداوار درست ہو یا نہ ہو یہ مفتی احمد یار خان صاحب تو خیر سے وہی حضرت ہیں جنہوں نے ایک نہایت فحش اور سخت بدترین فتوی دیا ہوا ہے کہ قرآن و حدیث میں عورت سے اغلام (غیر شرعی راستہ دبر کی طرف سے) کرنے کی کوئی ممانعت نہیں نعوذ باللہ استغفر اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ شرم۔ شرم۔ شرم جھاڑے والے اشتہارات کے مسائل پر یقین رکھنے والوں کو ان کے مفتی صاحب کا یہ پاکیزہ فتوی بھی مبارک ہو مفتی صاحب کا دستخطی بامہر یہ گندہ اور بیہودہ فتوی بھی میرے پاس موجود ہے۔ میں نے اس ناپاک فتوی سے رجوع کے متعلق بھی مفتی صاحب کو کئی بار عرض کیا۔ لیکن انہوں نے اس گندے فحش اور صریح غلط فتوے سے رجوع نہ کیا۔ ضد پر اڑے رہے اب تک اڑے ہوئے ہیں یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کا علم انا للہ و انا الیہ راجعون، چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی، بھلا جو مفتی پیر اور ملا پیٹ کی خاطر خدا کے پاک کے کلام پاک کے معنے میں عمداً خیانت کرنے سے باز نہ آئیں۔ ان سے کب توقع کی جا سکتی ہے کہ اپنی غلطی سے رجوع کرلیں وزین لہم الشیطان اعمالہم فصدہم عن السبیل فہم لا یہتدون۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اہل ایمان کا یہ شیوہ بیان فرماتے ہیں ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وہم یعلمون مومن اپنی غلطی پر جان کر اڑے نہیں رہتے بلکہ تائب ہو کر حق کی پیروی کرتے ہیں۔ لیکن جنہیں دین و ایمان کی بجائے پیٹ زیادہ پیارا ہو انہیں آگ میں کودنا آسان ہے مگر باطل سے حق کی طرف لوٹنا ہزار مشکل فما اصبرہم علی النار مفتی صاحب بھلا حق کو کیسے قبول کرے اگر ان کو حق کی ضرورت ہوتی تو ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے روبرو مسئلہ نذر و منت سے متعلق ہم دونوں فریق کی جو فیصلہ کن تحریر لکھی گئی تھی اس کو شائع کر دیتے اس تحریر میں میرے اور مفتی صاحب کے تصدیقی دستخط سے اس بات کا صاف اقرار کیا گیا ہے۔ کہ نذر و منت عبادت ہے۔ لہذا یہ صرف

۱۸

اللہ تعالیٰ کے نام ہونی چاہئے تو اب تمام مومنین صالحین کو بخشا جاتا ہے اور نذر و منت صدقہ واجبہ ہے یہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے۔ کسی غنی کو اس کا کھانا حرام ہے کاش کہ مفتی صاحب حق پرست ہوتے تو اپنی اس تحریر کا اعلان کرتے لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ عوام سے نذر و منت اور گیارھویں کے چڑھاوے سمیٹ لیتے ہیں حالانکہ خدا کے نام کی نذر و منت مسکینوں اور محتاجوں کا حق ہے جس کو مفتی صاحب غنی ہونے کے باوجود خود ہضم کر جاتے ہیں۔ آفرین، صد آفرین۔ مفتی بن کر پیر اور درویش بن کر سادہ لوح قوم کے مال و ایمان پر خوب ڈاکہ ڈالا۔ اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے ؎

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

بہیٹ ہی کی ساری شامت ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور باطل کی اشاعت کی جائے قرآن حکیم نے اسی لئے یہود کے بعض پیروں اور مفتیوں کے متعلق فرمایا ہے۔ وان فریقا منہم لیکتمون الحق وھم یعلمون۔ جان بوجھ کر حق کو چھپانا اور باطل طریق سے لوگوں کا مال کھانا کس قدر عیب اور کتنا بڑا ظلم ہے یا اللہ تیری پناہ۔ مفتی صاحب! غلط ڈیئے اپنے جھگڑے والے اشتہار کے مسائل خود ونوش سے توبہ کیجئے انسان سے آخر غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اگر آپ ان مسائل کو غلط نہیں سمجھتے تو ان کی سند جواز قرآن و سنت سے پیش کیجئے فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ مفتی صاحب! کیا آپ کے سامنے سلف صالحین کا اسوۂ حسنہ موجود نہیں کتب احادیث و سیر، تاریخ و ادب اور کتب فقہ میں صاف صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان ذی النورین نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ و دیگر ائمہ مجتہدین نے علماء ربانیین نے اپنے کتنے ہی فیصلوں اور فتووں سے رجوع فرمایا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق تو تمام اہل علم جانتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کے فتویٰ سے اپنی وفات سے چند روز قبل رجوع فرمایا۔ یہ تمام اکابر آج کل کے جھوٹے پیشواؤں کی طرح جاہ پرست اور شکم پرست نہیں تھے بلکہ خدا خوف تھے حق پرست تھے۔ حق کی تحقیق فرماتے تھے۔ حق کی اشاعت کرتے تھے

۱۹

۸

اہل حق کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ایثار کر گزرتے تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں بلکہ کروڑوں رحمتیں ہوں ہمارے لئے حق پرستی کے بہترین علمی و عملی نمونے چھوڑ گئے۔ ہمارا فرض راہ حق میں ان کی روش اختیار کرتے ہوئے صاف صاف اعلان حق کرے۔ لہٰذا اے بزرگان عظام مفتیان کرام علماء کرام اور میرے برادران اسلام آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کر دیا تھا۔ کہ پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں۔ کہ فریب دہ گمراہ کن اشتہار جھگڑے کا خاتمہ میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے گنبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بعض ناجائز۔ بعض حرام بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیئہ ہیں میں اس اعلان حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ وکفیٰ باللہ شہیدا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک و بدعت سے محفوظ رکھے

ضروری نوٹ جھگڑے والا اشتہار شائع کر کے مفتی صاحب نے عہد شکنی کی ہے کئے پر بھی باز نہیں آئے۔ مجبوراً اس کے جواب میں مجھے یہ اعلان کرنا پڑا۔ اس کے بعد آئندہ پھر اگر ان کی یا ان کے مولویوں کی طرف سے میرے متعلق کوئی اشتہار بازی کی گئی تو اس کے جواب میں مجھے مفتیوں پیروں صاحبزادوں کے مقدس اور پاک اسرار و رموز کا پردہ چاک کرنا پڑے گا جس کا ثبوت پہلے سے پاس ڈاکومنٹس کی اصل تحریروں اور ان کی تصویروں کی شکل میں موجود ہے بنظر ثبوت باذ عرض ہے۔ آئندہ ہمارے بارے میں کسی قسم کے غلط مسائل شائع نہ کئے جائیں۔ ورنہ ہم مجبور ہوں گے۔ کہ مخلوق خدا کے سامنے آپ کی شکل و صورت سے نقاب کشائی کریں اور اس قصہ کے ذمہ دار خود آپ ہوں گے۔ اخیر میں برادران اسلام کی خدمت میں نہایت مودبانہ درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ قرآن حکیم کا ترجمہ اور سیرت النبیؐ کا مطالعہ بالضرور مطالعہ کریں۔ تاکہ حق و باطل میں آپ خود تمیز کر کے شاہراہ علم و عمل اختیار کر سکیں۔

وما علینا الا البلاغ۔

المشتہر

سید عنایت اللہ شاہ بخاری خطیب الجامع گجرات

گھروں کے عام استعمال اور کپڑے صاف کرنے کے لئے ھلال سوپ بہترین ہے۔

اشتہار ''اعلان حق'' کی تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گجرات میں ایک انجمن مساۃ خدام الصوفیہ ہے اور ان کے ایک مفتی احمد یار خان صاحب (فرقہ بریلویہ کے مشہور صوفی و مفتی) ہیں۔ انہوں نے ایک فریب دہ اور گمراہ کن اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' کے عنوان سے شائع کیا ہے، برعکس نام نہند زنگی کا فور جہاں جہاں بھی یہ اشتہار پہنچا ہے وہاں جھگڑے کا خاتمہ ہونے کی بجائے مسلمانوں میں زیادہ جھگڑا اور فساد برپا ہو گیا ہے۔ کس قدر فریب ہے، زہر کا نام تریاق۔ جھوٹ کا نام سچ۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ایسے مفتن اور فسادی اشتہار شائع کرنے والوں کو خدا ہدایت دے لیکن ہدایت نصیب کیسے ہو جب کہ لالچی پیر اور ان کے ایجنٹ شکم پرست مفتی وملا کا مقصد ہی اکل اموال الناس بالباطل ہو۔ یہ ذلیل مقصد تو ایسے اشتہارات کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے جن میں مسلم قوم سے مال لوٹنے کے باطل ذرائع، کھانے پینے کے ڈھنگ، نذر و منت، چڑھاوے، شیرینی اور نذرانہ وصول کرنے کے مسائل شائع کئے جائیں۔ آپ اگر غور فرمائیں گے تو جھگڑے والا اشتہار بھی اسی قسم کا پائیں گے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے سچ فرمایا۔

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

خدا کی پناہ سادہ لوح قوم سے کس قدر دھوکا، دغا، فریب اور مکر و زور، مسلم قوم کی فلاح و بہبود سے انہیں کیا واسطہ، انہیں تو اپنے حلوے، مانڈے اور تعیش سے غرض، باطل پرست پیر اور ان کے ایجنٹ، پیشہ ور مفتی و مُلّا نے مسلم عوام کو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی عزت و محبت کے جھوٹے دعوے کی آڑ میں جس قدر لوٹنے کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے، وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ لیکن جب جناب خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی عزت و حرمت کے لئے چند دن کی آزمائش آ جائے تو بایں دعوے عشق محبت بیک بینی و دو گوش بذریعہ معافی رہائی پا کر ڈرامائی انداز سے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت لگاتے ہوئے قوم کو دوبارہ بے وقوف بنانے کی خطرناک سازشوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شرم! شرم! شرم! بھلا جن شکم پرستوں کا یہ ذلیل کردار ہو کہ ختم نبوت جیسے مقدس اور پاکیزہ مسئلہ کی حفاظت و حرمت کے نعرہ سے قوم کو تو جوش دلا کر جیلوں میں بھجوا دیں اور خود خدا سے، رسول سے، قرآن اور قوم سے غداری کر کے بڑی مکاری اور فریب کاری کے ساتھ معافی مانگ کر دولت سراؤں اور حرم سراؤں میں نہایت آرام و آرائش سے جمعرات کی ارواح کھیریں اور سویاں، چوتھے چالیسویں کا نان وحلوا اور جوڑے جوتے، گیارھویں کے پلاؤ اور مٹھائیاں مزے لے لے کر اڑائیں، سادہ لوح قوم کے دین و ایمان پر اور مال و دولت پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ''جھگڑے کا خاتمہ'' جیسے عیارانہ اشتہار، صوفیانہ جبہ و دستار، عاشقانہ فنی تقریریں دھواں دھار اور بصدقہ معنی جیل سے پُر اسرار فرار نیز ان جیسے کئی مکارانہ ہتھیار استعمال کئے جا رہے ہیں۔ فلعنۃ اللہ

والملائکۃ والناس اجمعین برچنیں عیار مکار، کروڑ کروڑ ہزار در ہزار۔قوم کے دین وایمان پر، عزت وعصمت پر اموال واملاک پر ڈاکہ زنی کا یہ مقدس کردار کوئی نیا حادثہ نہیں ایسے عیارانہ ڈرانے اور کھیل غریب قوم کی جان ومال سے کئی بار کھیلے گئے اور کھیلے جائیں گے، معاذ اللہ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں ہر دغاباز مکار کے دغا اور مکر سے، ہر ظالم شریر کے ظلم وشر سے اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے باطل پرست پیر اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتی وملائی عوام کے دین ومال پر ڈاکہ زنی کا نقشہ قرآن حکیم میں نہایت جامع الفاظ میں کھینچا ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اِنَّ کَثِیرًا مِنَ الأَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَأْکُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّونَ عَنْ سَبِیلِ اللہِ ترجمہ: اے ایمان والو! کئی مولویوں اور پیروں فقیروں میں سے البتہ لوگوں کے مال کھاتے ہیں جھوٹ اور فریب سے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ خدا کی پناہ لوگوں کے مال پر ڈاکہ، ایمان پر بھی ڈاکہ، یہ ہیں شکم پرست پیروں اور ان کے ایجنٹ پیشہ ور مفتیوں اور ملاؤں کے پاکیزہ کرتوت، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو سَمَّاعُونَ لِلْکَذِبِ اَکّٰالُونَ لِلسُّحْتِ (بہت بڑے جھوٹے اور بہت بڑے حرام خور) کے سیاہ ٹھپے اور داغ سے ان کے عیارانہ چہروں کو داغ دار کر کے مخلوق کے سامنے ان کی اغراض اور ذلیل مقاصد سے نقاب کشائی فرمادی ہے تاکہ مخلوق خدا ہوش میں آئے اور بہروپیوں کے دام تزویر میں نہ پھنسے۔ ساتھ ہی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے علماء حقانیین اور فقراء ربانیین کے صفات عزت وحرمت سے ارشاد فرمادیئے ہیں کہ کس طرح وہ ہر خطرہ سے بے نیاز ہو کر حق کا اعلان کرتے ہیں اور اگر ان سے کوئی لغزش یا غلطی سرزد ہو جائے تو بعد از علم اس پر اڑے نہیں رہتے اور مخلوق خدا کو کبھی دھوکہ نہیں دیتے۔ رضاء الٰہی ان کا مقصد ہوتا ہے اور کوئی خوف یا طمع ان کو اعلان حق سے باز نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کے وہ سچے محافظ اور مخلص خادم ہوتے ہیں۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حقانی اور نفسانی دونوں قسم کے پیروں اور مولویوں کے حالات وضاحت سے بیان فرمادیئے ہیں، تاکہ عوام حق وباطل میں سچے جھوٹے، کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکیں۔

برادران اسلام! آیئے اب آپ کو فریب دہ، گمراہ کن اشتہار (جھگڑے کا خاتمہ) کا حال بھی عرض کر دیں تاکہ آپ کسی دغا اور فریب میں مبتلا نہ رہیں۔ قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک مجلس میں مسائل مندرجہ اشتہار مذکورہ پر بغیر کسی مناظرہ، مکالمہ اور جرح قدح کے دستخط کر دیئے۔ لیکن اس کے چند ہی دنوں بعد بعض علماء ربانی کی توجہ دلانے سے میں نے ان مسائل کا قرآن کریم، حدیث صحیح اور فقہ اہل سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا۔ میں دیانۃً اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھ سے ان مسائل پر دستخط کرنے میں نادانستہ شدید غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔ اب میرے لئے دو ہی راستے تھے:

اوّل: یا تو اپنے وقار اور لالچ کے پیش نظر اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے اعلان حق نہ کروں۔

دوم: یا پھر خوف خدا، آخرت کی جزاء وسزا اور مسلمان قوم کے حقوق تبلیغ ہدیٰ کے فریضہ کے پیش نظر ان مسائل میں اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دوں۔ الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسی کی توفیق سے میں نے مفتی احمد یار خان صاحب کے سابق رہائشی مکان کے قریب گجرات کابلی دروازہ میں جلسہ عام کر کے لاؤڈ سپیکر پر اپنی غلطی سے رجوع کر کے صاف صاف اعلان حق کر دیا اور مفتی صاحب سے بھی عرض کر دیا کہ وہ بھی خدا کے لئے اپنی غلطی سے رجوع کر لیں اور اگر وہ اسے غلطی نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ جس وقت چاہیں باطمینان تبادلہ خیالات اور گفتگو فرمالیں۔ لیکن برا ہو ضد اور لالچ کا، نہ تو انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کیا اور نہ

گفتگو کے لئے تیار ہوئے بلکہ الٹا ضد وعناد کے ساتھ باطل پر اڑے رہے اور انہی غلط مسائل کا ایک اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' کے عنوان سے شائع کر کے عوام کو خوب دھوکا اور فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تا کہ پیٹ کی دکان کا سامان خوب فراہم کر سکیں۔ پھر ضد کی حد یہ کہ منع کرنے پر باز نہ آئے تا آنکہ الحاج سردار عطاء محمد خان صاحب لغاری گجرات میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہو کر تشریف لے آئے۔ ان کی کوٹھی پر ان کے روبرو اس اشتہار اور اس کے بعض مسائل پر ہم دونوں فریق کی گفتگو ہوئی۔ جس کے فیصلے میں ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہ تو علم ودیانت اور ایمان کی نشانی ہے کہ اگر کسی عالم سے مسائل میں کچھ غلطی ہو جائے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیق کر کے اپنی غلطی سے رجوع کر لے، نہ کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے۔ غلطی پر اصرار کرنا اور اڑے رہنا تو جہالت اور بددیانتی ہے اور ساتھ ہی ڈپٹی کمشنر صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ جب ایک شخص غلطی سے رجوع کر کے حق کا اعلان کرتا ہے تو اس کے متعلق یا اس کے اکابر کے متعلق کسی قسم کا اشتہار شائع کرنا سخت بددیانتی ہے۔ لہٰذا دونوں فریق ایک تحریر کر دو کہ کوئی بھی کسی فریق یا اس کے اکابر کے متعلق کوئی نیا یا پرانا اشتہار شائع نہ کرے گا۔ کیونکہ اس سے عوام میں فساد اور دھڑے بندی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے مطابق ان کے روبرو دونوں فریق نے ایک متفقہ تحریر کر دی جو اصل دستخطی ہمارے پاس موجود ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف کرو، کیا اس فیصلہ اور متفقہ معاہدہ کے بعد بھی وہ فریب دہ، گمراہ کن، جھگڑے باز اشتہار شائع کرنا جائز تھا؟ کیا یہ صریح عہد شکنی نہیں ہے؟ اس تحریر کے بعد جب تک ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات میں تشریف فرما رہے تب تک تو اس اشتہار کا نام ونشان نہ دیکھا لیکن جب صاحب موصوف کا تبادلہ ہو گیا، تو مفتی صاحب اور ان کے حواریوں نے مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے اشتہار کی مہم پھر تیز کر دی اور گڑا ہوا پرانہ مردہ اکھاڑ لائے۔ کاش مفتی صاحب اپنے عہد پر قائم رہتے بلکہ غلط مسائل سے رجوع کر کے اعلان حق کر کے اپنی عاقبت درست کرتے لیکن قرآن کے فرمان: وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا اور وَمَا هَذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ کی شکم پرست مفتیوں اور باطل پرست پیروں کو کیا ضرورت، انہیں تو بدعات کے ذریعہ اپنی آمدنی کی غرض ہے غلطی سے رجوع کر لیں تو وقار اور آمدنی برباد ہوتی ہے۔ عاقبت کی کیا پرواہ، درست ہو یا تباہ، یہ مفتی احمد یار خان صاحب تو خیر سے وہی حضرت ہیں جنہوں نے ایک نہایت فحش اور سخت بدترین فتویٰ دیا ہوا ہے کہ: ''قرآن وحدیث میں عورت سے اغلام (غیر شرعی راستہ دبر کی طرف سے) کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔'' معاذاللہ استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الاباللہ! شرم، شرم، شرم، جھگڑے والے اشتہارات کے مسائل پر یقین رکھنے والوں کو ان کے مفتی صاحب کا یہ پاکیزہ فتویٰ بھی مبارک ہو، مفتی صاحب کا دستخطی بامہر یہ گندہ اور بیہودہ فتویٰ بھی میرے پاس موجود ہے۔ میں نے اس ناپاک فتویٰ سے رجوع کے متعلق بھی مفتی صاحب کو کئی بار عرض کی، لیکن انہوں نے اس گندے، فحش اور صریح غلط فتوے سے رجوع نہ کیا۔ ضد پر اڑے رہے، اب تک اڑے ہوئے ہیں۔ یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کا علم۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی، بھلا جو مفتی، پیر اور ملا پیٹ کی خاطر خدا پاک کے کلام پاک کے معنی میں عمداً خیانت کرنے سے باز نہ آئیں ان سے کب توقع کی جا سکتی ہے کہ اپنی غلطی سے رجوع کر لیں۔

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اہل ایمان

کا یہ شیوہ بیان فرماتے ہیں: وَلَمْ یُصِرُّوا عَلٰی مَا فَعَلُوا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ مؤمن اپنی غلطی پر جان کر اڑے نہیں رہتے بلکہ تائب ہو کر حق کی پیروی کرتے ہیں۔لیکن جنہیں دین وایمان کی بجائے پیٹ زیادہ پیارا ہوا نہیں آگ میں کودنا آسان ہے مگر باطل سے حق کی طرف لوٹنا ہزار مشکل۔ فما اصبرھم علی النار مفتی صاحب بھلا حق کو کیسے قبول کریں، اگر ان کو حق کی ضرورت ہوتی تو ڈپٹی کمشنر صاحب موصوف کے روبرو مسئلہ نذرومنت سے متعلق ہم دونوں فریق کی جو فیصلہ کن تحریر لکھی گئی تھی اس کو شائع کردیتے۔اس تحریر میں میرے اور مفتی صاحب کے تصدیقی دستخط سے اس بات کا صاف اقرار کیا گیا ہے کہ نذرومنت عبادت ہے۔

لہٰذا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام ہونی چاہئے، ثواب تمام مؤمنین صالحین کو بخشا جائز ہے اور نذرومنت صدقہ واجبہ ہے یہ صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے، کسی غنی کو اس کا کھانا حرام ہے۔ کاش کہ مفتی صاحب حق پرست ہوتے تو اپنی اس تحریر کا اعلان کرتے لیکن انہیں معلوم تھا کہ وہ عوام سے نذرومنت اور گیارھویں کے چڑھاوے سمیٹ لیتے ہیں، حالانکہ خدا کے نام کی نذرومنت مسکینوں اور محتاجوں کا حق ہے جس کو مفتی صاحب غنی ہونے کے باوجود خود ہضم کر جاتے ہیں۔آفرین صد آفرین۔مفتی بن کر پیر اور درویش بن کر سادہ لوح قوم کے مال وایمان پر خوب ڈاکہ ڈالو۔اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے:

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

یہ پیٹ ہی کی ساری شامت ہے کہ حق کو چھپایا جائے اور باطل کی اشاعت کی جائے۔قرآن حکیم نے اسی لئے یہود کے بعض پیروں اور مفتیوں کے متعلق فرمایا ہے: وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ جان بوجھ کر حق کو چھپانا اور باطل طریق سے لوگوں کا مال کھانا کس فریب اور کتنا بڑا ظلم ہے۔یا اللہ تیری پناہ، مفتی صاحب! خدا سے ڈریئے، اپنے جھگڑے والے اشتہار کے مسائل خور ونوش سے توبہ کیجئے۔انسان سے آخر غلطی ہو ہی جاتی ہے۔اگر آپ ان مسائل کو غلط نہیں سمجھتے تو ان کی سند جواز قرآن وسنت پیش کیجئے۔فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ مفتی صاحب! کیا آپ کے سامنے سلف صالحین کا اسوہ حسنہ موجود نہیں، کتب احادیث وسیر، تاریخ وادب اور کتب فقہ میں صاف صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے، حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ ودیگر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے علماء ربانیین نے اپنے کتنے ہی فیصلوں اور فتاوٰی سے رجوع فرمالیا۔حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق تو تمام اہل علم جانتے ہیں کہ گھوڑے کی حرمت کے فتویٰ سے اپنی وفات سے چند روز قبل رجوع فرمالیا۔یہ تمام اکابر امت آج کل کے جھوٹے رہنماؤں کی طرح جاہ پرست اور شکم پرست نہیں تھے، بلکہ خدا خوف تھے، حق پرست تھے۔حق کی تحقیق فرماتے تھے، حق کی اشاعت کرتے تھے اور حق کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ایثار کر گزرتے تھے۔ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں اور کروڑوں رحمتیں ہوں۔ہمارے لئے حق پرستی کے بہترین علمی و عملی نمونے چھوڑ گئے، ہمارا فرض راہ حق میں ان کی روش اختیار کرتے ہوئے صاف صاف اعلان حق کرے، لہٰذا اے پیران عظام، مفتیان فخام، علماء کرام اور میرے برادران اسلام! آپ سب گواہ رہو کہ میں نے پہلے بھی زبانی اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہوئے کھلے اجلاس میں حق کا اعلان کردیا تھا، آج پھر بذریعہ اشتہار ہذا صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ فریب دہ، گمراہ کن اشتہار ''جھگڑے کا خاتمہ'' میں تمام وہ مسائل جن کو جائز لکھا گیا ہے (سوائے

گنبد رسول اللہ ﷺ) بعض ناجائز، بعض حرام، بعض مکروہ اور سب کے سب بدعات سیئہ ہیں۔ میں اس اعلان حق پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں۔ و کفی باللہ شہیدا! اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شرک و بدعت سے محفوظ رکھے۔

ضروری نوٹ: جھگڑے والا اشتہار شائع کر کے مفتی صاحب نے عہد شکنی کی، روکنے پر بھی باز نہیں آئے، مجبوراً اس کے جواب میں مجھے یہ اعلان کرنا پڑا، اس کے بعد آئندہ پھر اگر ان کی یا ان کے حواریوں کی طرف سے میرے متعلق کوئی اشتہار بازی کی گئی تو اس کے جواب میں مجھے مفتیوں، پیروں، صاحبزادوں کے تقدس اور پاک اسرار رموز کا پردہ چاک کرنا پڑے گا جس کا ثبوت ہمارے پاس ذکور واناث کی اصل تحریروں اور ان کی تصویروں کی شکل میں موجود ہے۔ لہٰذا مؤدبانہ عرض ہے آئندہ ہمارے بارے میں کسی قسم کے غلط مسائل شائع نہ کئے جائیں ورنہ ہم مجبور ہوں گے کہ مخلوق خدا کے سامنے آپ کی شکل وصورت سے نقاب کشائی کریں اور اس قصہ کے ذمہ دار خود آپ ہوں گے۔ اخیر میں برادران اسلام کی خدمت میں نہایت دردمندانہ درخواست ہے کہ خدا کے لئے آپ قرآن حکیم کا ترجمہ اور سیرت النبی ﷺ کا ضرور بالضرور مطالعہ کریں، تا کہ حق و باطل میں آپ خود تمیز کر کے شاہراہ علم وعمل اختیار کر سکیں۔ وما علینا الا البلاغ! المشتہر: سید عنایت اللہ شاہ بخاری، خطیب الجامع گجرات

(اختتام اشتہار اعلان حق)

شاہ صاحب نے یہ اعلان حق تو شائع کر دیا وہ بھی پندرہ سال کے بعد مگر اُس بات چیت کے بعد پندرہ سال تک پھر اعلان حق کے بعد مرتے دم تک مفتی احمد یار کو مخاطب نہیں کیا جب کہ مفتی احمد یار دوسرا احمد رضا تھا بلکہ اس سے بھی چند ہاتھ آگے، مفتی احمد یار کی دیگر کتابوں کو چھوڑیے صرف ''جاء الحق'' کو ہی دیکھ لیجئے، شرک و بدعت اور دیگر رسومات کی تائید میں بہترین کتاب ہے۔ علمائے دیوبند کی تکفیر بھی اس میں موجود ہے اور شاہ صاحب کے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں والوں پر بھی اعتراضات موجود ہیں۔

(دیکھیے جاء الحق ص ۱۴۷ مسئلہ نمبر ۴ ص ۲۰۴ مسئلہ نمبر ۱۴)

مگر شاہ صاحب کی غیرت ایمانی کہاں گئی تھی؟! ہمارے استاذ محترم مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کو تو شاہ صاحب بقول مماتیوں کے ساری زندگی مناظرہ کا چیلنج کرتے رہے، مگر خود ایک بدعتی اور مشرک سے بات نہ کر سکے۔ شاہ صاحب کو معلوم تھا کہ مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ مناظرہ نہیں کرتے، اس لئے خاص ان کا نام لے کر چیلنج کرتے تھے۔ (تفصیل آگے آتی ہے) مفتی احمد یار خان کی تقریباً تمام کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں، شاید ہی ایسی کوئی کتاب ہو جس میں علمائے دیوبند کے خلاف نہ لکھا ہو۔ مفتی احمد یار کے بعد اس کا بیٹا مفتی اقتدار احمد خان نعیمی گجرات ہی میں اپنے باپ کا جانشین رہا، مگر شاہ صاحب نے کبھی بھی کسی تقریر میں اسے مخاطب نہیں کیا۔ اگر کوئی ثبوت ہو تو منظر عام پر لایا جائے۔ جو آدمی مناظر ہو وہ کبھی بھی خاموش نہیں رہ سکتا۔ پھر ایسے شخص کے مقابل میں جو شرک و بدعت کا سب سے بڑا ترجمان ہو اور شاہ صاحب کے بزرگوں کو کافر بھی کہتا ہو۔

دوسرے غیر مقلدین کے مشہور عالم دین مولانا عنایت اثری بھی گجرات میں موجود تھے، ان کی گمراہی اور انکار معجزات میں شہرت تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ پیدا ہونے کے سخت منکر تھے، اس کے علاوہ اور بہت سی خرابیاں ان میں موجود تھیں مگر ہمارے علم میں نہیں کہ شاہ صاحب نے کبھی بھی ان کو مناظرہ کا یا ''بات چیت'' کا چیلنج کیا ہو۔

یہ تو اپنے شہر گجرات کی بات تھی دوسری جگہ کی بھی سن لیں۔ اگر شاہ صاحب نے مناظرے کئے ہوتے تو وہ موجود تو ہوتے یا جس طرح ''افادات بخاری'' کے نام سے کچھ نہ کچھ شائع کر ہی دیا ہے، کوئی مناظرہ بھی شائع کرتے، شاہ صاحب کا تو اپنا ماہنامہ بھی موجود تھا ''نغمہ توحید،، اس میں قسط وار شائع فرماتے۔ جس طرح:

☆...... مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا منظور احمد چینوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا محمد یوسف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے

☆...... مولانا علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے شائع ہو چکے ہیں۔

ہماری تحقیق کے مطابق شاہ صاحب کے متعلق کہنا کہ وہ بہت بڑے مناظر تھے بالکل جھوٹ ہے۔

مگر سوانح نگار لکھتا ہے: ''شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کافی عرصہ اس میدان میں بھی خدمات سرانجام دیں اور تمام باطل فرقوں سے رضائے الٰہی اور اظہارِ حق کے لئے متعدد مرتبہ مناظرے کئے، ہر مقام پر بحمدہ تعالیٰ سامنے آنے والے خائب وخاسر اور ناکام ونامراد ہو کر ذلیل وخوار اور شرمسار ہوئے اور شاہ صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قدرت نے فتح وکامیابی سے ہمکنار فرمایا۔'' (سوانح حیات ص ۸۲، ۸۳)

قارئین کرام! اصل حقائق کیا ہیں؟ وہ آپ نے ملاحظہ فرمالئے ہیں۔

سوانح نگار لکھتا ہے: ''اس لئے ہم تمام مناظروں کی روئیداد شائع کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہیں، البتہ چند مقامات کا تذکرہ واقعات میں چونکہ ضمناً آ گیا ہے اس لئے ان کا یہاں تحریر کردینا قارئین کرام کے لئے ضیافت طبع کا باعث بننے سے ان شاء اللہ العزیز خالی نہ ہوگا۔'' (سوانح حیات ص ۸۴)

شاہ صاحب کی یہ سوانح شائع ہوئے آج تقریباً ۴۹ یا ۵۰ سال ہو چکے ہیں کیونکہ طبع اوّل ۱۰ رمضان ۱۳۸۴ھ میں شائع ہوئی تھی، ابھی تک مناظروں کی وہ روئیداد شائع نہ ہو سکی۔ خدا جانے کب وہ وقت آئے گا؟!

واقعات کے ضمن میں جن مناظرانہ واقعات کو سوانح نگار نے نقل کیا ہے، وہ قارئین کرام آپ خود ملاحظہ فرمالیں تاکہ حقیقت سامنے آجائے۔

شاہ صاحب کے واقعات

علامہ عنایت اللہ گجراتی خطیب جامع منڈی بہاؤالدین جو مودودی بھی تھے اور مماتی بھی، سید عنایت اللہ

شاہ بخاری کے مرید تھے۔ انہوں نے اپنے پیر کے زندگی کے حالات لکھے ہیں: ''سوانح حیات سید عنایت اللہ شاہ بخاری'' کے نام سے۔ یہ شاہ صاحب کی سب سے پہلی سوانح عمری ہے جو ان کی زندگی میں شائع ہوئی اس کی اشاعت کے بعد کئی سال شاہ صاحب حیات رہے۔

اس کتاب کے صفحہ ۸۸ سے لے کر صفحہ ۱۳۰ تک شاہ صاحب کے تقریباً چالیس واقعات لکھے ہیں۔ مگر بہت سے واقعات شاہ صاحب کی زندگی کے ایسے ہیں جو انہوں نے نقل کرنے مناسب نہیں سمجھے۔ ان میں سے بعض واقعات ہم یہاں پر بغیر ترتیب زمانہ کے نقل کرتے ہیں۔

اہل حدیث کذاب ہیں

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ناصح مشفق مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ماہنامہ تعلیم القرآن دسمبر ۶۵ء (اس سے مراد ۱۹۶۵ء ہے: از ناقل) کی اشاعت میں مندرجہ ذیل نوٹ لکھا ہے: ''ایک غلط بات کا لازمی نتیجہ'' پچھلے دنوں ہفت روزہ ترجمان اسلام میں حضرت مولانا سید عنایت اللہ صاحب بخاری کی سکھر میں ایک تقریر کا غلط اقتباس شر انگیز تبصرہ شائع ہوا ہے، جسے پڑھ کر سکھر کے لوگوں نے غم وغصہ کا اظہار کیا۔ سکھر کے لوگوں کو بہت رنج ہوا کہ حقیقت کو کس قدر مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ ترجمان اسلام کے حلقہ ارادت کا دفتر جو الگ مسجد کے حجرہ میں قائم تھا، لوگوں نے اٹھوا دیا اور دفتر کا سامان نکال کر باہر پھینک دیا۔ ترجمان اسلام کی پالیسی ہماری جماعت کے بارہ میں افسوس ناک حد تک متعصبانہ ہے جس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ سکھر میں جمعیت علماء اسلام یا تحفظ ختم نبوت کو جو نقصان پہنچا اس کی تمام تر ذمہ داری ترجمان اسلام کی غلط روش پر عائد ہے۔ (احقر شہاب الدین، خطیب جامع مسجد اللہ والی، بندر روڈ سکھر)

(مولانا غلام غوث ہزاروی نے یہاں تک شہاب الدین مماتی کی بات نقل کی ہے، پھر آگے اس کا جواب دیا ہے: از ناقل)

اس مضمون کو آپ جتنی بار پڑھیں گے اتنا ہی آپ کو زیادہ واضح ہوتا جائے گا کہ ترجمانِ اسلام: جمعیت علماء اسلام اور تحفظ ختم نبوت سے اس ''احقر شہاب الدین'' کو کتنا بغض ہے اور جس اپنی جماعت کا یہ ذکر رہے ہیں اس شر ذمہ قلیلہ کے تمام افراد کو باستثناء معدودے چند، اس بغض وحسد کا شرف حاصل ہے۔ ''احقر شہاب الدین'' ناصح مشفق بن کر فرماتے ہیں کہ ترجمان اسلام کی پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور موجودہ غلط پالیسی سے جمعیت اور تحفظ ختم نبوت کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ آپ کی اس مشفقانہ نصیحت کا شکریہ ہے مگر معاف کیجئے کیچڑ اچھال کر نصیحت نہیں کیا کرتے۔ ترجمان اسلام نے تو اب تک یہ بھی نہیں لکھا کہ علماء دیوبند اور مرکزیت دیوبند اور مسلک دیوبند کو جتنا نقصان آپ کی جماعت سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے، اس کی تلافی مشکل ہے اور نہ ہم اب اس بحث میں پڑنا چاہتے ہیں۔ آپ چند مودودیوں یا اپنے مریدوں کی بات کو سکھر کے لوگوں کی طرف منسوب کر کے دھوکہ نہ دیں۔ ترجمان اسلام کا قصور۔ ترجمان اسلام کا بڑا قصور جس سے آپ کے شکم مبارک میں مروڑ اٹھا ہے یہ ہے کہ اس نے یہ سچی بات نقل کر دی کہ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی نے سکھر میں کہا کہ اہل حدیث کذاب ہیں۔ کیا یہ بات غلط ہے؟ کیا سکھر میں داعی اور مدعو حضرات کی میٹنگ میں شاہ صاحب موصوف نے نہیں فرمایا تھا کہ میں جلسہ میں رفع الیدین کی تردید

نہیں کروں گا، البتہ اہل حدیث کو کذاب کہوں گا۔ کیا پھر جلسہ میں شاہ صاحب نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا؟ کیا ریل میں شاہ صاحب (نے) سنن بیہقی کا حوالہ دے کر یہ نہیں کہا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں۔ انہوں نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کی نماز وفات شریف تک اسی طرح تھی، حالانکہ بیہقی میں یہ روایت نہیں ہے اور کیا مولانا غلام اللہ خان نے نہیں فرمایا تھا کہ اہل حدیث کذاب ہیں؟ انہوں نے غنیۃ الطالبین چھاپی اور اس میں آٹھ تراویح کی غلط روایت درج کر دی۔ اگر ان حضرات کا کذاب کہنا جرم نہیں ہے تو اس کا نقل کرنا کیوں جرم ہے؟

ہم نے دیانتداری سے یہ نقل کیا تھا کہ تحت الحدیث اور اجتہادی مسائل میں ایک دوسرے کو کذاب کہنا درست نہیں ہے اور نہ آج کل کے ملی واجتماعی تقاضے اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اگر شاہ صاحب ہمارے پاس لکھ بھیجیں کہ میں نے اہل حدیث کو کذاب نہیں کہا تھا تو ترجمان اسلام خوشی سے اس کو شائع کر کے گزشتہ اشاعت کی تردید کر دے گا۔ احقر شہاب الدین صاحب جمعیت کو نقصان پہنچنے کا غم نہ کھائیں۔ جمعیت علماء اسلام علماء حق کی جماعت ہے اور ترجمان اسلام کا نصب العین دین حق کی خدمت ہے، چاہے کوئی راضی ہو یا ناراض۔ وہ چند ملحد وگمراہ مودودیوں یا مودودیت گزیدہ افراد کے پیچ وتاب کھانے سے کمزور نہیں ہوتی۔ ہم حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں، عذاب قبر کے قائل ہیں، وسیلہ کے قائل ہیں، حضور ﷺ کے درود وسلام سننے اور اس کا جواب دینے کے قائل ہیں، اکابر علماء دیوبند کے مسلک سے وابستہ ہیں جو مسلک اہل سنت کے مطابق ہے اور باوجود اس کے دوسروں کو کذاب (مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کی اس بات سے ہم متفق نہیں ہیں، یہ ملکی سیاست کے اعتبار سے ان کا اپنا خیال ہے۔ از ناقل) نہیں کہتے، بلکہ تحفظ اصول دین کے لئے باہمی تعاون کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آئندہ ضرورت محسوس ہوئی تو ''ترجمان اسلام'' شہاب الدین کی جماعت کا نام اور اس سے اختلاف کے اسباب پر مفصل بحث کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ وتبارک۔ (ترجمان اسلام ص ۵، مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۶۵ء، مطابق ۳۰ شعبان ۱۳۸۵ھ)

اہل حدیث ''اہل حق'' ہیں

شاہ صاحب کی ایک تحریر ہے جو آپ نے کسی شخص کو لکھ کر دی تھی، وہ غیر مقلد عالم مولانا خالد گھر جاکھی بن مولانا مستری نور حسین گھر جاکھی گوجرانوالہ شاگرد مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد نے اپنی جماعت کی تبلیغی رپورٹ میں شائع کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اور اہل حدیث سب کو باوجود فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتا ہوں اور خود حنفی ہوں۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کو برحق جانتا ہوں۔ عنایت اللہ، مسجد جامع گجرات، ۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ، ۱۳ فروری ۱۹۶۹ء۔

(اسلام کی امانت سینوں میں ہے ہمارے مع تبلیغی رپوٹ ماہ جولائی ۱۹۸۲ء، ص ۲۰)

شاہ صاحب کی اصل تحریر کا عکس ملاحظہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم
۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ
۱۳ اکتوبر ۱۹۷۹ء
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

حنفی ۔ مالکی ۔ شافعی ۔ حنبلی اور اہل حدیث مسلکوں باوجود فروعی اختلاف کے مسلمان اہل سنت اہل حق سمجھتا ہوں اور خود حنفی ہوں ۔ ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ رح حضرت امام مالک رح حضرت امام شافعی رح حضرت امام احمد حنبل رح رحمہم اللہ تعالیٰ کو برحق جانتا ہوں ۔ سید احمد سعید کاظمی
سید احمد گجرات

تبصرہ: شاہ صاحب کی ان دونوں باتوں میں تضاد پایا جاتا ہے کہ پہلے اہل حدیثوں کو ’’کذاب‘‘ کہا اور اب ’’اہل حق‘‘ گردانا ہے۔

رسم قل میں شرکت

اخبار جنگ راولپنڈی ۴ ستمبر ۱۹۸۱ء میں ہے: ’’شیخ الحدیث سید احمد شاہ کی رسم قل میں ممتاز علماء کی شرکت۔

گجرات ۳ ستمبر (نمائندہ جنگ) یہاں مسجد حاجی پیر بخش میں شیخ الحدیث الحاج سید احمد شاہ کی رسم قل نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ منائی گئی۔ ملک کے نامور علماء کرام اور مشائخ عظام اور سیاسی و مذہبی حلقوں نے ان کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کیا اور حاجی صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الحدیث ایک بلند پایہ عالم دین اور روحانی پیشوا تھے، ان کی ساری عمر تبلیغ میں گزری، پنجاب بھر کے ہزاروں فرزندان توحید کے علاوہ دیگر مکاتب فکر کے لوگوں نے بھی رسم قل میں شرکت کی اور ان کے لئے دعاء مغفرت کی۔ ان افراد میں مفتی محمد حسین نعیمی لاہور، اسلامی مشاورتی کونسل کے ممبر محمود احمد رضوی، جماعت اہل سنت کے ناظم حاجی فضل کریم، دیوبندی فکر کے ممتاز عالم دین سید عنایت اللہ شاہ بخاری، چوہدری فضل الٰہی سابق صدر پاکستان، علامہ محمد یعقوب اور دیگر افراد شامل ہیں۔

شیعوں کے جلسے یوم علی رضی اللہ عنہ میں شرکت

حضرت شاہ صاحب نے انجمن سادات ضلع گجرات کے زیر اہتمام یوم علی پر منعقد ہونے والے جلسہ میں شرکت کر کے خطاب فرمایا۔ دیکھئے جنگ اخبار راولپنڈی، ۵ ستمبر ۱۹۷۵ء۔ یہ یاد رہے کہ اس انجمن سادات کا بانی ٹیکسلا کا ایک رافضی ریاض حسین تھا، جس کے حکم کے تحت یہ یوم علی کا جلسہ منعقد کیا جا رہا تھا۔

(جنگ اخبار کی فوٹو جس میں شاہ صاحب یوم علی کے جلسہ سے خطاب فرما رہے ہیں: از ناقل)



پانچواں واقعہ

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانولہ میں جلسہ سے خطاب، حیات النبی ﷺ اور سماع النبی ﷺ کا اقرار۔

(یہ اختلاف سے پہلے کا واقعہ ہے: از ناقل)

آپ نے مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے جلسہ میں بریلویوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ درود وسلام (الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ، الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ) روضہ اطہر پر پڑھا جاتا ہے جہاں نبی اکرم ﷺ اس کا سماع خود فرماتے ہیں۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے اپنے اس عقیدہ کی تائید میں مشہور حدیث پڑھی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں۔"

(اور اس بات کے عینی گواہ آج بھی موجود ہیں ان سے پوچھا جا سکتا ہے۔ از ناقل)

شاہ صاحب اور حیات النبی ﷺ کا انکار

مولانا حبیب اللہ ڈیروی ایک عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

''خیر المدارس کے واقعہ کی تفصیل''

خیر المدارس کے سالانہ جلسہ پر حضرت شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں حیات دنیویہ کا انکار کیا اور اس کی تردید کی جس کی بناء پر مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت شاہ صاحب کے درمیان اس مسئلہ میں تلخ کلامی ہوئی حتی کہ حضرت شاہ صاحب نے پوری قوت سے ایک زناٹے دار تھپڑ حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے منہ پر رسید کیا لیکن حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب کو مہمان ہونے کی وجہ سے معاف کر دیا۔ حضرت جالندھری کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ باوجود قدرت انتقام کے معاف کر دیا۔

دوسری طرف حضرت شاہ صاحب نے اخلاق سے گری ہوئی کاروائی کا مظاہرہ کیا کیونکہ مسائل میں بحث

کے وقت فریق مخالف کو دلائل سے خاموش کرایا جاتا ہے نہ کہ لڑائی کے ذریعہ سے، بلکہ لڑنا شکست خوردہ ہونے کی دلیل وعلامت سمجھا جاتا ہے۔ نیز حضرت شاہ صاحب نے نبی اکرم ﷺ کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: إذا قاتل أحدكم أخاه فليجتنب الوجه فإن الله خلق آدم على صورته۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۷)

کہ جب تم سے کوئی ایک اپنے بھائی سے لڑائی کرے، تو چہرہ پر مارنے سے بچے کیونکہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کا چہرہ اسی شخص کے چہرے کے مشابہ بنایا ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب جب غصہ میں آتے ہیں تو شرعی آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے۔

بہرحال حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ میں حیات دنیویہ کا قائل نہیں ہوں جب کہ مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی جالندھری فرماتے تھے کہ حیات دنیوی کا عقیدہ رکھنا چاہئے، کیونکہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا عقیدہ یہی تھا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ: ''حضرت نانوتوی کا یہ تفرد ہے، اس لئے وہ اپنے اس عقیدہ کے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے، فلہذا دوسرے اکابر علماء دیوبند کا جو عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں ہے وہ حیات برزخیہ کا ہے، اس لئے میں حیات برزخیہ کا قائل ہوں۔''

(ضرب المھند از مولانا حبیب اللہ ڈیروی ص ۳۸ تا ۴۰)

شاہ صاحب کی وفات

سوانح نگار نے ص ۱۴۰ پر ''سانحہ ارتحال'' کا عنوان قائم کیا ہے اور یہ نہیں بتایا کہ شاہ صاحب نے کس دن، کس تاریخ کو وفات پائی؟ اس وقت کتنی عمر تھی؟ وغیرہ وغیرہ!

شاہ صاحب کے جنازہ میں

جو لوگ شاہ صاحب کے جنازہ میں شریک تھے وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ شاہ صاحب کا جنازہ جب گھر سے اٹھا اور نماز جنازہ پڑھانے کی جگہ لے جایا جا رہا تھا تو جی ٹی روڈ پر شاہ صاحب کے عقیدت مند نعرے لگا رہے تھے: ''مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے'' اور دوسرا نعرہ لگا رہے تھے: ''بخاری تیرا مشن جاری رہے گا''، بعض کہہ رہے تھے: ''پیر بخاری تیرا مشن جاری رہے گا'' پھر تھوڑی دیر بعد کہہ دیتے: ''مردے نہیں سنتے، مردے نہیں سنتے۔'' یہ سب کچھ شاہ صاحب کی میت کے پاس یعنی چارپائی اٹھانے والے کہہ رہے تھے، جو شخص ساری زندگی کہتا رہا کہ مردے نہیں سنتے، یہ عقیدت منداس کو سنا رہے تھے۔ بریلویوں کو تو کہا جاتا ہے کہ: ''کلمہ شہادت...... کلمہ شہادت'' کہنا بدعت ہے، جنازہ خاموشی سے لے جانا چاہئے مگر خود جو چاہیں کریں اس کے باوجود بھی اشاعت التوحید والسنۃ!!

قارئین کرام! ہم نے شاہ صاحب کی سوانح حیات کے مطابق شاہ صاحب کا مختصر سا تعارف پیش کردیا ہے۔ سوانح نگار نے شاہ صاحب کی گھریلو زندگی کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے، اس لئے ہم بھی کچھ لکھنے سے معذور ہیں۔ سوانح نگار کو بتانا چاہئے تھا کہ شاہ صاحب نے پہلی شادی کب فرمائی، دوسری شادی کب کی، اولاد کتنی ہے؟ وغیرہ۔ ہمیں تو صرف مولانا سید ضیاء اللہ شاہ صاحب بخاری ہی کا علم ہے۔ شاہ صاحب اپنے اس بیٹے سے کافی عرصہ ناراض رہے لیکن سوانح نگار نے اس کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ یہ بتایا کہ ناراضگی کی وجہ کیا تھی؟

شاہ صاحب اور جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ

قارئین! ہم پہلے یہاں پر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں کہ وہ کیسے بنی اور اس کے کیا مقاصد تھے؟ ہمارے استاذ محترم امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ بھی اس کے رکن رہے ہیں۔

میاں محمد الیاس لکھتے ہیں: ''۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد اس ملک میں قادیانی جماعت کا اثر ونفوذ بہت بڑھ گیا تھا اور خدشہ تھا کہ ملک کہیں قادیانی سٹیٹ نہ بن جائے۔ اس کے ازالے کے لئے مجلس احرار اسلام نے دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک چلائی جس کی پاداش میں مجلس احرار اسلام کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا، جس سے علماء کا شیرازہ بکھر گیا اور علماء نے اپنے اپنے ذوق اور مزاج کے مطابق دوسری راہیں اختیار کیں، مثلاً سیاسی ذوق کے حامل اور سیاسی جدوجہد کرنے والے علماء جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہوگئے، ردشیعیت میں دلچسپی رکھنے والے حضرات تنظیم اہل سنت میں شامل ہوگے، تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے ذوق کے حامل علماء نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں مجلس تحفظ ختم نبوت تشکیل دی۔

حضرت مولانا حسین علی کے تلامذہ دعوت توحید وسنت اور رد شرک وبدعات کا ذوق رکھتے تھے، ان حضرات نے نومبر ۱۹۵۷ء میں عارف باللہ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب (قلعہ دیدار سنگھ) کی امارت میں جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی تشکیل وتاسیس کی تو حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو اس جماعت کا مرکزی نائب امیر بنایا گیا اور ۱۹۶۲ء میں حضرت قاضی نور محمد صاحب کے انتقال کے بعد امیر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ مقرر ہوئے اور تقریباً ربع صدی تک بطور امیر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ ذمہ داری نبھائی۔ (سوانح حیات ص۹ پیش لفظ)

چمنستان اشاعت التوحید والسنۃ ص۹۰، ۹۱ میں ہے: ''۱۹۵۷ء میں مولانا حسین علی کے تلامذہ و متعلقین نے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی، تو آپ کو نائب امیر مرکزیہ مقرر کیا گیا۔ ۱۹۶۲ء امیر جمعیت مولانا قاضی نور محمد کی وفات کے بعد مرکزی امیر مقرر ہوئے اور ۱۹۸۵ء تک اس منصب پر فائز رہے اور اس وقت سے وفات تک اس جماعت کے اعزازی سربراہ اور سرپرست رہے ہیں۔''

مولانا محمد ایاز لکھتے ہیں: ''<u>ایک نئی جماعت کی ضرورت:</u> چونکہ دیگر دینی پلیٹ فارمز کے ذریعے توحید وسنت کے بے جھجک بیان اور اس کے احیاء میں مصلحتوں کی ہرزہ سائی) اصل کتاب میں ہرزہ سرائی کے بجائے ہرزہ سائی ہی لکھا ہے۔ از ناقل (اور مداھنت کے باعث رکاوٹیں پیش آرہی تھیں، اس لئے اشاعۃ التوحید والسنۃ کے نام سے ایک نئی جماعت اور تنظیم کی بنیاد ڈال دی گئی۔'' (اشاعۃ التوحید والسنۃ؛ تعارف تاریخ اور مقاصد ص۲۱)

مفتی محمد ایاز مزید لکھتے ہیں: ''جو لوگ اس کے پہلے تاسیسی اجلاس میں شریک ہوئے ان میں

☆...... شیخ المحدثین مولانا نصیر الدین غورغشتوی خلیفہ مجاز مولانا حسین علی

☆...... شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن بہبودی خلیفہ اعظم حضرت تھانوی

☆...... استاذ العلماء مولانا ولی اللہ انہی والے خلیفہ مجاز حضرت شاہ حسین علی

☆...... شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین خلیفہ مجاز حضرت واں بھچرانوی

☆ ...... شیخ التفسیر مولانا قاضی نور محمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت واں بھچرانوی
☆ ...... خطیب الاسلام مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری خلیفہ مجاز حضرت شاہ حسین علی واں بھچرانوی
☆ ...... حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب آف بوچھال
☆ ...... حضرت مولانا عبدالواحد صاحب گوجرانوالہ
☆ ...... مولانا عرفان صاحب مانسہروی
☆ ...... مولانا سید نذر شاہ گجراتی
☆ ...... شیخ القرآن مولانا محمد طاہر خان سرحدی پنج پیری خلیفہ مجاز مولانا شاہ حسین علی
☆ ...... مولانا محمد سرفراز خان صفدر شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
☆ ...... مولانا خدا بخش صاحب سجادہ نشین حضرو شریف
☆ ...... مولانا صاحبزادہ محمد صادق صاحب فرزند حضرت شاہ حسین علی واں بھچرانوی
☆ ...... مولانا سید ابو احمد سجاد بخاری مرید حضرت واں بھچرانوی
☆ ...... اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان شاگرد مرید خاص جانشین خلیفہ مجاز حضرت شاہ حسین علی واں بھچرانوی

جیسے جید علماء کرام رحمہم اللہ شامل ہیں۔ (اشاعت التوحید والسنت؛ تعارف، تاریخ اور مقاصد ص ۲۳)

جمعیت کا دستور بنانی والی کمیٹی

مفتی محمد ایاز لکھتے ہیں: ''مولانا غلام اللہ خان، مولانا قاضی نور محمد، مولانا قاضی شمس الدین، مولانا عبدالستار، مولانا محمد طاہر پنج پیری، مولانا سرفراز خان صفدر اور مولانا نور احمد یزدانی نے جماعت کا دستور رقم کیا اور بالآخر مجلس عاملہ نے اس دستور کو منظور کر لیا۔ پہلی جماعت کی ہیئت ترکیبی کچھ اس طرح سے تھی:

(الف) سرپرست

☆ ...... استاذ العلماء مولانا ولی اللہ (المعروف انہی بابا) میانوال ضلع گجرات
☆ ...... صاحبزادہ مولانا محمد صادق (واں بھچراں ضلع میانوالی)
☆ ...... شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی (ضلع کیمبل پور)
☆ ...... حضرت مولانا شیخ الحدیث سلطان محمود (کھیالہ شیخاں)

(ب) امیر

☆ ...... حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب مدرسہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ

(ت) نائب امیر

☆ ...... حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجرات (مرکزی)
☆ ...... حضرت مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ (نائب امیر برائے صوبہ پنجاب)
☆ ...... شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیر (نائب امیر برائے صوبہ سرحد)

☆...... حضرت مولانا عبدالرؤف حیدرآباد (نائب امیر برائے صوبہ سندھ)
☆...... حضرت مولانا عرض محمد کوئٹہ (نائب امیر برائے صوبہ بلوچستان)

(ث) ناظم اعلیٰ

☆...... شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان (مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی)

(ج) نائب ناظم

☆...... مولوی محمد یوسف خان (راولپنڈی)

(ہ) خازن

☆...... حاجی فیروزالدین (راولپنڈی)'' (اشاعت التوحید والسنت تعارف ص ۲۳، ۲۴)

مفتی محمد ایاز لکھتے ہیں: ''تبلیغ توحید و اشاعت سنت کی داعی جماعت کے اغراض و مقاصد اور جماعت سے وابستہ علماء و صوفیاء، محدثین و مفسرین، علماء و اولیاء کا عقیدہ و مسلک اس مذہبی جماعت کے قیام کا اعلان مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۵۷ء بمطابق ۱۳۷۷ھ کو دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں کیا گیا۔'' (اشاعت التوحید والسنت تعارف ص ۲۷)

قارئین کرام! جمعیت نے اپنا عقیدہ اور نظریہ دس شقوں پر شائع کیا۔ صفحہ ۲۶ پر شق نمبر (۵) اور (۶) لکھی ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۵) جملہ مسائل اہل سنت والجماعت کو حق سمجھتے ہوئے مسائل فقہ میں مسلک سراج الامۃ امام ابی حنیفہ کی پیروی اور ترویج کرنا۔

(۶) جہاں تک ممکن ہو عوام کو سلف صالحین کے مسلک پر چلنے کی دعوت دینا اور ان کے ادب و احترام کی تلقین کرنا۔ (اشاعت التوحید والسنت تعارف ص ۲۶)

ہم نے یہ ساری کارروائی اس لئے نقل کی ہے کہ جمعیت کے بعض خاص خاص علماء کے حالات اس کتاب میں ہم نے لکھنے ہیں اور ان کے عقائد و نظریات پر بحث بھی کرنی ہے، اس لئے آپ کے علم میں ہونا چاہئے کہ یہ شخص جمعیت کے ہی فرد ہیں کوئی غیر نہیں۔ دوسرے شاہ صاحب نے کہاں تک ان دونوں شقوں پر عمل کیا ہے؟ یہ بحث آگے آرہی ہے۔

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے بعد میں جمعیت اشاعۃ التوحید سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ اس وجہ سے بعض مماتی؛ حضرت رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں مولانا محمد طاہر پنج پیری نے بھی تو جمعیت چھوڑ دی تھی، اس پر اعتراض کیوں نہیں کرتے؟

مولانا محمد طاہر پنج پیری نے جمعیت کیوں چھوڑی؟

مولانا حبیب اللہ مختار مماتی لکھتے ہیں: ''۱۹۵۷ء میں مولانا حسین علی کے تلامذہ و خلفاء کے ساتھ مل کر جمعیت اشاعت التوحید والسنت قائم کی اور اس کے صوبائی امیر مقرر کئے گئے تھے۔ شوریٰ میں فیصلہ ہوا تھا کہ کسی نے بدعت کی اور پھر معافی کی بجائے اس پر مصر رہا تو ہم ان سے بائیکاٹ کریں گے۔ چنانچہ جب مولانا نصیرالدین غورغشتوی کا فتویٰ شائع ہوا تو ان سے بائیکاٹ کے بارے میں پنجاب کے کچھ علماء لیت و لعل کرتے رہے، اسی وجہ سے شیخ القرآن مولانا محمد طاہر رحمہ اللہ نے ان سے علیحدگی اختیار کر کے جماعت اشاعت التوحید والسنت کی بنیاد رکھی،

جس کے آپ امیر مقرر ہوئے۔ اس جماعت نے صوبہ سرحد میں دعوت توحید، اشاعت سنت اور تردید شرک و بدعت کے سلسلے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجرات کی تحریک پر پنجاب اور جماعت صوبہ سرحد کی اشاعتی کام کا آپس میں ادغام ہوا اور شیخ القرآن پنج پیر مرکزی امیر منتخب ہو گئے۔'' (اشاعت التوحید والسنت تعارف ص ۴۴)

مولانا حبیب اللہ مختار مماتی نے ''چمنستان اشاعۃ التوحید والسنۃ'' میں مفسر قرآن مولانا عبدالحمید خان اختر سواتی رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے، لکھتا ہے: ''گوجرانوالہ کے سواتی برادران آپ سے معاصرانہ چشمک میں مشہور و معروف ہیں۔'' (اشاعت التوحید والسنت تعارف ص ۹۱، ۹۲)

آگے حضرت صوفی صاحب کی ایک عبارت قطع و برید کر کے بغیر حوالہ کے نقل فرمائی ہے۔ قارئین! ہم حضرت صوفی صاحب کی مکمل عبارت نقل کرتے ہیں، جس سے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا مقام واضح ہو جائے گا۔ حضرت صوفی صاحب ایک عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں: ''مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات'' جیسا کہ پہلے مولانا قاضی شمس الدین کی تحریر کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ حضرت مولانا حسین علی کے آخری دور کے متوسلین میں سے مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجرات والے بھی ہیں، ان کو حضرت سے کچھ زیادہ استفادہ کا موقعہ نہیں مل سکا۔ بڑے ذہین اور خوش آواز ہیں، مقرر اور واعظ بھی بڑے درجہ کے ہیں۔ برصغیر کی تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام کے ساتھ وابستہ رہے ہیں اور بڑی سرگرمی سے کام کرتے رہے ہیں۔

ایک زمانہ میں صوبہ پنجاب کی مجلس احرار اسلام کے صدر رہ چکے ہیں، آخر میں کچھ اندرونی اختلاف کی بناء پر مجلس سے کنارہ کش ہو گئے، کم وبیش ربع صدی سے گجرات کالری دروازہ کی جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ تبلیغ میں بڑا انہماک ہے، اہل بدعت کے خلاف ایک دور میں پورے صوبہ میں ان کا طوطی بولتا تھا، بالآخر مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے بے جا اصرار نے ان کے وقار کو بہت کچھ کم کر دیا ہے۔ شاہ صاحب جس درجہ کے ذہین اور اپنے اعمال و کردار میں متوازن معلوم ہوتے تھے اتنا ہی خلاف توقع انہوں نے ایک مسئلہ میں اس قدر شدت سے اختلاف کیا جس کی قطعاً توقع نہ تھی۔

ایک ایسا مسئلہ جس پر تقریباً تمام جماعت علماء دیوبند کا اتفاق چلا آرہا تھا اور کسی قسم کا شبہ اس مسئلہ میں پیدا نہ ہوا تھا۔ اگر شاہ صاحب کی تحقیق میں اس مسئلہ میں انہیں اختلاف پیدا ہو گیا تھا تو انہیں یہ بات ہرگز مناسب نہ تھی کہ وہ اس مسئلہ کو سٹیج پر لا کر دیوبندی جماعت میں تفریق و انتشار کا باعث بنتے، مسائل کی تحقیق میں اختلاف علماء میں ہر زمانہ میں ہوا ہے اور ہوتا رہے گا، یہ کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ قباحت اس میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں ادعاء کیا جائے کہ بس جو بات میری سمجھ میں آگئی ہے حق وہی ہے اور دوسرے باطل پر ہیں۔

کیا یہ مسئلہ اپنی جگہ مشہور بین الانام نہیں کہ سماع موتٰی کے بارہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر امت کے اندر دونوں قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں، کسی نے سماع اموات کا اعتقاد رکھا اور کسی نے انکار کیا لیکن دوسرے اعتقاد والے کو گمراہ اور بدعقیدہ نہیں کہا، مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ شاہ صاحب قائلین سماع کو ابوجہل کا ''شبر'' تک اپنی تقریروں میں کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

ایک زمانہ تک قرآن کریم کی وہ آیات جن کو شاہ صاحب اہل بدعت اور مشرکین دور حاضر کے خلاف پیش کرتے تھے اب وہی آیات عقیدہ حیات النبی ﷺ کو ماننے والوں اور سماع موتی کے قائلین کے خلاف چسپاں کرتے ہیں۔ کیا یہ انتہا پسندی نہیں؟ سماع موتی کے قائل تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ بھی ہیں اور امت کے بہت سے جلیل القدر ائمہ دین بھی ہیں، بلکہ ائمہ کرام رحمہم اللہ سماع موتی کے قائل ہیں۔

کیا یہ سب ابوجہل کا ''تبر'' ہے؟ یہ باتیں اگر کسی اور آدمی سے سرزد ہوتیں تو شاید وہ درخور اعتناء خیال نہ کیا جاتا لیکن ایک ایسا عالم دین جس کو بڑے بڑے اکابر سے شرف تلمذ حاصل ہو کہ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کو حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب سے اور مفتی مہدی حسن صاحب اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے تلمذ حاصل ہے، اگر مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کا ''المہند'' جس کو مرتب کرنے والے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ ہیں اور جس پر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے لے کر حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تک تمام ذمہ دار حضرات کے دستخط موجود ہیں، اس پر اطمینان نہیں تھا تو اس کے اظہار کی یہ صورت تو کسی طرح بھی اچھی نہیں تھی۔

اگر شاہ صاحب کا یہ اختلاف نفسانیت اور ضد کی وجہ سے نہیں تو پھر بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اس کو اس قدر ایمان اور کفر کا مدار بنا کر سٹیج پر پیش کیا گیا اور جماعت کے عظیم کام میں رخنہ اندازی کی گئی۔ کیا اچھا ہوتا کہ شاہ صاحب اپنی تحقیقات کو اپنے پاس رکھتے اور اس پر ایسا بے جا اصرار نہ کرتے۔ ہمارے خیال میں تمام اکابر خواہ وہ مولانا حسین علی یا مولانا حسین احمد مدنی یا مولانا اشرف علی تھانوی ہوں یا مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا نانوتوی، مولانا گنگوہی، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا خلیل احمد اور مولانا احمد علی لاہوری ہوں، یہ تمام حضرات کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے مستفید ہونے والے تھے اور حضرات صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کے نقش قدم پر تھے اور سب اہل حق میں سے ہیں، ان کو بعض مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف بھی ہوا ہے اور ہو سکتا ہے، لیکن کیا یہ اس اختلاف کی بناء پر اس حد تک چلے جائیں کہ دوسرے کو اہل باطل اور اہل بدعت کے زمرہ میں شامل کر دیں۔ العیاذ باللہ!

بادۂ ساغرت از خون دل یاراں است وائے اغیار اگر ایں اجر وفا داراں است

(مقدمہ فیوضات حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمیہ مترجم ص ۴۳ تا ص ۴۵)

قارئین کرام! ہم نے مکمل عبارت نقل کر دی ہے، آپ خود فیصلہ کریں کہ یہ لوگ کس قسم کے ہیں؟ آئندہ صفحات میں ہم جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے چند خاص علماء کا تذکرہ نقل کرتے ہیں۔

جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے چند خاص علماء کا تذکرہ

۱...... شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتی

حضرت صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''آپ بھی مولانا حسین علی کے خلیفہ مجاز ہیں، علماء دیوبند میں سے اونچا مقام رکھنے والے ہیں، تمام عمر اپنے قصبہ میں قرآن وحدیث وعلوم اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے ہیں، جزاہ اللہ آپ سے بہت سے لوگوں نے علمی فیض حاصل کیا۔ آپ کے دو دورے مشہور رہے ہیں، بڑا دورہ ایک سال جس میں صحاح ستہ کی اہم کتابوں کی تعلیم دیتے تھے اور ایک سال چھوٹا دورہ یعنی مشکوٰۃ، جلالین، ہدایہ کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

آپ کے حلقہ درس میں بعض اوقات سو سو کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ طلبہ شریک ہوتے رہے ہیں اور سالہا سال تک یہ معمول رہا ہے۔ اب کچھ عرصہ سے ضعف ونقاہت اور نظر کی کمزوری کی وجہ سے تعلیم دینے سے معذور ہو چکے ہیں، لیکن طالبان طریقت کے لئے ان کا فیض برابر جاری ہے۔ سلوک وتصوف میں تشنگان ذوق کو سیراب فرمارہے ہیں۔ آپ نہایت ہی معتدل مزاج، نیک سیرت، سادہ طبیعت اور یادگار سلف ہیں۔ مزاج، طبیعت اور تحقیقات مسائل اور طرز عمل بالکل اکابر علماء دیوبند کے ساتھ ملتا جلتا، اعتدال اور نیکی آپ کا شعار ہے۔ آپ نے علمی تحقیقات کے سلسلہ میں مشکوۃ المصابیح پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے جو نہایت عمدہ اور قیمتی تحقیقات پر مشتمل ہے اور طبع ہو چکا ہے۔ حضرت مولانا حسین علی کے بعض منتسبین اپنے مزاجی تشدد کی وجہ سے بعض مسائل میں تشدد کا پہلو اختیار کرتے ہیں۔ ان حضرات کو ان اکابر کے طرز عمل کو سامنے رکھنا چاہئے کیونکہ بہرحال انہوں نے علم وسلوک دونوں میدانوں میں حضرت مولانا حسین علی سے زیادہ ہی استفادہ کیا ہے اور ان کی بات ہی قابل استناد ہو سکتی ہے۔'' (فیوضات حسینی ص ۳۵)

واضح رہے کہ جس زمانہ میں حضرت صوفی صاحب نے یہ مضمون لکھا تھا، اس وقت حضرت غورغشتوی رحمہ اللہ حیات تھے۔

۲......مولانا ولی اللہ انہی والے

صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یہ باباجی کے خویش اور ان کے صحیح جانشین ہیں، عرصہ تک تعلیم دیتے رہے ہیں، اب امراض کے ہجوم کی وجہ سے ضعیف وکمزور ہو چکے ہیں۔ ان کے شاگرد بھی لاتعداد ہیں۔ یہ بھی ذاکر شاکر اور خدا یاد انسان ہیں۔ ان کا روحانی تعلق بھی حضرت مولانا حسین علی کے ساتھ ہے۔'' (فیوضات حسینی ص ۳۶)

۳......مولانا قاضی نور محمد قلعہ دیدار سنگھ

صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''دار العلوم دیوبند کے فاضل تھے، نیک طبع، متقی عالم تھے، پڑھاتے بھی رہے ہیں اور زیادہ تر تبلیغ واصلاح کا کام کرتے رہے ہیں۔ گوجرانوالہ کے اطراف میں آپ نے بہت کام کیا ہے۔ بیشار لوگوں کے عقائد کی اصلاح آپ کے ہاتھ پر ہوئی ہے۔ نہایت خوش پوش اور ذاکر شاکر عالم دین تھے۔ حضرت مولانا حسین علی سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا۔ تصوف وسلوک کے مقامات سے واقف تھے، توحید وسنت کی تبلیغ میں شدید انہماک تھا اور اہل بدعت کے خلاف متعدد رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں۔ مسئلہ حاضر وناظر، مسئلہ علم غیب اور بعض دیگر مسائل پر بھی رسائل لکھے ہیں۔

غیر مقلدین حضرات کی غلط بیانیوں اور زیادتیوں سے متاثر ہو کر فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر اور اسی طرح نماز کے متعلق ''صلوۃ الرسول'' وغیرہ بہت قیمتی رسائل لکھے ہیں۔ وعظ بڑا موثر اور پر مغز فرماتے تھے۔ قرآن کریم کے درس میں بلا کی روانی تھی۔ آپ حضرت حسین علی کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں علماء دیوبند کے طرفدار تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ ہمارے سامنے (حضرت صوفی صاحب مراد ہیں: از ناقل) کی بات ہے کہ حدیث سماع کا ذکر تھا (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ: ''من صلی عند قبری سمعتہ و من صلی نائیا ابلغتہ'') تو قاضی صاحب مرحوم فرمانے لگے کہ جس حدیث کے بارہ میں ملا علی قاری، حافظ ابن قیم، امام ابن تیمیہ اور سخاوی اور حافظ ابن حجر جیسے بزرگوں

نے یہ کہا ہے کہ یہ صحیح ہے، اگر ہم کہیں کہ یہ صحیح نہیں تو کوئی دانشمندی کی بات نہ ہوگی اور اسی طرح آپ نے صاف الفاظ میں یہ فرمایا کہ حضور ﷺ کو اپنی قبر مبارک میں حیات حاصل ہے، ایسی حیات کہ جس سے اپنی قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں، باقی کیفیت کا ہمیں علم نہیں، نہ اس کی کیفیت کے معلوم کرنے کے ہم مکلف ہیں۔" (فیوضات حسینی ص ۳۶)

۴......مولانا محمد طاہر پنج پیری

صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "نہایت ہی ذہین اور طباع قسم کے عالم ہیں، دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں اور دورہ حدیث آپ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ سے پڑھا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ سے بھی تلمذ ہے اور آپ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے بھی شاگرد ہیں۔ آپ نے اپنے متعلق ایک مکتوب میں تحریر کیا ہے کہ: "بندہ نے حضرت مولانا حسین علی کی خدمت میں پانچ سال گزارے تھے اور آپ سے حدیث، تصوف اور حدایہ پڑھا تھا۔" آپ متعدد تصانیف کے مصنف بھی ہیں جو اہل بدعت کی تردید میں آپ نے لکھی ہیں۔ آپ کے پاس بھی قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے والوں کا ایک بڑا حلقہ ہوتا ہے۔ انگریز کے زمانہ میں آپ جمعیت علماء ہند کے رکن تھے اور انگریز کے خلاف جدو جہد کرنے والے حضرات کی صف میں تھے۔ تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے تھے۔ بعض مسائل میں آپ کی تحقیقات اور طرز روش فی الجملہ تشدد پسندانہ ہے جس کی وجہ سے تلامذہ کے اذہان پر تیزی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور پھر حدود اعتدال کو قائم نہیں رکھ سکتے اور ابتلاء وتشتت کا باعث بن جاتے ہیں۔ کاش! اگر یہ لوگ اکابر کی روش کو ترک نہ کرتے تو کیا اچھا ہوتا۔" (فیوضات حسینی ص ۳۹)

یاد رہے کہ جس وقت حضرت صوفی صاحب نے یہ مقدمہ لکھا تھا اس وقت مولانا حیات تھے۔

۵......مولانا قاضی شمس الدین

صوفی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "آپ بڑے جید عالم ہیں، علوم درسیہ پر بڑا عبور حاصل ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے پرانے فضلاء میں سے ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے شاگرد ہیں۔ آپ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب کے برادر خورد ہیں۔ تحصیل علوم کے بعد آپ تقریباً ۱۸ سال تک پنڈی گھیپ میں تدریس کرتے رہے ہیں۔ یہ زمانہ آپ کی زندگی اور علم کی خدمت کا زرین زمانہ ہے۔ اس کے بعد تھوڑا سا عرصہ آپ دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس رہے ہیں اور پھر لائل پور اشاعۃ العلوم میں کچھ عرصہ تدریس کرتے رہے ہیں، پھر گوجرانوالہ میں آگئے.......... چند دن وہاں کام کرتے رہے، پھر کچھ عرصہ مدرسہ نصرۃ العلوم میں شیخ الحدیث رہے۔ یہاں سے پھر انوار العلوم اور کبھی اشرف العلوم میں، آخر کار خود اپنا الگ مدرسہ صدیقیہ قائم کیا اور اب اس میں حدیث پڑھاتے ہیں۔............ مزاج میں حدت اور شدت بہت ہے، اس لئے ہر جگہ بس ایک:

ے خانہ ازل میں جہانِ خراب میں ٹھہرا گیا نہ ایک جگہ اضطراب میں

کا نمونہ ہیں یا پھر:

طوف حرم میں یا سر کوئے بتاں رہے اک برق اضطراب رہے ہم جہاں رہے

صرف، نحو، فقہ، حدیث اور منطق میں اچھا درک رکھتے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ تعلیقات بخاری بنام الہام الباری (عربی) اور غایۃ المامول شرح عبد الرسول (اردو)، قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی آپ نے

لکھی ہے جس کی پہلی جلد طبع ہو چکی ہے جس کا نام "تیسیر الرحمٰن لتفسیر القرآن" ہے، اگر یہ مکمل شائع ہو جاتی تو اچھا تھا (جس وقت یہ مضمون لکھا گیا اس وقت صرف پہلی جلد شائع ہوئی تھی، اب ہمارے علم کے مطابق مکمل طبع ہو گئی ہے۔ از ناقل)، جہاں تک علمی نکات اور ربط وغیرہ کا تعلق ہے قابل قدر ہے، لیکن اس میں ایک عظیم نقص ہے، وہ یہ کہ زبان آج سے تقریباً دو سال قبل کی استعمال کی گئی ہے، بالفاظ دیگر "ملا رموزی" کی گلابی اردو میں لکھی گئی ہے جس سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ قطعاً استفادہ نہیں کر سکتا۔ قاضی صاحب کے مزاج میں شدت وحدت کے ساتھ ساتھ تعلّی وجذ باتیت بھی حد درجہ کی ہے۔ جب مسئلہ حیات النبی ﷺ چھڑا تو قاضی صاحب نے یکے بعد دیگرے دو کتابیں لکھ دیں، القول الجلی اور مسالک العلماء، جن میں قاضی صاحب کی جذ باتیت اور خودی بہت زیادہ نمایاں ہے۔ آپ مدرس ہونے کے علاوہ مناظر بھی ہیں۔ کاش کہ قاضی صاحب کو خدا نے جتنا علم وفضل دیا ہے اگر ان کا حوصلہ اور حلم بھی اتنا ہوتا تو یقیناً بہت زیادہ لوگ آپ سے استفادہ کرتے۔ (فیوضات حسینی ص ۴۰،۴۱)

۶......مولانا غلام اللہ خان

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "آپ نامور اور جید علماء میں سے ہیں، عرصہ تک تدریس کرتے رہے ہیں، فنون کی کتابیں مستحضر ہیں، حضرت مولانا حسین علی کے شاگرد اور مرید ہیں، مسئلہ توحید کے بیان کرنے میں پورے ملک میں شہرت رکھتے ہیں، "بلغۃ الحیران" انہی کی جمع کی ہوئی ہے، بڑے ذہین اور ہوشیار آدمی ہیں، مزاج میں شدت بھی بہت ہے اور کچھ مخالفین کی ناجائز باتوں سے شدت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے، بڑے مقرر اور صاحب طرز واعظ ہیں، قرآن کریم ایک خاص طرز سے پڑھتے ہیں، آواز بھی بلند اور صاف ہے، وعظ موثر ہوتا ہے، بڑے مستعد ورکر ہیں، ان کے پاس قرآن کریم پڑھنے والوں کو بہت اجتماع ہوتا ہے، ڈابھیل کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب سے حدیث پڑھی ہے، فنون اُنہی والے بابا صاحب سے پڑھے ہیں۔" (فیوضات حسینی ص ۴۱،۴۲)

۷......سید احمد حسین شاہ سجاد بخاری

حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ماہنامہ تعلیم القرآن کے مدیر ہیں اور آج کل تفسیر جواہر القرآن مرتب کر رہے ہیں، تفسیر بڑے عمدہ طریق پر مرتب کر رہے ہیں، لیکن بعض باتیں اس میں شاذ قسم کی ہیں، بڑی خرابی یہ ہے کہ خلط ملط کر دیا ہے، ترجمہ شیخ الہند کا لے لیا، فوائد موضح القرآن شاہ عبد القادر صاحب اور مقدمہ مع فوائد فتح الرحمٰن شاہ ولی اللہ کا لیا ہے، اس طرح مولانا حسین علی کے طرز فکر کو الگ طور پر سمجھنا مشکل ہوگا، بہت سی باتیں تفصیل میں مولانا غلام اللہ خان صاحب اور احمد حسین شاہ صاحب نے اپنی طرف سے بیان کی ہیں جن کا حضرت مولانا حسین علی کی طرف انتساب واقع کے خلاف ہے۔ سجاد صاحب حضرت مولانا حسین علی کے مریدین میں سے ہیں۔"

(فیوضات حسینی ص ۴۳)

جب مولانا احمد حسین شاہ سجاد بخاری نے تفسیر جواہر القرآن تین جلدوں میں مکمل کر کے شائع کروائی تو اس میں بہت سے ایسی باتیں بھی تھیں جو جمہور اہل السنت والجماعت کے مسلک کے مطابق نہیں تھیں۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ نے تفسیر جواہر القرآن کے مرتبین کو آگاہ کرنے کے لئے اکابر کے مشورہ سے تفسیر کے بعض مقامات پر تنقید فرمائی اور اسے "ھدایۃ الحیران فی جواہر القرآن" کے نام سے شائع کر دیا۔ مولانا

سجاد بخاری نے حق تسلیم کرنے کے بجائے ''ھدایۃ الحیران فی جواہر القرآن'' کے جواب میں ''اقامۃ البرھان'' شائع کی، پھر اقامۃ البرھان کے جواب میں مفتی عبدالقدوس ترمذی بن مفتی عبدالشکور ترمذی نے ''توضیح البیان لسانی ھدایۃ الحیران'' لکھی۔ یہ دونوں کتابیں ایک ایک جلد میں ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے شائع ہو چکی ہیں۔

۸...... سید محمد حسین شاہ نیلوی

سید محمد حسین نیلوی صاحب ۱۳۴۱ھ میں نیلہ (ضلع چکوال) میں پیدا ہوئے، اس وجہ سے ''نیلوی'' مشہور ہوئے۔ مختلف علماء سے پڑھ کر آخر میں دورہ حدیث حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی سے پڑھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کئی مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیے، آخر میں جامعہ عربیہ ضیاء العلوم سرگودھا میں شیخ الحدیث اور مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ نے کئی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، جن میں خاص طور پر دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں: (۱) شفاء الصدور (عربی) اس کا موضوع بحث عدم سماع موتی ہے، اس کا اردو میں ترجمہ محمد امیر بندیالوی نے کیا تھا۔ (یہ کتاب ''تسکین الصدور'' اور ''سماع موتی'' سے پہلے کی ہے)۔ (۲) ندائے حق (تین جلدیں) یہ کتاب پہلے صرف ایک جلد میں تھی، بعد میں اضافہ در اضافہ کی وجہ سے اس وقت تین جلدوں میں ہے۔

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے جب اکابر علماء دیوبند کے حکم پر ''تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور'' لکھی تو اس کے جواب میں نیلوی صاحب نے ندائے حق شائع کی، جو ایک جلد میں تھی مگر منکرین حدیث کی طرز پر سب احادیث کا کسی نہ کسی بہانے سے انکار کر دیا گیا۔ امام اہل السنت نے تسکین الصدور میں ایک دعویٰ کیا تھا، نیلوی صاحب نے پوری کتاب میں اس کا جواب نہیں دیا۔ وہ دعویٰ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں۔ حضرت امام اہل السنت ایک عنوان: ''عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا'' کے تحت لکھتے ہیں: ''بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ تک اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ من ادعی خلافہ فعلیہ البیان ولا یمکنہ ان شاء اللہ تعالیٰ الی یوم البعث والجزاء والمیزان'' (تسکین الصدور ص ۲۹۰)

نیلوی صاحب کی ندائے حق ساری پڑھ لیں، کہیں پر بھی اس دعوی کے خلاف کوئی چیز موجود نہیں۔

پھر استاذ محترم مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے تسکین الصدور طبع دوم میں ندائے حق کا جواب بھی دیا تھا، اس کے بعد نیلوی صاحب کو تو ہمت نہ ہوئی کچھ لکھنے کی، مگر مماتی خاموش کب رہ سکتے تھے؟!! کئی سال کے بعد پھر ایک مماتی نے ندائے حق سے ماخوذ کر کے ''آئینہ تسکین الصدور'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی، مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے بھی اسی طرز پر ''قہر حق بر صاحب ندائے حق'' شائع فرمائی اور مولانا حافظ عبدالقدوس قارن نے ''اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور'' لکھ کر مماتیوں کے بے بنیاد اعتراضات کے جوابات دیے۔

ان کے علاوہ ایک دفعہ گوجرانوالہ کے بعض مماتیوں نے تسکین الصدور پر اعتراض کیا۔ حضرت نے فورا ''المسلک المنصور فی رد کتاب المسطور'' لکھ کر منہ توڑ جواب دیا۔ نیلوی صاحب نے آخر عمر میں سیدنا امام حسین کے خلاف بھی ایک کتاب ''مظلوم کربلا'' لکھ ماری، جس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کی گئی تھی، جس کی وجہ سے آپ کو جیل جانا پڑا۔ آپ جیل میں شدید علیل ہو گئے اور ملٹری ہسپتال میں ۱۸ فرور ۲۰۰۶ء کی رات وفات پا گئے۔

۹......مولوی محمد امیر بندیالوی

مولوی محمد امیر بندیالوی ۱۹۱۴ء میں بندیال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، مختلف علماء کرام سے پڑھ کر دورہ حدیث جامعہ امینیہ دہلی میں مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ سے پڑھا۔ تعلیم کے بعد مختلف جگہ پر تدریس اور خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، کچھ عرصہ کے بعد ۱۹۵۸ء میں بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا شہر میں ''جامع مسجد حنفیہ'' میں بحیثیت خطیب تشریف لائے اور یہیں پر آپ نے مدرسہ جامعہ عربیہ ضیاء العلوم کا آغاز کیا۔ جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے نائب امیر بھی رہے۔ آپ نے بھی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ میں سید عنایت اللہ شاہ کا ساتھ دیا اور اس مسئلہ پر کتابیں بھی لکھیں:

(۱) ''الاقوال المرضیہ فی احوال البرزخیۃ'' اس میں عدم سماع موتی پر کافی بحث موجود ہے۔

(۲) ''الصراط المستقیم فی اثبات الحیوۃ البرزخیہ للنبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم'' اس میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا گیا ہے۔

(۳) ''ترجمہ شفاء الصدور'' یہ نیلوی صاحب کی کتاب کا ترجمہ ہے۔

یکم ستمبر ۱۹۷۱ء کو حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث انتقال ہوا۔ عطاء اللہ بندیالوی صاحب آپ ہی کے بیٹے ہیں۔

۱۰......احمد سعید ملتانی چتروڑگڑھی (گکڑھٹہ)

احمد سعید ملتانی جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے مرکزی مبلغ تھے اور جمعیت اشاعت التوحید والے ان کے نام کے ساتھ جو جو القاب لگاتے تھے، وہ آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

☆...... شیخ القرآن ☆...... امام انقلاب ☆...... شیخ العرب والعجم

☆...... ابن تیمیہ وقت ☆...... شاہ اقلیم سخن ☆...... مناظر اسلام

☆...... قاطع شرک وبدعت ☆...... امام فن اسماء الرجال وغیرہ وغیرہ۔

احمد سعید چتروڑی نے تعلیم بھی ان ہی لوگوں سے حاصل کی، دورہ حدیث بھی اشاعت التوحید والسنت والوں کے مدرسہ میں کیا، پھر فراغت کے بعد سے لے کر جب تک شاہ صاحب کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا شاہ صاحب کی جماعت میں رہا، جب شاہ صاحب کی مرضی کے خلاف ایک دو باتیں اس نے کہیں تو شاہ صاحب نے اس کو جماعت سے نکال دیا۔ اس کے افکار وخیالات کی تو کافی عرصہ سے شکایات بھی آتی رہتی تھیں، مگر شاہ صاحب نے درگزر کیا۔ جب شاہ صاحب کی اپنی باری آئی اور آپ کی توہین شروع ہوئی تو جماعت کے دستور کی خلاف ورزی کا بہانہ بنا کر اس کو جماعت سے نکال دیا گیا۔ اس کے عقائد ونظریات کیا تھے؟ یہ تو پکی بات ہے کہ وہ عقائد ونظریات جو جمعیت

اشاعت التوحید والسنت کے اِس وقت ہیں، وہ تو سارے تھے مگر یہ شخص ترقی کرتے کرتے منکر حدیث بن گیا اور امام بخاری رحمہ اللہ اور بخاری شریف کے خلاف ایک کتاب لکھ ماری جس کا نام ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' رکھا۔

احمد سعید ملتانی: دارالعلوم دیوبند کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہ ب ۱۴۳

الجواب وباللہ التوفیق، حامداً ومصلیاً ومسلماً!

قرآن مقدس اور بخاری محدث نامی کتاب دارالافتاء کو برائے اظہار رائے موصول ہوئی، یہ کتاب احمد سعید خان صاحب ملتانی کی ہے، یہ کتاب اور اس کے مرسلہ اقتباسات پڑھے، یہ کتاب انتہائی گمراہ کن ہے جگہ جگہ اس میں احادیث نبویہ کا استہزاء اور آپ ﷺ کے فرمودات کی تضحیک وتکذیب کی گئی ہے اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ، صحیح بخاری کی رواۃ کی برائی کی آڑ میں احادیث کو قرآن کے مخالف اور عقل کے خلاف کہہ کر صحیح احادیث کا انکار کیا ہے، رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کو خلاف واقعہ، غلط اور جھوٹا کہنا، آپ پر الزام تراشی کرنا، آپ کے کردار کو نازیبا الفاظ میں پیش کرنا، جگہ جگہ احادیث میں شک پیدا کرنا، انہیں خلاف حقیقت ظاہر کرنا، اور ان کو بکواس بتانا مصنف کتاب کی گمراہی کی واضح دلیل ہے اور مصنف نے چالاکی یہ کی کہ براہ راست احادیث نبویہ کا انکار نہیں کیا بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے راویوں پر سارا الزام رکھ کر احادیث کے مضامین کی تردید اور ان کا استہزاء کیا ہے۔ علاوہ ازیں مصنف نے وہ چیزیں جو حواس خمسہ سے معلوم نہیں ہوسکتیں، بلکہ وحی الٰہی سے معلوم ہوسکتی ہیں، ان میں بھی حواس خمسہ کو دخل دیا ہے اور ہر جگہ عقلی گھوڑے دوڑائے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں، اور ضلالت وگمراہی کے گڑھے میں، اور بدعقیدگی کی دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ مزید برآں مصنف میں ذخیرہ احادیث سے لاعلمی اور کج فہمی بھی پائی جاتی ہے زبان غیر شائستہ اور سوقیانہ ہے بازاری الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ ایسا شخص اہل السنۃ والجماعت سے خارج ہے، خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے، وہ دیوبندیت سے اور اہل حق سے کوسوں دور ہے، ایسے گمراہ شخص کو اپنے جلسوں میں دعوت دینا اور اس کی تقریر سننا ہرگز جائز نہیں، مسلمانوں کو اس سے محتاط رہنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم!

کتبہ حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند
یکم رجب ۱۴۲۹ھ

دارالافتاء والارشاد کراچی کا فتویٰ...... اقتباسات

کتاب قرآن مقدس بخاری محدث میں جو مطالب مذکور ہیں ان غلیظ نظریات کی نسبت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یا ان کی کتاب صحیح بخاری کی طرف کرنا بالکل غلط ہے اور مولف کتاب کے سوء فہم کا نتیجہ ہے۔ یہ خود ساختہ مفروضات اور غلیظ مطالب جو مولف مذکور نے کھینچ تان کر بعض احادیث بخاری سے کشید کئے ہیں، بخاری شریف کی احادیث سے کسی طرح مفہوم نہیں ہوتے............ مولف مذکور اپنے اس اقدام میں انتہائی ضال، مضل ہے۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنی اس ضد اور گمراہی سے رجوع کرے اور امام بخاری رحمہ اللہ جیسے عظیم امام حدیث اور ولی اللہ کے

بارے میں جو یاوہ گوئی اور بہتان تراشی اس کتاب میں کی ہے اس پر صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرے ورنہ ''من اذی لی ولیا فقد اذنته بالحرب'' اور ''من شذ شذ فی النار'' کے بموجب سخت خطرہ ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو۔

سید عابد علی شاہ ...... ۱۸ محرم ۱۴۲۹ھ

دارالافتاء والارشاد کراچی

''الجواب الصحیح'' (مفتی) محمد

جامعہ دارالعلوم کبیروالا کا فتویٰ......اقتباسات

سعید احمد ملتانی توحید کے نام پر فتنہ انکار حدیث کی آبیاری کر رہا ہے۔ فقہی نصوص کے مطابق مصنف مذکور سعید احمد ملتانی (چتروڑی) اپنی تصنیف کے مطابق زندیق، ملحد، ضال، مضل اور اسلام دشمن شخص ہے۔

فتویٰ نمبر: ۲۱۰۹۹ ...... مورخہ: ۱۲ رمضان ۱۴۲۹ھ ...... حامد حسن

جامعہ خیر المدارس ملتان کا فتویٰ......اقتباس

ہماری تحقیق کے مطابق یہ (احمد سعید ملتانی) منکر حدیث، بددین، زندیق اور قریب بکفر ہے نیز اس نے متواترات کا انکار کیا ہے۔

فتویٰ نمبر: ۱۲۶......مورخہ: ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ

مفتی محمد انور اوکاڑوی......مفتی محمد اسحاق......مفتی محمد عبداللہ

حدیث شریف کا انکار کرنا اس نے شاہ صاحب ہی سے سیکھا تھا، کیونکہ شاہ صاحب ان تمام احادیث کا انکار فرماتے ہیں جن سے:

☆......مسئلہ حیات النبی ﷺ ☆......سماع النبی ﷺ ☆......وسیلہ بالنبی ﷺ
☆......استشفاع من قبر النبی ﷺ ☆......زیارت قبر النبی ﷺ ☆......عرض اعمال علی النبی ﷺ

ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح عام سماع موتی اور دیگر احوال برزخ وقبر کے حالات جن احادیث میں آتے ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ سب کا تو نہیں کرتے، تو ہم کہتے ہیں کہ بعض احادیث کا تو کرتے ہیں۔ جب کہ ہم اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی ان احادیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ شاہ صاحب بھی یہ کہہ کر ہی ان احادیث کا انکار کرتے تھے کہ یہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں۔ اسی طرح احمد سعید ملتانی نے کیا ہے۔

احمد سعید کی اس کتاب کے رد میں کئی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) احمد سعید ملتانی آغاز وانجام از مولانا حافظ نثار احمد الحسینی خلیفہ مجاز قاضی زاہد الحسینی رحمہ اللہ (اٹک)
(۲) امام بخاری کا عادلانہ دفاع از مولانا عبدالقدوس قارن
(۳) رواۃ بخاری اور امام بخاری کا عادلانہ دفاع از مفتی محمد ظفر اقبال
(۴) عادلانہ جواب از مولانا محمد عمر قریشی
(۵) چتروڑی کے الزامات کا مسکت جواب از مولانا عبدالکریم نعمانی

چند اور کتابیں بھی اس موضوع پر موجود ہیں یہ کتابیں آج بھی مل جاتی ہیں مجموعی طور پر احمد سعید ملتانی کے متعلق زبردست معلوماتی کتابیں ہیں۔ ہر آدمی کو اپنے پاس رکھنی چاہئیں۔

ان کے علاوہ احمد سعید کی گستاخیاں اور بدزبانیاں جاننے کے لئے جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے خاص رکن اور ماہنامہ "محمہ توحید" کے مدیر پروفیسر محمد ضیاء کی کتاب "خس کم جہاں پاک" ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کتاب مرکز اشاعت التوحید والسنت لالہ موسیٰ علیہ السلام پاکستان سے شائع ہوئی ہے۔ انہی کی ایک دوسری کتاب "تفسیر یا تحریف" بھی احمد سعید چتروڑی کے متعلق ہے۔

ان کتابوں کی موجودگی میں ہم احمد سعید کے متعلق کچھ زیادہ نہیں لکھنا چاہتے۔ تفصیل ان کتب میں دیکھ لی جائے۔ احمد سعید کے علاوہ اس وقت بھی جمعیت اشاعت التوحید کے اندر اس قسم کے افراد موجود ہیں جو اس کی طرز پر چل رہے ہیں، بلکہ اس سے بھی چند قدم آگے ہیں۔ ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جب سے پنج پیری حضرات کا جمعیت سے الحاق ہوا ہے اس وقت سے وہ جمعیت پر چھا گئے ہیں اور جمعیت کا اصل نام بھی تبدیل کر دیا ہے۔

قارئین! ہم نے جمعیت کی دس شخصیات کا مختصر تعارف یہاں پر لکھ دیا ہے۔ جو مرکزی شخص تھے۔ باقی اگر کوئی تفصیل دیکھنا چاہے تو "چمنستانِ اشاعت التوحید والسنت" کو دیکھ لے، سب اشاعتی نظر آجائیں گے۔

سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے عقائد ونظریات

شاہ صاحب جب تک اہل حق کی جماعت (اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی) کے ساتھ رہے اس وقت تک شاہ صاحب کا ادب واحترام بھی سب ہی لوگ کرتے تھے، شاہ صاحب سے تقریریں بھی کراتے تھے اور دیگر پروگراموں میں بھی آپ کو مدعو کیا جاتا تھا مگر جب شاہ صاحب نے بعض مسائل میں خودرائی اختیار فرمائی تو اہل حق سے کٹتے چلے گئے اور حق کی جماعت کو آپ نے دو ٹکروں میں تقسیم کر دیا، اس سے اہل حق کا اتنا بڑا نقصان ہوا جو آج تک پورا نہ ہو سکا۔ اس نقصان کی تمام تر ذمہ داری شاہ صاحب پر ہی عائد ہوتی ہے۔ بہرحال شاہ صاحب نے جن مسائل میں تفرد اختیار کیا ان کی وجہ سے آپ اہل حق کی جماعت سے خارج ہو گئے تھے۔ آپ نے جن مسائل میں خودرائی اختیار فرمائی ان میں سے چند مسائل یہ ہیں:

☆...... زمینی قبر کا انکار ☆...... حیات النبی ﷺ کا انکار ☆...... سماع موتیٰ کا انکار
☆...... وسیلہ کا انکار ☆...... استشفاع عند القبر کا انکار ☆...... عرض اعمال کا انکار

وغیرہ وغیرہ! ہم آگے کتاب میں ان مسائل پر بحث کریں گے اور ثابت کریں گے کہ شاہ صاحب ان مسائل میں غلطی پر تھے اور ان کے پیروکار آج بھی غلطی پر ہیں۔

شاہ صاحب کے کارنامے

شاہ صاحب کے کارنامے اور کمالات تو بہت سے ہیں، بعض کی تفصیل مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی نے "ضرب المہند علی القول المسدد" میں فرمائی ہے۔ ہم یہاں پر صرف دو "کارناموں" کا ذکر کرتے ہیں:

شاہ صاحب کا پہلا کارنامہ

پہلا کارنامہ قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر اپنی مرضی سے کرنا ہے۔

شاہ صاحب کا دوسرا کارنامہ

شاہ صاحب کا دوسرا کارنامہ امت محمدیہ اور اہل حق کی جماعت میں تفریق پیدا کرنا ہے۔ یہ کارنامہ شاہ صاحب کی زندگی کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے۔

پہلے کارنامے کی کچھ تفصیل

شاہ صاحب کے حواری یہ کہتے ہیں کہ اصلی دیوبندی تو ہم ہیں اور یہ حیاتی تو ''بناسپتی دیوبندی'' ہیں، وہ اپنے آپ کو حنفی بھی کہلاتے ہیں اور اہل السنت والجماعت ہونے کے بھی مدعی ہیں۔ مگر جب ان سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر بات ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتے ہیں۔

قارئین! ان سے بات کرکے دیکھ لیں۔

(۱) آپ ان سے یہ طے کریں کہ آپ بھی اپنے آپ کو دیوبندی سمجھتے ہیں اور ہم بھی دیوبندی ہیں، چلو مسئلہ حیات النبی ﷺ پر اکابر علمائے دیوبند کی تحریرات سے فیصلہ کرلیتے ہیں۔ یہ لوگ زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں مگر اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ آپ آزما کر دیکھ لیں۔ طرح طرح کے بہانے بنائیں گے۔ آپ

☆ ...... ''آب حیات'' از مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کی بات کریں۔
☆ ...... ''المہند علی المفند'' از مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی بات کریں۔
☆ ...... ''نشر الطیب'' از حکیم الامۃ مولانا محمد اشرف تھانوی رحمہ اللہ کی بات کریں۔
☆ ...... ''ترجمان السنۃ'' از مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ کی بات کریں۔
☆ ...... ''سیرۃ المصطفیٰ ﷺ'' از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ

کا حوالہ پیش کریں تو کبھی نہیں مانیں گے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ صرف دعویٰ ہی دعویٰ کرتے ہیں، عمل نہیں کرتے، ورنہ کتنی آسان بات ہے کہ امت دوبارہ اکٹھی ہو جائے، لمبی چوڑی بحثوں میں پڑنے کی بجائے آسانی سے مسئلہ کا حل نکل آتا ہے۔

(۲) یہ اپنے آپ کو ''حنفی'' کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی آپ کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے، مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ صرف فقہائے احناف سے کرالیتے ہیں۔ ہم صرف فقہائے احناف سے حیات النبی ﷺ ثابت کریں گے، آپ کسی مستند حنفی عالم سے یہ ثابت کریں کہ: ''وفات کے بعد قبر میں...... اگر آپ لفظ ''قبر'' سے پریشان ہوتے ہیں تو ''برزخ'' میں...... آپ ﷺ کے جسم اقدس کے ساتھ روح مبارک کا تعلق کسی حیثیت سے بھی نہیں ہے اور قیامت کے دن سے پہلے جسم اقدس کے ساتھ روح کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی آپ درود وسلام سنتے ہیں۔''

اگر ہے ہمت تو کوشش کرکے دیکھ لیں۔ جب یہ اپنا عقیدہ علماء احناف سے بھی ثابت نہ کرسکیں اور ابھی تک کر بھی نہیں سکے تو یہ پھر حنفی بھی نہیں ہیں، اسی طرح مالکی، شافعی، حنبلی فقہاء سے بھی کوشش کرکے دیکھ لیں، یوں یہ حضرات مذاہب اربعہ سے اپنا خود ساختہ عقیدہ ثابت نہ کرکے اہل سنت والجماعت سے مکمل خارج ہو جاتے ہیں۔

جب سب طرف سے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو شور مچاتے ہیں کہ جی! یہ کوئی مناظرہ یا بات کرنے کا طریقہ ہے؟ کیا یہ لوگ کوئی شرعی دلیل ہیں؟ شرعی دلائل تو چار ہیں، ان سے بات کرنی چاہیے۔ ہم کہتے ہیں: یہ بات آپ کی

بالکل ٹھیک ہے، مگر ہر ایک جماعت اور فرقہ سے بات کرنے کا طریقہ جدا جدا ہوتا ہے، جو لوگ خدا کو نہیں مانتے بات تو ہمارے اکابر ان سے بھی کرتے ہیں، یہودی، عیسائی، پارسی، ہندو وغیرہ یا دنیا میں اس وقت جو باطل مذاہب ہیں کیا ان سے مسلمانوں کے مناظرے نہیں ہوتے؟ لازمی بات ہے کہ ہوتے ہیں مگر ہر ایک سے مناظرہ کرنے کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے۔ آپ نے ادلہ اربعہ کی بات کی ہے، بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو جب ہم نے کہا کہ فقہاء احناف یا چاروں ائمہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سے ثابت کرو تو یہ قیاس کا مسئلہ حل ہو گیا، جب ہم نے کہا کہ اہلسنت والجماعت سے ثابت کرو تو اجماع کا مسئلہ حل ہو گیا، جب ہم نے کہا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت کرو تو دوسری دلیل کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ ہم تو ادلہ اربعہ سے ہی مناظرہ کرتے ہیں مگر عوام کو آپ کے دھوکہ سے بچانے کے لئے ترتیب بدلی ہے۔ اگر آپ صرف اور صرف قرآن کا دعویٰ کرتے فرقہ اہل قرآن کی طرح تو آپ کے پہلے نمبر پر ہی قرآن سے بات کرتے۔ چلو اب قرآن سے بات ہو گی۔

قارئین کرام! ہم نے کہا تھا کہ شاہ صاحب اور ان کے حواری تفسیر بالرائے کرتے ہیں۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔

مماتی اور قرآن

اب آپ سے کوئی مماتی فرقے کا شخص قرآن قرآن کی رٹ لگائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس سے یہ بات طے کریں کہ میں اگر کسی آیت کا ترجمہ یا تفسیر کرتا ہوں تو آپ اسے تسلیم نہیں کریں گے اور جو آپ ترجمہ یا تفسیر کریں گے میں اسے تسلیم نہیں کروں گا۔ تو فیصلہ کس طرح ہو گا؟ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نہ آپ اپنی مرضی کریں اور نہ میں اپنی مرضی کرتا ہوں، آپ بھی خود دیوبندی کہتے ہیں اور میں بھی دیوبندی ہوں، ہم دونوں دیوبند مسلک کے کسی مستند عالم دین مفسر قرآن کی تفسیر کا انتخاب کر لیتے ہیں، آپ بھی اس کے پابند ہو جائیں اور میں بھی ہو جاتا ہوں، تو ایسا کرتے ہیں کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ ''تفسیر معارف القرآن'' کا انتخاب کر لیتے ہیں، یقین جانیے کبھی بھی کوئی مماتی تیار نہیں ہو گا۔

اگر مماتی یوں کہے کہ یہ تفسیر درست نہیں تو آپ اس مماتی سے کہیں: کیوں؟ یہ تفسیر کیوں درست نہیں؟ کیا مفتی صاحب کو قرآن نہیں آتا؟ کیا وجہ ہے؟ آپ کیوں نہیں مانتے؟ آپ بھی ان کو اپنا بزرگ مانتے ہیں۔ اب یہاں پر المہند کی تو بات نہیں ہو رہی، قرآن کی بات ہو رہی ہے، مگر مماتی کبھی نہیں مانے گا۔ پھر آپ اس مماتی سے کہیں: بقول آپ کے مفتی شفیع صاحب کو تو تفسیر کا علم نہیں تھا، وہ صرف مفتی تھے، چلو! مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ والا ''معارف القرآن'' دیکھ لیتے ہیں، اس سے فیصلہ کر لیں گے، وہ تو دیوبند میں شیخ التفسیر رہ چکے ہیں۔

اگر مماتی اب بھی نہ مانے تو پھر مفتی عاشق الٰہی کی تفسیر ''انوار البیان'' کا نام لے لیں، پھر ''تفسیر عثمانی'' کا نام لیں، علماء دیوبند کی تفسیروں کے بعد شاہ عبد العزیز کی ''تفسیر عزیزی'' کا نام لیں، اس کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی کی ''تفسیر مظہری'' کا نام لیں، یقین مانیے! کوئی مماتی آپ سے اس طرح بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا، کیونکہ اس طرح ان کا اپنی مرضی سے تفسیر کرنے کا وہ طریقہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ شاہ صاحب تفسیر بالرائے کیا کرتے تھے اور ان کے حواری بھی اسی ڈگر پر چل رہے ہیں۔ احمد سعید ملتانی کے متعلق تو ''نغمہ توحید'' کے مدیر نے کتاب لکھ دی ہے۔ ''تفسیر یا تحریف'' مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ اصول احمد سعید نے شاہ صاحب سے ہی اخذ کیا ہے۔

یہی حال احادیث کے ساتھ شاہ صاحب کا تھا۔ مثلاً آپ ایک حدیث پیش کریں جس میں مسئلہ سماع موتی کا ذکر ہے اور اس کی تشریح میں بڑے بڑے محدثین:

☆...... امام شمس الدین کرمانی رحمہ اللہ (متوفی ۷۸۶ھ)
☆...... علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ)
☆...... علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ)
☆...... امام احمد بن محمد قسطلانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲۳ھ)
☆...... امام ملا علی قاری رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۱۴ھ)
☆...... علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۵۲ھ)

اور اہل السنت والجماعت کے جلیل القدر محدثین رحمہم اللہ کے اقوال سے ثابت کریں کہ حدیث ان محدثین کے نزدیک درست ہے اور اس حدیث کا یہ مفہوم اور مطلب محدثین نے سمجھا ہے یا اس حدیث سے یہ مسئلہ ان حضرات نے استنباط کیا ہے۔ شاہ صاحب کبھی بھی تسلیم نہیں کرتے، آج بھی آپ کسی مماتی سے تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ اس فرقہ کا ''قرآن، قرآن'' کہنا اسی طرح ہے جس طرح منکرین حدیث ''قرآن، قرآن'' کہتے ہیں یا منکرین فقہ ''حدیث، حدیث'' کہتے ہیں یا اہل تشیع اہل بیت کی محبت کا دعوئ کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔

ہر گمراہ فرقہ کوئی نہ کوئی ایسی بات تو ضرور کرتا ہے جس سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے۔

باب دوم

اس باب میں فرقہ مماتیت کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس باب کے مطالعہ سے اکابر کی مصالحتی کوششیں اور فرقہ مماتیت کی قیادت کی ہٹ دھرمی سے ان کاوشوں کی ناکامی کی مکمل تفصیل آپ کے سامنے آئے گی۔

تاریخ فرقہ مماتیت

قارئین کرام! فرقہ مماتیت کس طرح معرض وجود میں آیا، اس فرقہ کا تاریخی پس منظر کیا ہے، کس طرح اکابرین علماء دیوبند نے ان کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی لیکن یہ فرقہ اپنی ''میں نہ مانوں'' والی ضد پر اڑا رہا، ان تمام امور کی تفصیل فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''ھدایۃ الحیران فی جواہر القرآن'' میں بیان فرمائی ہے۔ افادۃً ہم اس کتاب سے اہم باب نقل کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۱۹۵۸ء سے پاکستان میں بعض مسائل وجہ نزاع اور سبب افتراق بنے ہوئے ہیں، بعض وہ علماء جو خود کو اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتے ہیں وہی اکابر دیوبند کی تحقیق سے ان مسائل میں اختلاف و انحراف کر رہے ہیں۔ ان مسائل میں سرفہرست ''مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے اور اس کی فرع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع عند القبر الشریف اور استشفاع من القبر المنیف کا مسئلہ بھی ہے، عالم برزخ اور قبر کے عذاب و ثواب کا مسئلہ بھی انہی مسائل میں شامل بلکہ متذکرہ مسائل کے لئے بمنزلہ اصل اصول کے ہے جن میں اختلاف شدت اختیار کر گیا ہے۔

نزاع کی ابتداء

اس نزاع کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ملک کے مشہور دینی مدرسہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری گجراتی نے داعی حضرات کی رواداری اور حسن سلوک اور تمام تر آداب مجلس سے قطع نظر کر کے اپنے خاص نظریات کی تبلیغ شروع کر دی اور اس خالص مسلک دیو بند کے سٹیج کو اپنے خصوصی نظریات کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ جس کا اسی موقع پر شدید رد عمل ہوا اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے مسلک اکابر دیو بند کی تائید و حمایت کرتے ہوئے علمی انداز میں باحوالہ مخالف مسلک و نظریات کی تردید اسی جلسہ عام میں کر دی۔ مگر افسوس معاملہ اسی پر ختم نہیں کیا گیا بلکہ اکابر دیو بند کے خلاف نظریات رکھنے والے گروہ علماء نے اپنے ذاتی نظریات کی ہر جگہ برملا تشہیر و تبلیغ شروع کر دی اور ملک کے طول و عرض میں یہ مسائل عوامی سطح پر مشتہر کر دیئے گئے۔

نزاع ختم کرنے کی کوشش

اس اختلاف کو سلجھانے اور عوام کو افتراق سے بچانے کے لئے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی قدس سرہ کی ثالثی کی تجویز بھی فریقین نے تسلیم کی اور دونوں ثالث حضرات نے فریقین کو اپنے اپنے موقف اور اس کے دلائل کے لئے خط بھی ارسال کیا۔ چنانچہ مولانا محمد علی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا لال حسین اختر مرحوم نے تحریری طور پر اپنے موقف کو مدلل کر کے ثالث حضرات کی خدمت میں بھیج دیا مگر دوسرے فریق نے اس سے پہلو تہی کی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی آگاہی کے لئے اس جگہ مذکورہ ثالثی کی ضروری تفصیل بیان کر دی جائے۔

تحفظ ختم نبوت کا شکریہ

یہ تفصیل مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کی اس قلمی فائل سے مرتب کی گئی ہے جو مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے دفتر میں موجود ہے اور اس فائل میں اس سلسلے کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ فریقین کی تحریرات محفوظ ہیں۔ یہ احقر (مراد فقیہ العصر مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ ہیں) مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں اور منتظمین کا بے حد شکر گزار ہے کہ انہوں نے یہ قیمتی معلوماتی فائل محفوظ رکھی ہوئی ہے اور استفادہ کے لئے احقر کے پاس بھیج دی۔ جزاھم اللہ خیراً!

محب محترم مولانا عبد الرحیم اشعر ناظم اعلیٰ مجلس ختم نبوت پاکستان خصوصیت سے احقر کے شکریے کے مستحق ہیں کہ ان کی توجہ اور عنایت سے اس علمی تحریر کی نقل مہیا ہو سکی جو مولانا محمد علی رحمہ اللہ اور مولانا لال حسین اختر مرحوم نے ثالث حضرات کی خدمت میں مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں ان کی طلب پر بھیجی تھی جس سے فریقین کے اختلاف و نزاع کا پتہ چلتا اور موضوع اختلاف کا تعین ہوتا ہے۔ ہم اس مفصل تحریر کی نقل افادہ عام کے لئے آگے چل کر ہدیہ ناظرین کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

معاہدہ سکھر

واضح ہو ۵ جنوری ۱۹۶۱ء کو سکھر کے ایک اجتماع میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور مولانا احتشام

الحق تھانوی ؒ کو فریقین مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر، مولانا غلام اللہ خان، مولانا سید عنایت اللہ شاہ نے درج ذیل تحریر پر دستخط کر کے ثالث تسلیم کرلیا تھا۔

ثالث نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

بخدمت گرامی حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا ظفر احمد عثمانی وحضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ہم مندرجہ ذیل فریقین نے مسئلہ حیات النبی ﷺ (حیات برزخی وحیات دنیوی) کے تصفیے کے لئے آپ دونوں بزرگوں کو حکم تسلیم کیا ہے، امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر مسئلہ مذکور میں فریقین کے دلائل سن کر جو فیصلہ فرمائیں گے فریقین اسے تسلیم کریں گے۔ مکرر آنکہ ہم نے آپ کو حکم تسلیم کر کے آپ کا فیصلہ ماننا باہمی تسلیم کرلیا ہے، ہم آپ کے فیصلے کے پابند ہوں گے، نہایت ادب سے التماس ہے کہ آپ ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخش کر موجودہ نزاع کو ختم کرنے میں امداد فرمائیں۔ یہ اجتماع سکھر میں ہوگا، تاریخ ۱۷، ۱۸ جنوری ۱۹۶۱ء مقرر کی گئی ہے۔ والسلام ...... المرقوم ۵ جنوری ۱۹۶۱ء

محمد علی جالندھری، بقلم لال حسین اختر، لاشئے غلام اللہ، عنایت اللہ

ہوا یہ کہ اس مقررہ تاریخ پر بوجہ وارنٹ گرفتاری مولانا محمد علی ؒ سکھر نہ پہنچ سکے اور ان تاریخوں میں سکھر میں اجتماع نہ ہوسکا۔ اس کے بعد مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ نے مناسب سمجھا کہ زبانی مناظرے اور گفتگو سے پہلے فریقین سے ان کے اپنے اپنے دعوے اور دلائل کی تحریر حاصل کرلی جائے تاکہ زبانی بحث ومناظرے اور فیصلے کے وقت اس سے مدد لی جاسکے۔ چنانچہ مجوزہ ان دونوں ثالث حضرات کا مکتوب گرامی جس کو انہوں نے اس مقصد کے لئے فریقین کی طرف ارسال فرمایا تھا حسب ذیل ہے:

ثالث حضرات کا مکتوب گرامی

محترم گرامی قدر مولانا محمد علی صاحب جالندھری السلام علیکم!

آپ نے مسئلہ حیات النبی ﷺ میں ہمیں ثالث تسلیم کیا ہے اس سلسلہ میں تحریر ہے کہ: (۱) آپ اپنا دعوی اور اس کے دلائل تحریر کر کے ارسال کریں اور اپنی تحریر کی دو کاپیاں بھیجیں، تاکہ ایک کاپی ہم دوسرے فریق کو روانہ کرسکیں۔ اسی طرح چار چار پرچہ تحریر کرائے جائیں گے۔ (۲) جو آپ تحریر کریں اس پر مولانا لال حسین اختر کے بھی دستخط ہوں، اگر مولانا لال حسین صاحب کو آپ سے کوئی اختلاف ہو تو وہ اپنا اختلافی نوٹ تحریر کریں۔ (۳) اس کا جواب دس روز کے اندر اندر روانہ کریں۔

دستخط ثالث حضرات...... ۱۴ فروری ۱۹۶۲ء (ترجمان اسلام ص ۱۳ لاہور، ۲۷ اپریل ۱۹۶۲ء)

فریقین کا ردعمل

اس مکتوب گرامی کے جواب میں مولانا محمد علی جالندھری ؒ نے دس روز کے اندر اندر موضوع ودلائل

سے متعلق مفصل تحریر لکھی اور اس پر مولانا لال حسین اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیقی تحریر بھی حاصل کر لی، وہ تحریر مع تصدیق مولانا لال حسین اختر ۲۴ اپریل ۱۹۶۲ء کو ثالث حضرات کی خدمت میں بھیج دی۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وصولیابی کی اطلاع دیتے ہوئے مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے ۷ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ کے گرامی نامے میں ارقام فرمایا: ''آپ کا خط مع مضمون حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم موصول ہوا''

اب سنئے کہ مذکورہ ثالث نامہ لکھنے والے دوسرے فریق مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس مکتوب گرامی کے جواب میں کیا طرز عمل اختیار کیا، چونکہ اسی مضمون کا مکتوب گرامی ثالث حضرات کی طرف سے دوسرے فریق کے نام بھی بھیجا گیا تھا اس کے جواب میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے تو حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کے نام اپنے طویل خط میں لکھا: ہم جماعتی فیصلہ کی پابندی میں سکھر کے معاہدہ (شرائط نامہ) کے مطابق موضوع مناظرہ (حیات برزخی و دنیوی) پر بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں اور فریق ثانی کے لئے اعلان کے مطابق مقام مناظرہ جامع مسجد کالری دروازہ گجرات ہوگا۔ ثالث حضرات اصول مناظرہ کے مطابق فریقین سے بالمشافہ موضوع مذکورہ پر دلائل کتاب اللہ، حدیث صحیح، اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم، اجتہاد و قیاس حضرت امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ سن کر اور باقاعدہ جرح فرما کر نقص و معارضہ وارد کر کے اصل حوالہ جات ملاحظہ فرما کر جو فیصلہ فرمائیں گے ہمیں منظور ہوگا۔ معاہدہ سکھر (شرائط نامہ) میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ثالث حضرات فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ فرمائیں گے، واقعی مسائل کے اختلاف و نزاع میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالمشافہ گفتگو کا ہے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ۲۴ اپریل ۱۹۶۲ء کے اپنے خط میں مولانا احتشام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کو لکھا: تحریری مناظرہ اندریں حالات کہ یہ مسئلہ اب ہر جگہ پہنچ چکا ہے اور خواص تو خواص عوام بھی منتظر ہیں کہ ہم بھی دلائل سنیں گے، اب آپ کے ارشاد سے مولوی محمد علی اور اس کی جماعت کا مقصد پورا ہو گیا کہ سامنے بھی نہ آئیں اور بدنام کرنے کے لئے پوری طرح سازش کرتے رہیں، عوام و خاص کو بے خبر رکھیں، لہٰذا میں عرض کرتا ہوں کہ مناظرہ تو سامنے ہوگا، ہر فریق کے علماء کرام جمع ہوں گے اور کتابیں ساتھ ہوں گی، دلائل پر جرح اور قدح ہوگی بلکہ لوگوں کو موقع عنایت فرمائیں وہ صرف مناظرہ سن سکیں تاکہ لوگوں کو صادق و کاذب معلوم ہو سکے۔ (پمفلٹ ''بار بار عہد شکنی،، حبیب الرحمٰن ناظم جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ راولپنڈی)

تبصرہ: ثالث نامے میں فریقین کے اجتماع کا مقام سکھر مقرر کیا گیا تھا، مگر ثالث حضرات کے مکتوب گرامی کے جواب میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب مقام مناظرہ جامع مسجد کالری دروازہ گجرات مقرر کر رہے ہیں، یہ تبدیلی کیسے کر دی گئی؟

مختصراً اس کی حقیقت یہ ہے کہ سکھر کے معاہدہ کے علاوہ درمیان میں ایک اور مناظرہ کے انعقاد کے لئے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب (چکوال) سے مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری کی خط و کتابت شروع ہو چکی تھی، اس مناظرے کے لئے؛ جس میں حضرت قاضی صاحب مناظر ہوتے؛ مقام جامع مسجد کالری دروازہ گجرات مقرر کیا جا رہا تھا اور حضرت قاضی صاحب موصوف کی طرف سے ثالث بنا کر انہیں دو بزرگوں کو گجرات لانے پر اصرار کیا جا رہا تھا۔ لیکن یہ ایک بالکل مختلف اور علیحدہ مناظرہ تھا، حضرات ثالثان کے مذکورہ مکتوب گرامی کے جواب میں اس نئے مناظرے کے مقام کا ذکر بے تعلق اور اجنبی تھا۔ اصل مناظرہ معاہدہ سکھر کے مطابق سکھر میں ہی ہونا تھا یا پھر

ثالث حضرات کی تجویز کے مطابق کسی مقام پر ہوتا اور اس میں فریقین یہی اشخاص ہوتے جنہوں نے سکھر میں ثالث نامے پر دستخط کر کے ان دونوں بزرگوں کو ثالث تسلیم کیا تھا۔

مولانا غلام اللہ خان کے خط سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس مناظرے کو تحقیق مسئلہ کے طور پر نہیں بلکہ عوامی سطح پر ہار جیت کا مسئلہ بنانا چاہتے تھے اور ثالث حضرات کی تجویز کے خلاف عوام کے سامنے مناظرہ کرنا چاہتے تھے اور فریقین میں سے کسی کے صادق و کاذب معلوم کرنے کا مدار عوام پر رکھنا چاہتے تھے۔ گویا ان کے نزدیک یہ حضرات علماء مسلمہ فریقین مناظرے کے ثالث نہیں تھے اور نہ ان کے فیصلہ پر مدار تھا بلکہ عوام پر ثالثی کردار کی ذمہ داری ڈالنا چاہتے تھے۔

ان دونوں کے خطوط کے جواب میں مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ کا گرامی نامہ جس پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے دستخط بھی ثبت ہیں اور ۲۴ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ کی تاریخ تحریر ہے، مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے نام بدیں مضمون جاری ہوا:

مکتوب گرامی مولانا احتشام الحق تھانوی

گرامی قدر جناب مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری السلام علیکم!

یہاں سے رخصت ہوتے وقت آپ کا پرچہ اور بعد میں ایک تار ملا جس میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ آپ تحریری مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ میری تحریر کا مدعٰی نہیں سمجھے۔ اس کا مقصد تحریری مناظرہ کرنا نہ تھا جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا بلکہ دونوں فریق کی طرف سے اپنے اپنے مدعٰی کی وضاحت مطلوب تھی تاکہ زبانی بحث میں اس سے مدد لی جاسکے اور فیصلے کے وقت دستخط شدہ ذمہ دارانہ تحریر ہمارے پاس ہونی چاہئے تاکہ اس میں کسی فریق کے ردوبدل اور انکار کا امکان نہ رہے۔ لہٰذا میں آپ کو یہ خط اس لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ خط ملنے کے دس روز کے اندر اندر اپنا مدعٰی دلائل کے ساتھ لکھ کر بھیج دیجئے تاکہ ہم قریبی مدت میں اجتماع کی کوئی تاریخ مقرر کرلیں اور ٹنڈو اللہ یار میں مولانا ظفر احمد صاحب کی موجودگی میں دونوں فریق کی زبانی گفتگو کا اندازہ کیا جاسکے۔ مجھے امید ہے کہ تحریری مناظرے کی جو غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی، وہ میری اس تحریر سے دور ہوگئی ہوگی۔

والسلام......احتشام الحق تھانوی ۲۴ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ

دستخط......مولانا ظفر احمد عثمانی

نوٹ:......میرے پہلے خط کے جواب کی اب ضرورت نہیں۔ظفر احمد عثمانی

ثالث حضرات کا مقصد

ثالث حضرات کے اس خط سے واضح ہوگیا کہ ان حضرات کا مقصد تحریری مناظرہ نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ مناظرہ زبانی ہی ہوگا۔ فریقین سے تحریری مضمون پہلے اس لئے طلب کیا گیا تھا کہ زبانی بحث میں اس سے مدد لی جاسکے اور فیصلے کے وقت فریقین کے دستخط شدہ مضامین ان کے پاس ہوں اور اس طرح کسی فریق کے لئے ردوبدل اور انکار کی گنجائش نہ رہے۔ مگر اس وضاحتی خط کے بعد بھی تحریری مناظرے کی جو غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی وہ دور نہیں ہوسکی

اور ثالث حضرات کے بار بار طلب کرنے پر بھی اپنے دعوے اور دلائل پر مشتمل وہ مطلوبہ تحریر مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے ثالث حضرات کی خدمت میں نہیں بھیجی۔ اس وجہ سے نہ تو فریقین کا زبانی مناظرہ ہی ہوسکا اور نہ ہی ثالث حضرات کو اپنا ثالثی کردار ادا کرنے اور فیصلہ دینے کا موقع مل سکا۔ کیا اچھا ہوتا کہ ثالث حضرات کی تجویز کے مطابق فریقین کا دعوی مع دلائل منضبط ہوجاتا اور کسی فریق کے لئے بھی اپنے دعوے کے بدلنے اور روزمرہ نئے نئے دعوے کرنے کا موقع نہ رہتا اور اس طرح آنے والی نسلوں اور اپنے اپنے معتقدین ومتوسلین کے لئے بھی اس مسئلے میں فریقین کے اختلاف ونزاع اور دلائل میں غور وفکر کا سامان جمع ہوجاتا۔

پھر اس تحریر کے بعد حسب تجویز ثالث حضرات اور بقول مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور طریقہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطابق فریقین کا زبانی مناظرہ ثالث حضرات کی موجودگی میں ہوتا تو یقیناً مولانا غلام اللہ خان صاحب کی زبان میں صادق اور کاذب کا علم ہوجاتا اور صرف اس مجلس مناظرہ ہی میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے وہ تحریریں صادق اور کاذب ہونے پر گواہ رہتیں۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا اور اس کا اصل سبب بھی معلوم نہ ہوسکا کہ ایک فریق نے اپنے مدعٰی کو مع دلائل کے ضبط وتحریر میں لانے سے راہ فرار کیوں اختیار کی؟ اگر تحریری مناظرہ سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف تھا تو پھر بالمشافہ گفتگو اور زبانی مناظرے میں ثالث کا باقاعدہ جرح ونقض اور معارضہ وارد کرنا وغیرہ جن امور پر مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب اپنے خط مذکورہ میں اصرار کررہے ہیں، سنت نبوی اور طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عین مطابق ہوں گے؟ اور مناظرہ نبوی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناظروں میں اسی طرح ثالث بنائے جاتے ہوں گے؟

بامقصد مناظرے سے گریز

ثالث حضرات کے درست اور جائز اقدام میں رکاوٹ ڈال کر بامقصد مناظرے سے فرار کی راہ اختیار کرنے کا مقصد نہ معلوم کیا تھا؟ جب کہ ثالث حضرات زبانی مناظرہ کرانے کے لئے بھی آمادہ تھے اور اس کا اظہار ان دونوں بزرگوں نے اپنی تحریر میں بھی کردیا تھا۔ اگر پہلے مطلوبہ تحریر دے دی جاتی تو کیا کسی شرعی دلیل سے یہ ناجائز ہوتا؟ اور ثالث حضرات کا اس کو طلب کرنا کیا ناجائز تھا؟ اس کے بعد زبانی مناظرے کی سنت پر بھی عمل کرکے اپنا شوق پورا اور ثواب حاصل کرلیا جاتا۔

بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایسی تحریر کے دینے سے انکار وفرار کہ جس میں دعوی اور دلائل منضبط ہوں اس لئے تھا کہ فریق مخالف یا ثالث حضرات میں سے کوئی شخص ان پر گرفت نہ کرسکیں اور کسی طرح کی ان پر حجت قائم نہ ہوسکے۔

فریقین کے دلائل پر جس قسم کے نقض ومعارضہ کا مطالبہ اپنے جوابی خط میں مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے ثالث حضرات سے کیا تھا از راہ انصاف اس کا تقاضا بھی یہی تھا کہ فیصلے کے وقت فریقین کا دعوی اور دلائل ثالث حضرات کے ذہن میں مستحضر ہوں، اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد بہ نسبت زبانی مناظرے کے تحریر سے بہتر طریقے سے حاصل ہوسکتا تھا۔ ایک طرف تو ثالث حضرات سے دلائل پر معارضہ اور نقض وجرح کا مطالبہ کیا جارہا تھا اور ان پر یہ بھاری ذمہ داری ڈالی جارہی تھی کہ وہ اصول مناظرہ کے مطابق فریقین سے نہ صرف یہ کہ دلائل سن کر بلکہ ان پر

با قاعدہ جرح اور نقض و معارضہ وارد کر کے اور اصل حوالہ جات ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرمائیں اور دوسری طرف اس ذمہ داری کے تقاضوں سے گریز کیا جا رہا تھا۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب کی کوشش

اِنہی ایام میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے۔ حضرت موصوف نے اپنے حکیمانہ انداز اور تحریر و بیان سے فریقین کے عمائد کو ایک متفقہ تحریر پر دستخط کرنے کے لئے آمادہ کرلیا، چنانچہ حسب ذیل تحریر پر اس وقت کی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ پاکستان کے صدر مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ اور ناظم اعلیٰ مولانا غلام اللہ خان صاحب راجہ بازار راولپنڈی، اور دوسری طرف سے مولانا محمد علی جالندھری مرحوم، حضرت مولانا قاری طیب صاحب موصوف کے دستخط ثبت ہیں۔ اس مسلمہ فریقین تحریر کو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء سے بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، جو یہ ہے:

فریقین کی مسلمہ تحریر

''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

اس تحریر میں برزخ سے ''قبر شریف'' کا مراد ہونا اور روح مبارک کے تعلق سے دنیا والے جسدِ اطہر میں حیات کا حصول، پھر اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس کے پاس سے صلوۃ وسلام سننے کو واضح طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔

مسلمہ تحریر سے انکار

چونکہ یہ تحریر اصل اختلاف اور نزاع قائم کرنے والے بزرگ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی مرضی کے موافق نہیں تھی اس لئے انہوں نے اس سے سخت اختلاف کیا، باوجودیکہ ان کی جماعت کے اعلیٰ عہدہ دار، صاحب صدر اور ناظم اعلیٰ دونوں نے اس تحریر کو منظور کرلیا تھا اور اسی روز راولپنڈی کے جلسہ عام میں اس مصالحت کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا، مگر شاہ صاحب موصوف کی بے جا ضد اور شدت نے اس معاملہ کو پھر الجھا دیا اور ملک میں بدستور اختلاف وافتراق کی فضاء قائم رہی بلکہ بڑھتی چلی گئی۔ پھر اس کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب ﷫ کے حکم کے مطابق خیر المدارس ملتان میں علماء فریقین کا مصالحت کے لئے اجتماع ہوا مگر نتیجہ بجائے اتحاد و اتفاق کے نزاع وجدال اور ہاتھا پائی کی صورت میں نکلا اور بڑی تلخی و بدمزگی کی حالت میں یہ اجتماع ختم ہوا اور اندازہ ہوگیا کہ کسی طرح کی مصالحتی گفتگو نتیجہ خیز تو کیا ثابت ہوگی بلکہ مزید تلخی کا باعث ہوگی اس طرح مجلسی شریفانہ گفتگو سے بھی ناامیدی ہوگئی۔

سمجھوتہ راولپنڈی کی تفصیل

۲۶، اپریل ۱۹۶۲ء کو حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے اور باہمی صلح کا آغاز ہوا، حضرت قاری صاحب نے اپنے پہلے خط میں مولانا غلام اللہ خان صاحب کو حسب ذیل مشترکہ عنوان لکھا: ''نبی کریم ﷺ جسمانی طور پر برزخ میں حیات ہیں''

مولانا غلام اللہ خان نے اس کے جواب میں اس عنوان کو رد کئے بغیر ایک اور عنوان تجویز کر کے قاری صاحب کی خدمت میں ارسال کیا مگر حضرت قاری صاحب نے اپنے تجویز فرمودہ عنوان کو ہی راجح خیال فرمایا۔ چنانچہ اس عنوان سے مولانا غلام اللہ خان، مولانا قاضی نور محمد، مولانا شمس الدین، مولانا عنایت اللہ شاہ نے کلی اتفاق کر کے اور چاروں حضرات نے اس پر دستخط کر کے حضرت مولانا قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا، مگر دوسرے حضرات نے اس عنوان سے اتفاق نہیں کیا۔ بالآخر فریقین کی خط وکتابت اور گفت وشنید کے بعد ۲۲ جون ۱۹۶۲ء یوم الجمعہ کو دونوں جانب کے اکابر حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھوی اور مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا مفتی عبدالرشید صاحب، حضرت قاری محمد طیب صاحب کی قیام گاہ مدرسہ حنفیہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی میں جمع ہوئے۔ اس مجلس میں حضرت قاری صاحب نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کا مخلص ''قدر مشترک'' دونوں جانب کے ان ذمہ دار حضرات کے سامنے رکھا۔ دونوں حلقوں نے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ ''قدر مشترک'' کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس ''قدر مشترک'' کی تحریری یادداشت پر جو حضرت قاری صاحب نے اپنے دستخطوں سے پیش کی، فریقین نے دستخط فرما دیئے، اس یادداشت کا متن حسب ذیل ہے:

''عامۃ المسلمین کو فتنہ وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلے کے ہر دو فریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں، یہ مسئلے کا ''قدر مشترک'' ہوگا، ضرورت پڑنے پر اسے عوام کے سامنے پیش کر دیا جاوے۔ تفصیلات پر زور نہ دیا جائے، عبارت مجوزہ حسب ذیل ہے: ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوۃ وسلام سنتے ہیں۔''

محمد طیب، حال وارد راولپنڈی ۲۲/جون ۱۹۶۲ء

محمد علی جالندھری، لاشئے غلام اللہ خان، نور محمد جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ ۱۸/محرم ۱۳۸۲ھ

(ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ/اگست ۱۹۶۲ء)

راولپنڈی کے اس اجتماع کے پروگرام کی اطلاع مولانا غلام اللہ خان صاحب نے مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو پہلے ہی دے دی تھی۔ چنانچہ قاضی نور محمد صاحب اور مولانا قاضی شمس الدین صاحب ۲۱/جون ۱۹۶۲ء جمعرات کو راولپنڈی پہنچ گئے تھے، مگر قاضی شمس الدین صاحب نے راولپنڈی پہنچنے کے بعد مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کو راولپنڈی فی الحال نہ آنے کا ٹیلی فون کرا دیا اور خود پنڈی گھیپ جلسے پر تشریف لے گئے۔ اس لئے موخر الذکر دونوں حضرات اس اجتماع میں شریک نہیں ہوئے۔ مگر چونکہ قاضی شمس الدین صاحب اپنے خطوط میں اس مختصر مجوزہ عبارت کی کافی تفصیل لکھ کر مولانا محمد علی جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے، اس لئے یہ عبارت بالا ان کی بھی مسلمہ سمجھی گئی اور قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب دونوں حضرات قاضی شمس الدین صاحب کی طرف سے مطمئن تھے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

البتہ اس موقع پر سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کے راولپنڈی اس اجتماع میں شریک نہ ہو سکنے کا خلاء پُر نہیں ہو سکا، حالانکہ ۲۲ رجون کو جمعہ کے دن صبح ۸ بجے ان کو گجرات فون کیا گیا تھا کہ فوراً راولپنڈی پہنچ جائیں۔ کسی دوسرے آدمی کی وساطت سے یہ فون کیا گیا تھا اس لئے شاہ صاحب کو دس بجے اس کی اطلاع ملی۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے بارہ میں مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب سے اس صلح کی مجوزہ مذکورہ عبارت پر دستخط لینے اور شاہ صاحب بخاری کو اس صلح کی پابندی کرانے کی ضمانت حاصل کرنے کی غرض سے ایک تحریر کا مطالبہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب کے فرمانے اور مسودہ پیش کرنے پر حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارے میں حسب ذیل تحریر پر دستخط کر کے حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دے دی، جس کا متن **بلفظہ** حسب ذیل ہے: ''ہم اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے بھی اس تحریر پر دستخط کرائیں جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات پر تقریر نہ کرائیں گے اور اگر کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم انہیں اس بارے میں مدد نہ دیں گے۔'' نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ ۱۸ رمحرم ۱۳۸۲ھ

لاشئے غلام اللہ

مجلس اشاعۃ التوحید والسنۃ کی توثیق

چونکہ جناب مولانا قاضی نور محمد صاحب صدر امیر اشاعۃ التوحید والسنۃ اس فیصلے کے بعد ۲۵ رجون ۱۹۶۲ء کو دنیا سے رحلت فرما گئے تھے، اس لئے ۲۲ رجولائی ۱۹۶۲ء کو جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کو جو خصوصی اجتماع زیر صدارت حضرت مولانا خدا بخش صاحب سجادہ نشین حضرو منعقد ہوا، اس میں قاضی نور محمد صاحب مرحوم کی جگہ مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کو امیر (صدر) منتخب کیا گیا۔ جمعیت کے اس نمائندہ اجتماع میں ۸۴ علماء کرام کو مختلف اضلاع سے دعوت دی گئی تھی۔ اس میں بھی ''مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ'' کے زیر عنوان اس سمجھوتے کی توثیق اور اس سے متعلق درج ذیل لفظوں میں قرارداد منظور کی گئی، جس کا متن حسب ذیل ہے:

(۳) جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کا یہ اجتماع اس بات کا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی تمام جماعت کو اس کی پابندی کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی ہے، اسے قائم رکھا جائے اور اسے ہرگز نہ توڑا جائے (مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے) ہماری جماعت جس طرح پہلے متحد ہو کر اشاعۃ التوحید والسنۃ کا کام کرتی رہی ہے، اسی طرح کرتی رہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۵۳، بابت اگست ۱۹۶۲ء)

جمعیت کی اس قرارداد سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب کی تجویز کردہ عبارت پر فریقین کے درمیان جو صلح ہوئی، وہ کسی شخص واحد یا چند اشخاص کے مابین نہیں بلکہ اس کو بحیثیت جماعت کے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے نہ صرف یہ کہ تسلیم وقبول کیا بلکہ اس پر عمل کرنے اور اسے قائم رکھنے کے لئے اپنی تمام جماعت سے درخواست بھی کی تھی۔ فریقین کی متفقہ اس عبارت میں چونکہ ''برزخ'' سے ''قبر شریف'' کا مراد ہونا اور

روح مبارک کے تعلق سے دنیوی جسد اطہر میں حیات کا حصول اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس کے پاس سے صلوۃ وسلام سننے کو فریقین نے واضح طور پر تسلیم کرلیا تھا اور یہ مقصد پہلی مجوزہ عبارت سے حاصل نہیں ہو رہا تھا اس لئے معاہدہ سکھر میں جو ثالثی تحریر برزخی حیات و دنیوی حیات میں نزاع کے فیصلے سے متعلق فریقین نے لکھی تھی، راولپنڈی کے اس سمجھوتے سے اس کا مقصد بھی پورا ہو گیا تھا اور فیصلہ ہو گیا تھا کہ عالم برزخ میں حاصل ہونے والی حیات دنیوی کہنے والوں کی مراد صرف یہ ہے کہ: ''دنیوی جسد اطہر میں مبارک روح کے تعلق سے وہ حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوۃ وسلام آپ ﷺ سنتے ہیں'' جس کو سمجھوتے کی عبارت بالا میں فریقین نے صراحۃ تسلیم کرلیا تھا اور مرکزی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ نے اپنے محولہ بالا اجلاس میں بطور قرارداد کے منظور کر کے اس کی پابندی کی اپنی پوری جماعت سے درخواست کی تھی۔

اقتباس از مکتوب قاضی شمس الدین بنام مولانا محمد علی جالندھری

از شمس الدین گوجرانوالہ

محترم حضرت مولانا صاحب السلام علیکم!

کافی مدت کے بعد نوازش نامہ ملا، یاد آوری کا شکریہ......... آپ جب یہ معلوم کر چکے کہ ہماری جماعت مسئلہ حیات النبی ﷺ میں یہ تسلیم کرتی ہے کہ رسول کریم ﷺ اس جہان سے رحلت فرمانے کے بعد قبر مبارک میں زندہ ہیں، جسد اطہر تغیرات سے بالکل صحیح وسالم، محفوظ ہے، روح یا ایک غیر مدرک بالکنہ تعلق بھی جسد اطہر سے ہے اور آپ ﷺ قبر کے نزدیک سے صلوۃ وسلام سنتے ہیں گو روح اطہر کا مقام اعلیٰ علیین ہے، جیسا کہ علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے اس کی تصریح فرمائی ہے، تو اب ہماری عام جماعت سے آپ لوگوں کا کیا اختلاف باقی رہا؟

ہم میں سے بعض حضرات جن کے متعلق آپ کو معلوم ہے حیات روحانی کے قائل ہیں، ہمارے پاس کوئی ایسی پاور ہے نہیں کہ ان کو ہم اپنا ہم مسلک بنا سکیں۔ ان حضرات سے ہمارے تعلقات مسئلہ توحید کی اشاعت کی بناء پر قائم ہیں، وہ ٹوٹ نہیں سکتے۔ بایں ہمہ ہم آپ حضرات سے بھی پرانے تعلقات خوشگوار ہی چاہتے ہیں۔ اگر آپ لوگ از راہ کرم اس استدعا کو منظور فرمالیں تو اس میں اسلام، اہل اسلام اور جماعت علماء دیوبند کا بھلا اور خیر خواہی ہوگی۔ والسلام! احقر شمس الدین (از قلمی فائل مولانا محمد علی جالندھری مرحوم)

اقتباس مکتوب ثانی مولانا قاضی صاحب موصوف

از احقر شمس الدین از گوجرانوالہ

محترم حضرت مولانا صاحب السلام علیکم!

(تمہیدی مضمون کے بعد) احقر اپنا مسلک پھر عرض کر دیتا ہے کہ اس سے آپ کو قریب آنے کا موقع ملے اور کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں اور جب ہمارے قریب آنے کی ہم پر نوازش کریں تو ہمیں سمجھ کر کریں کہ ہم یہ کچھ ہیں:

(۱) آنحضرت ﷺ کو موت انقباض روح اور انجذاب روح فی القلب سے نہیں بلکہ خروج روح اور نزع روح طیب سے ہوئی۔ (صحیح بخاری ص ۶۳۸، فی ھذا نزع ذوحۃ)

(۲) پھر قبل از یوم قیامت اعادہ روح الی الجسد الاطہر بمعنی نفخ فی الجسد نہیں، قرآن کریم کی نص قطعی اس پر ناطق ہے: ''فَیُمسِکُ الَّتِي قَضٰی عَلَیھَا المَوتَ''

(۳) اگر کوئی خبر واحد صحیح بھی ان کے خلاف آ جاوے تو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں کریں گے جس کی علماء اصول اجازت نہیں دیتے، البتہ اس کی کوئی صحیح تاویل اور محمل نکالیں گے۔

(۴) روح طیب کے اعلیٰ علیین میں ہوتے ہوئے اس کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق (جس کی کنہ اور پوری کیفیت ہم نہیں جانتے) تسلیم کرتے ہیں جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز، علامہ ابن قیم وغیرہم نے لکھا ہے۔

(۵) آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس، قبر اطہر کے پاس سے آنحضرت ﷺ کے سماع کے (جیسا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابن ہمام نے لکھا ہے) قائل ہیں۔ (از قائل مولانا محمد علی مرحوم)

محترم جناب مولانا قاضی شمس الدین موصوف کے مذکورہ بالا دونوں خطوط اس کا واضح ثبوت ہیں کہ آں موصوف سمجھوتہ راولپنڈی کی تجویز شدہ عبارت بالا سے بالکل متفق تھے اور مجوزہ عبارت ان کی مسلمہ تھی۔

اشاعۃ التوحید والسنۃ کی قرارداد پر تبصرہ

البتہ مرکزی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کی قرارداد مذکورہ میں حسب ذیل فقرے کا مفہوم قابل غور ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے: ''مگر یہ کہ فریق ثانی صلح کے خلاف کسی قسم کا اقدام کرے،، غور طلب بات یہ ہے کہ صلح تو بغیر کسی شرط کے عقیدے مذکورہ کو تسلیم کرنے پر ہوئی، پھر اس قرارداد میں اس صلح کے بقاء کو دوسرے فریق کے صلح کیخلاف کسی قسم کے اقدام نہ کرنے پر معلق کیوں کیا گیا تھا؟ اگر اس عقیدہ کو حق سمجھ کر تسلیم کیا جارہا تھا اور اس کو حقیقت واقعہ کے طور پر قبول کرلیا گیا تھا تو دوسرے فریق کی طرف سے صلح کے خلاف کسی قسم کے اقدام سے کیا اس عقیدہ حقہ سے انحراف درست ہوگا؟ کیونکہ راولپنڈی کے سمجھوتے میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی تجویز کردہ جس عبارت پر فریقین کے درمیان صلح ہوئی تھی جس کے قائم رکھنے اور اس پر پابندی کرنے کی درخواست مرکزی جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ اپنی تمام جماعتوں سے اس قرارداد میں کر رہی تھی، اس میں نفس مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع عندالقبر کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔

یہ تحریر نفس مسئلہ سے متعلق تھی، بظاہر نظر اس کے کسی شرط پر معلق ہونے کا کوئی معنی نہیں مفہوم ہوتا، اور اگر اس فقرہ کا تعلق حضرت قاری صاحب کی اس دوسری تحریر سے ہو جس کا تعلق مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے اس تحریر پر دستخط کرانے اور بصورت دستخط نہ کرنے کے ان سے برأت کا اعلان کردینے اور اپنے جلسوں میں مسئلہ حیات النبی ﷺ پر ان سے تقریر نہ کرانے اور ان کے مناظرے میں ان کی مدد نہ کرنے سے تھا، تو بھی یہ بات قابل فہم معلوم نہیں ہوتی۔ اوّل تو اس لئے کہ وہ تحریر ۸ جولائی ۱۹۶۲ء کو کالعدم قرار دے گئی تھی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے اور ۱۳ر جولائی کی صلح ابھی تک ہوئی نہیں تھی۔

دوسرے اس لئے کہ نفس مسئلہ سے متعلق پہلی تحریر کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا کہ جو شخص بھی اس مسلمہ فریقین عقیدے اور سمجھوتے کے خلاف تحریر وتقریر اور مناظرے وغیرہ میں مشغول ہو اس کے ساتھ کم سے

کم عدم تعاون کا سلوک اور برتاؤ کرنا چاہئے تاکہ فریقین کی یہ صلح دائم اور قائم رہ سکے اور جماعت فتنہ، انتشار وافتراق سے محفوظ رہے۔

چونکہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے پہلی تحریر پر جو مسئلہ سے متعلق تھی، دستخط کرنے سے انکار کردیا اور اب دوسری تحریر کا تقاضا تھا کہ ان سے براءت کا اظہار کردیا جاتا، مگر ہوا یہ کہ مولانا غلام اللہ صاحب، قاضی شمس الدین صاحب وغیرہ حضرات ۷ رجولائی ۱۹۶۲ء کو لاہور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی خدمت میں پہنچے اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں جو تحریر لکھی گئی تھی اس کے منسوخ کرانے کی کوشش کی کیونکہ بقول ''تعلیم القرآن'' اس تحریر کی وجہ سے صلح نامہ میں توازن قائم نہیں رہا تھا۔ اس لئے حضرت مہتمم صاحب نے ہندوستان کی روانگی کے دن یعنی ۸ رجولائی ۱۹۶۲ء کو بمقام لاہور اسے کالعدم قرار دے دیا۔ (ص ۵۳)

اس کی تفصیل حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی تحریر کے ذریعے آگے آرہی ہے، اس جگہ اتنا عرض کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ۸ رجولائی کو سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے بارہ میں اس تحریر کے منسوخ ہوجانے کے باوجود ۲۲ رجولائی ۱۹۶۲ء کے اجلاس میں جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ میں اس صلح کو برقرار رکھا گیا اور نفس مسئلہ پر صلح قائم رہی۔ مقام مسرت ہے کہ دوسری تحریر کی وجہ سے پہلی تحریر کو منسوخ نہیں سمجھا گیا، جیسا کہ جمعیت کی مذکورہ قرارداد نمبر ۳ سے واضح ہے۔

مسئلہ حیات النبی ﷺ پر صلح کی تکمیل

بمقام خیر المدارس ملتان بتاریخ ۱۳ رجولائی ۱۹۶۲ء

مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری چونکہ راولپنڈی کی صلح میں موجود نہیں تھے، اس لئے عبارت نمبر ۲ تحریر ہوکر اس پر مولانا قاضی نور محمد صاحب مرحوم اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کے دستخط کرائے گئے تھے مگر سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے عبارت نمبر ۱ پر، جس میں نفس مسئلہ حیات تحریر کیا گیا تھا، دستخط کرنے سے انکار کردیا تھا اور حضرت قاری صاحب سے بمع قاضی شمس الدین صاحب اور دیگر احباب کے ان کی روانگی ہندوستان سے ایک دن قبل ملاقات کی اور عبارت نمبر ۲ کی تنسیخ کی نسبت درخواست کی، اس پر حضرت قاری صاحب نے حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے نام حسب ذیل گرامی نامہ لکھ دیا:

گرامی نامہ مولانا قاری محمد طیب

بملاحظہ گرامی حضرت المخدوم مولانا خیر محمد صاحب مدفیوضہم

سلام مسنون! آنکہ عرض ہے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے سلسلہ میں راولپنڈی میں مصالحت ہوئی تو اس میں دو تحریریں مرتب ہوئی تھیں، جس پر فریقین کے ذمہ داروں کے دستخط ہوئے تھے۔ ایک تحریر نفس مسئلہ اور اس کے قدر مشترک کے بارہ میں تھی اور دوسری مولانا سید عنایت اللہ صاحب کے بارے میں۔ اس دوسری تحریر کے سلسلہ میں کچھ پیچیدگیاں پیدا ہوگئی ہیں اور اندازہ یہ کیا جارہا ہے کہ اس میں توازن باقی نہیں رہتا اور بہت ممکن ہے کہ عملی میدان میں اس کی پابندی دشوار ہوجائے اور اس سے معاہدہ شکنی کا کسی فریق پر الزام آئے۔ اس لئے احقر کے خیال

میں مناسب یہ ہے کہ آں محترم ہر دو جانب کے حضرات کو جمع کر کے اس دوسری تحریر کی بجائے ایسا عملی معاہدہ قلمبند کر دیں جس سے یہ مصالحت بھی برقرار اور کوئی ایک فریق پابند اور مقید ہو کر نہ رہ جائے، آپ کی سرکردگی میں اگر فریقین اس تحریر کو (جو عمل کے دائرہ کی ہے) ختم کر کے دوسری تحریر مرتب کریں تو بندہ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا بلکہ جب تک دوسری تحریر مرتب نہ ہو احقر کی رائے میں اس تحریر ثانی کو کالعدم تصور کیا جائے اور اس لئے جدید مرتب کرانے میں امکانی حد تک عجلت سے کام لیا جائے۔ والسلام......محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیو بند ۸ رجولائی ۱۹۶۲ء

اس پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے فریقین کے پانچ پانچ حضرات کو خیر المدارس ملتان میں بتاریخ ۳۱ رجولائی جمع فرمایا۔ حضرت قاری صاحب کے اس گرامی نامہ کو نقل فرما کر تحریر فرمایا: ''چنانچہ میں نے آج کے لئے فریقین کو بلایا، اس موقع پر مولانا محمد علی جالندھری نے سوال کیا کہ جب مسئلہ میں دو فریق کا ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ نے دونوں فریق کے پانچ پانچ کس بلائے ہیں، دوسرے فریق سے ان حضرات (مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب اور انکی جماعت) کی کون لوگ مراد ہیں؟ بعض لوگ ہمیں بتاتے رہے کہ آپ یوں فرماتے رہے کہ مسئلہ حیات میں ہمارے مخالف کوئی نہیں صرف احرار سے ہمارا مقابلہ ہے، اس پر مولانا غلام اللہ خان اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ غلط ہے، ہم نے کبھی احرار کو اپنا مقابل نہیں کہا بلکہ دونوں فریق سے ہماری مراد مسئلہ حیات میں دو رائے رکھنے والے ہیں، ہم اور ہم سے سب اختلاف کرنے والے مراد ہیں۔ اس بات سے صلح میں فائدہ ہوا۔

قاری صاحب کے خط کی عبارت، جس میں درج ہے کہ جب تک دوسری تحریر مرتب نہ ہو احقر کی رائے میں اس تحریر ثانی کو کالعدم تصور کیا جائے، ایک فریق نمبر ۲ کو منسوخ سمجھتا ہے اور دوسرا دوسری تحریر کرنے تک التواء سمجھتا ہے اور منسوخ ہونا قبول نہیں کرتا، جس کی وجہ سے صلح کی صورت خطرہ میں پڑتی نظر آتی ہے، اس پر میں یہ بیان مرتب کرتا ہوں فریقین اس پر دستخط کر دیں:

نزاع مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق حضرت مولانا قاری طیب صاحب نے فیصلہ کیا تھا، پھر لاہور میں قاری صاحب نے مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کے متعلق جو لکھا تھا اس کو کالعدم قرار دیا جب تک تحریر ثانی پر فیصلہ نہ ہو جائے اور اس معاملہ کو خیر محمد پر چھوڑا گیا۔ اس پر قرار پایا کہ مولانا عنایت (اللہ) شاہ صاحب مولانا غلام اللہ خان صاحب کے جلسہ اور طلباء کے سامنے کبھی مسئلہ حیات النبی ﷺ پر تقریر نہیں کریں گے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب ان سے اپنی براءت نہیں (کریں) گے اور ان کے ساتھ مناظرہ میں شریک ہو سکیں گے۔ نیز قرار پایا کہ موجودہ تلخی دور کرنے کے لئے مولانا غلام اللہ خان اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب مع اپنی جماعت کے اور مولانا محمد علی صاحب اور مولانا لال حسین صاحب مع اپنی جماعت کے کسی سٹیج پر اور نہ کسی مدرسہ کے طلباء کے مجمع میں اس مسئلہ پر مفصل تیاریاں کرائیں گے۔'' خیر محمد عفا اللہ عنہ بمقام خیر المدارس ملتان ۳۱ رجولائی ۱۹۶۲ء

محمد علی جالندھری بقلم خود ...... بقلم لال حسین اختر ...... عبدالرحمن میانوالی بقلم خود

محمد عبداللہ بقلم خود ...... لاشئے غلام اللہ خان ...... عنایت اللہ ...... احمد حسین سجاد بخاری

احقر شمس الدین عفی عنہ محمد یار عفی عنہ منور حسین صدیقی بقلم خود

اس صلح کی تکمیل میں یہ دوسری تحریر لکھی گئی جس میں مولانا غلام اللہ خان سے برأت وغیرہ کی پابندی ختم ہوگئی اور فریقین پر پابندی لگادی گئی کہ وہ اسٹیج پر اور نہ کسی مدرسہ کے طلباء کے مجمع میں اس مسئلہ پر مفصل تیاری کرائیں گے۔ مگر پہلی تحریر جو نفس مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق تھی اس میں کسی طرح کا تغیر وتبدل نہیں کیا گیا وہ بدستور باقی رہی اور نفس مسئلہ پر بحیثیت مجموعی صلح بھی قائم رہی، البتہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا اس صلح اور تحریر سے بھی اختلاف رہا جو نفس مسئلہ کے بارے میں ہوئی تھی۔

اب حسب وعدہ مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق اس تحقیقی علمی غیر مطبوعہ تحریر کی نقل ناظرین کے افادہ کے لئے پیش کی جاتی ہے جس کو مولانا محمد علی جالندھری مرحوم نے ثالث حضرات کی خدمت میں بھیجا تھا۔

حیات النبی ﷺ سے متعلق ایک تحقیقی علمی تحریر

از: حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے موجودہ نزاع میں دو سال تک فریق مخالف مناظرہ کا چیلنج زور شور سے دیتا رہا۔ جوں جوں یہ بات ظاہر ہوتی گئی کہ ان کا عقیدہ اکابر دیوبند اور سلف کے خلاف ہے علماء وعوام ان سے علیحدہ ہوتے گئے۔ اب ان کو ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی جدید پہلو بدلیں۔ چنانچہ انہوں نے اب یہ کہنا شروع کیا کہ محمد علی جالندھری، مولانا غلام غوث ہزاروی اور احرار نے مولانا غلام اللہ خان کا بڑھتا ہوا اقتدار برداشت نہیں کیا، از راہ حسد یہ مسئلہ کھڑا کر دیا ورنہ ہم اکابر دیوبند کے مسلک کے پابند ہیں اور ملک میں مسئلہ حیات میں دراصل کوئی نزاع نہیں۔

پنجاب وسرحد میں تو ان کا اعتبار نہیں رہا، البتہ کراچی کے بزرگوں کو مغالطہ دینے کی کوشش کی جو ایک عرصہ کامیاب رہی، اس لئے میں تمہید میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ اس گروہ (جس کو پنجاب وسرحد میں غلام اللہ خانی گروہ کہا جاتا ہے) کے ساتھ باقی دیوبند کا اختلاف اس وقت سے ہے جب کہ میرا ان سے تعارف نہ تھا۔

(الف) کسی زمانہ میں قطب عالم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس گروہ کا تذکرہ آیا اور ان کے بعض مسائل سامنے آئے جو سلف کے خلاف تھے۔ چنانچہ "بلغۃ الحیران" (جو دراصل تفسیری نوٹ مولوی غلام اللہ خان کے ہیں اور حضرت مولانا حسین علی صاحب کی طرف منسوب کردیئے گئے ہیں) تھانہ بھون میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی گئی، آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ: "میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی کتاب میرے کتب خانہ میں رکھی جائے۔" اس وجہ سے ایک بزرگ نے اس کتاب کو تھانہ بھون میں آگ کی نذر کیا۔ (یہ واقعہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہوا موجود ہے)

<u>نوٹ:</u> واضح رہے کہ آگ میں جلانے کا واقعہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں لائے بغیر پیش آیا۔ اس سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بری ہیں۔ از ناقل!

(ب) غالباً آٹھ دس سال کا ذکر ہے کہ مولوی غلام اللہ خان صاحب نے مفتی محمد حسن صاحب مرحوم کو اپنے مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے سالانہ جلسہ میں شریک ہونے کی درخواست کی تو حضرت مفتی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ: "تم اکابر دیوبند کا مسلک چھوڑ چکے ہو، اس لئے میں نہیں جاتا۔" اس پر مفتی صاحب سے کہا گیا کہ: "ہم سب ساتھی راولپنڈی میں جمع ہوں گے، آپ ہمارے بڑے ہیں، ہمیں سمجھادیں، ہم آپ کی بات قبول کرلیں گے۔" چنانچہ اس

گروہ کو سمجھانے کی نیت سے حضرت مفتی صاحب نہ صرف خود ہی تشریف لے گئے بلکہ حضرت مولانا خیر محمد، مولانا محمد ادریس، مولانا بدر عالم، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی اور دو ایک اپنے رفقاء کو بھی ساتھ لے گئے، بعض مسائل پر گفتگو ہوئی۔ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب اب تک کہتے ہیں کہ یہ حضرات ہمارے دلائل کا جواب نہیں دے سکے۔

(ج) موضع سکھر ضلع کیمبل پور میں کئی برس ہوئے ایک مناظرہ ہوا، ایک طرف مولوی غلام اللہ خان صاحب و مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب وغیرہ تھے دوسری طرف کے دیوبندی علماء میں اس علاقہ کے پرانے فاضل لوگ جو حضرت شیخ الہند صاحب کے تلامذہ میں سے تھے شریک ہوئے۔

(د) کئی برس ہوئے حضرت مولانا احمد علی صاحب سے مولوی غلام اللہ خان صاحب نے اپنے ہاں تقریر کی غرض سے تاریخ لی۔ جب تاریخ نزدیک آگئی تو حضرت مولانا احمد علی صاحب نے ان کو فرمایا کہ تم مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اکابر دیوبند اور سلف کا مسلک ترک کر چکے ہو، اس لئے اگر میں آؤں گا تو مسئلہ حیات بیان کروں گا اور فرمایا کہ یہ مسئلہ وہ سمجھ سکتا ہے جس کو یا عقیدت ہو یا بصیرت حاصل ہو، بصیرت تم کو حاصل نہیں اور عقیدت تم کو رہی نہیں، چنانچہ حضرت مولانا احمد علی صاحب پھر راولپنڈی تشریف نہ لے گئے۔

(ہ) جس طرح مرزا محمود صاحب کسی زمانہ میں سر ظفر اللہ اور میجر نذیر و دیگر سرکاری قادیانی ملازمین کے اقتدار کی وجہ سے آپے سے باہر ہو گیا اور غرور کے نشہ میں ایسی تقریریں کیں جس سے اس کے خفیہ ارادے ظاہر ہو گئے اور ایک بے نظیر تحریک شروع ہو گئی، اسی طرح مولوی عنایت اللہ اسی غرور میں کہ انہوں نے ہر مدرسہ میں طلبہ کی ایک تعداد اپنے ہم خیال بنالی ہے آپے سے باہر ہو گئے اور خیر المدارس کے سالانہ جلسے میں اپنے مخصوص خیالات بیان کئے، ان کی تقریر میں خوب نعرے لگتے رہے، حضرت مولانا خیر محمد صاحب ان کی تقریر میں موجود نہ تھے، صبح دوسرے روز مولانا خیر محمد صاحب کو علم ہوا اور علماء دیوبند کی ایک جماعت نے جو جلسہ سالانہ میں شریک تھی اور اس نے مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کی تقریر سنی تھی، حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے عرض کیا کہ ہم نے ضبط سے کام لیا، آپ کے جلسہ کی وجہ سے تقریر میں مداخلت نہیں کی، اس پر حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے اگلی رات اکابر دیوبند اور سلف کے عقائد بیان فرمائے اور مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کی تقریر کی تردید فرمائی۔ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب نے اس کے بعد ملتان کی ایک مسجد کو اپنا اڈہ بنا کر اپنی تقریر کی تائید اور مولانا خیر محمد صاحب کی تردید میں اکثر تقریریں کیں اور مولانا غلام اللہ خان صاحب اور ان کے اکثر ساتھی مولوی عنایت اللہ کی تائید اور مولانا خیر محمد صاحب کی تردید کے لئے ملتان سال بھر یکے بعد دیگرے آتے رہے اور مناظرہ کا چیلنج دیتے رہے اور یوں بھی کہا گیا کہ مولانا خیر محمد صاحب کو شیخ الحدیث کس نے بنا دیا۔ جن کو یہ بھی پتا نہیں، وہ بھی پتہ نہیں، تو میرا فرض تھا کہ میں ان کو جواب دیتا جس وجہ سے انہوں نے مجھ کو فریق قرار دے دیا، تفصیلی حالات تو مولانا خیر محمد صاحب سے دریافت کر لیں صرف نمونہ کے چند واقعات عرض ہیں:

(ا) کراچی سے پشاور تک دیوبندی مسلک کے مدارس عربیہ کے مہتمم صاحبان و مدرسین حضرات کا اجتماع بلایا جائے اور دریافت فرمایا جاوے کہ کیا مولوی عنایت اللہ صاحب و مولوی غلام اللہ خان نہ صرف مسئلہ حیات النبی ﷺ بلکہ

کتنے اور چیدہ چیدہ مسائل میں سلف کا مسلک ترک کر چکے ہیں یا نہیں؟ یہ لوگ بعض اور مسائل میں بھی اکابر سے جدا ہو گئے ہیں مثلاً عذاب قبر، توسل بالذوات، درخواست شفاعت جس کا ذکر قرآن مجید کی آیت: ''ولو انھم اذ ظلموا'' میں ہے اور کیا ہر مدرسہ عربی میں ان طلباء کے درمیان جنہوں نے مولوی غلام اللہ خان سے ترجمہ پڑھا ہے اور دوسرے طلباء میں بھی اچھی خاصی جنگ سال بھر رہتی ہے یا نہیں؟ اور ان کے شاگردوں کی گفتگو اکابر کے حق میں گستاخانہ ہے یا نہیں؟ اگر چیدہ چیدہ بیس حضرات کا اجتماع بلایا جاوے تو اس اجتماع کے کل اخراجات کا بار میرے ذمہ ہوگا۔

(۲) میرا اختلاف صرف مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب سے ہے کیونکہ انہوں نے اکثر تقریروں میں اپنا مسلک واضح کر دیا ہے، مولانا غلام اللہ خان موقع کے مطابق اپنے خیال تبدیل فرماتے رہتے ہیں، جب تک وہ یہ صریح اعلان نہ کر دیں کہ مولوی عنایت اللہ سے کوئی اختلاف ان کا ہے یا نہیں ان کی نسبت رائے قائم کرنا مشکل ہے۔ البتہ مولوی غلام اللہ خان جب طلباء کو ترجمہ پڑھاتے ہیں تو چند روز کے لئے مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب کو بلاتے ہیں اور مسئلہ حیات مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب ہی پڑھاتے ہیں۔

(۳) تین چار سال تک یہ جھگڑا رہا کہ مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب مناظرہ کا چیلنج پہ چیلنج دیتے تھے مگر میں بدوں ثالث تسلیم کئے مناظرہ قبول نہ کرتا تھا کیونکہ بدوں ثالث مناظرہ سے جھگڑوں کا دروازہ تو کھلتا ہے مگر فیصلہ نہیں ہوسکتا اور دیوبندی جماعت تفریق سے نہیں بچتی۔ اگر شروع ہی میں دوسرا فریق ثالث تسلیم کر لیتا تو جھگڑا کبھی کا ختم ہو گیا ہوتا، سکھر کے اجتماع میں صبح سے عشاء تک جھگڑا رہا حتی کہ بدمزگی بھی ہوئی مگر یہ لوگ ثالثی پر نہ آئے، آخر حاضرین کے دباؤ سے ثالثی تسلیم کرنی پڑی۔

(۴) ہم کیا اور ہماری تحقیق کیا، ہم اکابر دیوبند کی تحقیق کو صحیح و درست اور کتاب و سنت کے مطابق سمجھتے ہیں، جو کچھ میں نے صحیح سمجھا تحریر کر دیا ہے۔ اگر میری تحریر کا کوئی جزء اکابر کی تحقیق کے خلاف ہوا تو میری تحریر غلط ہوگی اور صحیح وہی ہوگا جو اکابر رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہوگا، اس لئے ثالثان کی رائے میرے نزدیک صحیح و درست ہوگی اور میں اپنی تحریر سے رجوع کرلوں گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ: ''میرے اکابر اور جمیع سلف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد عنصری دنیوی مدفون فی القبر میں حیات بسبب تعلق روح تسلیم کرتے ہیں اور اسی تعلق روح بالجسد العنصری کی وجہ سے سماع علی القبر علی الدوام تسلیم کرتے ہیں۔'' دوسرا فریق اگر یہ تسلیم کرنے تو نزاع ختم ہو جائے گا، ورنہ جیسے قادیانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین تسلیم کرنے کا اعلان کرتے ہیں اور خاتم النبیین کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس سے ختم نبوت کا انکار پایا جاتا ہے، اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات کا اقرار کرنا اور حیات کی ایسی تفسیر کرنا جس سے حیات ہی کا انکار پایا جاتا ہے، دھوکہ اور فریب ہے۔

(۵) مولوی عنایت اللہ شاہ صاحب نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی نسبت ''آب حیات'' کے مضمون حیات النبی ﷺ کی وجہ سے بارہا یوں فرمایا:

(الف) مولانا قاسم اس مسئلہ میں متفرد ہیں۔ (ب) ان کا مضمون کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ (ج) ان کے مضمون سے انکار موت حضرت ﷺ لازم آتا ہے، حالانکہ وقوع موت پر اجماع امت ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موضوع

الحمدللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی!

موضوع زیر بحث یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد جو حیات طیبہ حاصل ہے وہ دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے یا وہ حیات کسی اور بدن برزخی میں ہے اور جسد عنصری تعلق حیات سے بالکل خالی ہے؟ یعنی حضور اکرم ﷺ کی عالم برزخ میں حیات دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے یا کسی برزخی جسد سے ہی تعلق ہے؟ تعیین ع میں یہ امور مسلمہ ملحوظ ہیں:

(۱) ہم اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے لئے جیسی بھی وفات مقدر تھی وہ آپ ﷺ پر وارد ہوئی، یہ غلط اور جھوٹ ہے کہ ہم آپ ﷺ پر ورود موت کے منکر ہیں، قرآن پاک میں تو موت کے تحقق کے وقوع کا بیان تو ہو نہیں سکتا محض پیش گوئی ہے، تاہم اس کے وقوع پر مندرجہ ذیل دلائل ہمارے پاس موجود ہیں:

(الف) خطبہ صدیقی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۶۶)

(ب) تصریح حضرت نانوتوی: ''حسب ہدایت تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر سرور امام ﷺ کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے۔'' (لطائف قاسمی مجتبائی ص ۴)

چونکہ موضوع زیر بحث حسب معاہدہ سکھر حیات النبی ﷺ کی مزید تفصیل میں نہیں جاتے، یہ خروج عن المبحث ہوگا، جس معنی میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے لئے وفات مقدر تھی اس کا ورود ہوا اور آپ ﷺ نے عالم برزخ کی طرف انتقال فرمایا۔ ہاں ورودِ وفات کے بعد آپ ﷺ اپنے روضہ اطہر میں بھی فائز الحیات ہیں۔ اب موضوع زیر بحث یہی ہے کہ آپ ﷺ کی وہ حیات طیبہ کیسی ہے؟ اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے یا کسی اور برزخی بدن کے ساتھ ہے اور بدن عنصری سے کوئی تعلق حیات نہیں؟

(۲) ہم جب آنحضرت ﷺ کی حیات بعد الوفات کو دنیوی حیات کہتے ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم برزخ کی حیات اس دنیوی جسد اطہر میں ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے نہ یہ کہ وہ حیات طیبہ لجمیع الوجوہ اس دنیا والی حیات ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ خود تصریح فرماتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم السلام کو انہی اجسام دنیوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔'' (لطائف قاسمی مجتبائی ص ۳)

پس ہر اصطلاح کا وہی مفہوم معتبر ہونا چاہئے جو اس اصطلاح کو اختیار کرنے والے مراد لیتے ہوں۔

حیات برزخی

حیات برزخی میں علاقہ ظرفیت کا ہے، نوعیت کا نہیں، یعنی اس سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ یہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم برزخی ہے، اس اعتبار سے ہم آنحضرت ﷺ کو عالم برزخ میں ہی فائز الحیات سمجھتے ہیں، لیکن آپ ﷺ کی یہ حیات طیبہ اسی دنیاوی بدن کے ساتھ ہے اور برزخ کا کسی ایک جہت سے مواطن دنیوی میں سے بھی ہونا ہرگز ممتنع نہیں۔ حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''برزخ صغری چوں از یک وجہ مواطن دنیوی است گنجائش ترقی دارد واحوال ایں وطن نظر و باشخاص متفاوتہ تفاوت فاحش دارد الانبیاء احیاء فی القبور رشنیدہ باشد'' (مکتوبات شریف دفتر دوئم نمبر ۱۶ ص ۲۹، ۳۰)

معلوم ہوا کہ برزخی اور دنیوی میں مختلف جہات کا اجتماع کوئی امر ناممکن نہیں اور اگر حیات برزخی سے مراد حضور اکرم ﷺ کی عالم برزخ کی ایسی حیات ہے جو دنیوی جسد اطہر میں نہیں اور دنیوی جسد اطہر تعلق حیات سے یکسر خالی ہے، تو ہم اس حیات برزخی کے قطعاً منکر ہیں۔ یہ تفصیل اس لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے کلام میں جہاں جہاں ''حیات برزخی'' کے الفاظ ہیں وہاں علاقہ ظرفیت کا مراد ہے، یعنی حیات فی البرزخ اور حیات النبی ﷺ کے موجودہ مبحث میں فریق مخالف جہاں حیات برزخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، وہاں علاقہ نوعیت کا مراد لیتا ہے یعنی حیات دنیوی جسد میں نہ ہو بلکہ صرف کسی اور بدنِ برزخی میں ہو۔

حاصل آنکہ موضوع زیر بحث یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی وفات شریفہ کے بعد اس دنیوی جسد اطہر سے فائز الحیات ہیں یا آپ ﷺ کی یہ حیات محض کسی اور بدن برزخی کے متعلق ہے۔ موضوع زیر بحث کی تعیین کے بعد ہمارے عقیدے کی تصریح۔

ہمارا عقیدہ

آنحضرت ﷺ کو اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد عالم برزخ میں جو حیات حاصل ہے وہ روح مبارک کے تعلق سے اس دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ انور میں محفوظ موجود ہے اور اسی تعلق روح کی وجہ سے آپ ﷺ روضہ انور پر پڑھے گئے درود وسلام کو بغیر کسی واسطہ کے علی الدوام خود سماعت فرماتے ہیں۔ اسی عقیدہ کو ہمارے اکابر نے ''المھند علی المفند'' میں حیات دنیویہ برزخیہ سے تعبیر کیا ہے۔

ہمارا دعویٰ

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارا عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت ہے، اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اور جملہ اکابر دیوبند نہ صرف اس پر متفق ہیں بلکہ ان کے نزدیک یہ عقائد مسلمہ میں داخل ہے۔

تنقیحات خمسہ

پیشتر اس کے کہ ہم اپنے دعویٰ پر دلائل کا آغاز کریں، اس اجماعی عقیدہ کی تنقیح کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو سکے۔

(۱) حضور اکرم ﷺ کے دنیوی جسد اطہر کو جو حیات حاصل ہے وہ روح مبارک کے تعلق سے ہے، وہ ایسی حیات ہرگز نہیں جو اینٹ پتھر وغیرہ میں بفحوائے آیت کریمہ: وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ موجود ہے، اگر کوئی حضور ﷺ کے دنیوی جسد اطہر میں اس پتھری حیات کا قائل ہو تو اہل السنت والجماعت کے عقیدہ میں وہ حیات النبی ﷺ کا منکر ہے، اس لئے کہ ہم اہل السنت حضور ﷺ کے دنیوی جسد اطہر میں جو حیات مانتے ہیں وہ ان کی روح کے تعلق سے مانتے ہیں، پتھری حیات اس انسانی روح سے یکسر خالی ہوتی ہے، اس لئے اس پتھری حیات کا اکابر اہل السنۃ میں سے کوئی قائل نہیں، پس جو آنحضرت ﷺ کے دنیاوی جسد اطہر میں اس پتھری حیات کا قائل ہو وہ اہل السنت والجماعت کے اجماعی عقیدے کا منکر بلکہ آنحضرت ﷺ کا موہن (توہین کرنے والا) ہے۔

(۲) آنحضرت ﷺ کے دنیوی جسد اطہر کو روح مبارک کے تعلق سے جو حیات حاصل ہے وہ تعلق، تعلق حیات ہے اور لابشرط شئے کے درجہ میں روح مبارک کے اتصال اور دخول دونوں سے عام ہے۔ اگر روح مبارک کا مستقر اعلیٰ علیین میں مان کر اس کے اتصال ونفوذ سے دنیوی جسد اطہر میں حیات تسلیم ہو اور اسی تعلق حیات سے سماع عند القبر الشریف کا اعتقاد ہو تو بھی عقیدہ حیات النبی ﷺ قائم ہو جاتا ہے اور اگر روح مبارک کا آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر میں دخول وتلبس مان کر آپ ﷺ کی حیات تسلیم کی جائے اور سماع کا اقرار کر لیا جائے تو بھی عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ کا تحقق ہو جاتا ہے۔ کیفیت وصولی حیات کا اختلاف دنیوی جسد اطہر کے فائز الحیات ہونے کے اجماعی عقیدے کو ہرگز متاثر نہیں کرتا، اس لئے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ دنیوی جسد اطہر کے روح مبارک کے تعلق سے فائز الحیات ہونے سے پورا ہو جاتا ہے اور یہ تعلق دخول روح واتصال روح کے باب میں لابشرط شئے کے درجہ میں ہے۔

(۳) اگر کوئی روح مبارک کے جسد اطہر سے تعلق حیات کا قائل نہ ہو بلکہ صرف اس تعلق کا اقرار کرے جو صاحب خانہ کو اپنے گھر سے باہر ہونے کی صورت میں اپنے گھر سے تعلق ہوتا ہے یا مالک کو اپنے مال میں غیر متصرف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے تو حقیقت میں وہ روح مبارک کے جسد اطہر سے حقیقی تعلق کا منکر ہے۔ اس لئے کہ حیات النبی ﷺ کے مسئلہ میں جس تعلق کا اعتبار ہے وہ تعلق حیات ہے، ہاں اگر صاحب خانہ کا وہ تعلق تسلیم کیا جائے جو صاحب خانہ کو اپنے گھر کے اندر ہونے کی صورت میں ہوتا ہے یا مالک کو اپنے مملوک میں متصرف ہونے کی حالت میں ہوتا ہے اور پھر اصل حیات کا انکار نہ کیا جائے تو اس صورت میں روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق تسلیم ہو جاتا ہے اور بدوں اس کے تعلق کا اقرار ایک مغالطے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

(۴) جو درود وسلام آنحضرت ﷺ کے روضہ پر پڑھا جائے حضور اکرم ﷺ اسے بغیر واسطہ کے خود سماعت فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کا یہ سماعت فرمانا دائماً ہے اور یہ سماع عند القبر تعلق حیات بسبب روح سے ہے۔ پس اگر کوئی سماع عند القبر کو تو تسلیم کرے لیکن اسے دائمانہ مانے بلکہ خرق عادت قرار دے یا اس سماع کو تعلق حیات سے تسلیم نہ کرے تو وہ بھی اہل السنت کے نزدیک سماع عند القبر الشریف کے حقیقی معنوں کا منکر ہے۔

(۵) ہمارے نزدیک اہل السنۃ والجماعۃ کے اس عقیدہ حیات کا منکر کافر نہیں گمراہ ہے، اس لئے کہ اس عقیدے کے لئے ثبوت یا دلالت میں کسی ایک اعتبار سے ظنیت ہمارے راستے میں حارج نہ ہوگی جس عقیدہ کے لئے ثبوت ودلالت دونوں کی قطعیت ضروری ہے اس کا منکر کافر ہوتا ہے، جن عقائد کے انکار سے حکم کفر نہیں آتا ان کے لئے ثبوت ودلالت دونوں کی قطعیت لازم نہیں اور اسی وجہ سے بعض ایسے امور کا منکر کافر نہ ہوگا۔ عقائد کی یہ تفصیل اسی طرح کتب کلام میں بھی موجود ہے۔

ان المسائل الاعتقادیۃ قسمان: ”احدهما مايكون المطلوب فيه اليقين كوحدة الواجب وصدق النبي وثانيهما مايكتفى فيه بالظن كهذه المسئلة والاكتفاء بالدليل الظني انما لا يجوز في الاول بخلاف الثاني“ (نبراس علی شرح العقائد ص ۵۹۸)

قارئین کرام! یہاں تک فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب ہدایۃ الحیران (ص ۳۰ تا ۶۳) کا ایک طویل اقتباس لیا گیا۔

باب سوم

اس باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قبر سے مراد یہی زمینی گڑھا ہے جس میں ہم اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں اور عذاب وثواب اسی زمینی قبر میں ہوتا ہے۔

مسئلہ عذاب قبر

محترم قارئین کرام! تمام اہل السنت والجماعت اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ عذاب وثواب قبر برحق ہے، قبر میں سوال وجواب ہوتے ہیں، قبر شرعی سے. مراد یہی زمینی قبر ہے جو اسی دنیا میں موجود ہے اور جسم اور روح دونوں کو عذاب وثواب اسی قبر میں ہوتا ہے۔

مگر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ والے اس زمینی قبر کا جو دنیا میں موجود ہے جس کو تقریبا ہر شخص ہی جانتا ہے، انکار کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ کے موجودہ مرکزی امیر مولانا محمد طیب پنج پیری لکھتے ہیں:

”قبر اور برزخ کا مطلب“

اسی بحث کے ضمن میں یہاں اس نکتہ کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ میت کو برزخی حیات کہاں ملتی ہے، ہمارے مخالفین اسی مدفن ارضی میں عذاب وثواب قبر ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔“

(مسلک الاکابر ص ۲۵ مطبوعہ مکتبہ الیمان دار القرآن پنج پیر صوابی پاکستان)

(۲) فضل الرحمٰن مماتی (لکھتے ہیں:

واضح بات ہے کہ وہ شرعی قبر سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے۔　　　　(التحقیق الانیق ص ۳۰)

مزید لکھتے ہیں: قبر سے مراد یہ محسوس گڑھا عرفی قبر قطعاً نہیں ہوتی بلکہ عالم برزخ کی شرعی قبر مراد ہوتی ہے۔　　　　(التحقیق الانیق ص ۳۴، ۳۵)

(۳) قبر شرعی صرف عالم برزخ ہے نہ کہ یہ گڑھا۔　　　　(المسلک المنصور ص ۳۲ خضر حیات بھکروی)

(۴) مولوی امیر محمد لکھتے ہیں: زمینی گڑھے کو ”قبر“ کہنا نصوص سے انکار ہے۔　　　　(اقوال مرضیہ ص ۱۹)

محترم قارئین! مماتی حضرات کی عبارات آپ نے ملاحظہ فرمالیں۔ اس فرقہ کا یہ نظریہ قرآن وسنت کے علاوہ عربی لغت کے بھی خلاف ہے، ملاحظہ فرمائیں:

قبر کا مفہوم، اہل لغت سے

(۱) مفردات القرآن میں ہے: ”القبر: مَقَر الميت ومصدر، قبرته جعلته في القبر وأقبرته جعلت له مكانا يقبر فيه نحو أسقيته جعلت له ما يسقى منه، قال (ثم أماته فأقبره) ...... والمَقبرة والمِقبرة موضع القبور وجمعها مقابر“　　　　(مفردات القرآن: مادہ ق، ب، ر، ص ۳۹۰)

کہ: ”قبر“ میت کی جگہ کو کہتے ہیں اور یہ مصدر ہے، ”قبرتہ“ کا معنی ہے: میں نے اس کو قبر میں رکھا،

''اقبرتہ'' کا معنی ہے: میں نے اس کے لئے ایسی جگہ بنادی ہے جس میں اس کو دفن کیا جائے گا، جیسے ''اسقیتہ'' کا معنی ہے: میں نے اس کے لئے ایسی جگہ یا برتن بنادیا جس سے پانی پیا جاتا ہے۔ اسی مادے سے اللہ کا فرمان ہے: ''ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ'' ''المَقبرۃ'' اور ''المِقبرۃ'' قبروں کی جگہ کو کہا جاتا ہے، اس کی جمع ''مقابر'' آتی ہے۔

(۲) لسان العرب میں ہے: ''القبر مدفن الانسان و جمعه قبور'' (جلد نمبر ۵ ص ۶۷)
قبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ ہے، اس کی جمع قبور ہے۔

(۳) معجم الفاظ القرآن میں ہے: ''القبر مقر المیت و جمعه قبور'' یعنی میت کے قرار کی جگہ قبر ہے، اس کی جمع قبور آتی ہے۔ (ج ۲ ص ۳۳۱)

(۴) قاموس القرآن میں ہے: قبر انسان کے دفن کرنے کی جگہ ہے، اس کی جمع قبور آتی ہے۔ (ص ۴۱۳)

(۵) مصباح اللغات میں ہے: القبر: انسان کے دفن کرنے کی جگہ، جمع اس کی قبور ہے۔ (ص ۶۵۴)

نیز مندرجہ ذیل کتب لغات میں بھی یہی معنی لکھا ہے:

(۶) الصحاح علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری (م ۳۹۷ھ)
(۷) مجمع بحار الانوار علامہ محمد طاہر پٹنی (م ۹۸۲ھ)
(۸) تاج العروس سید محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی (م ۱۲۰۵ھ)

ان تمام اہل لغت کے نزدیک قبر سے مراد گڑھا ہے جو زمین میں کھودا جاتا ہے اور اس میں جسد عنصری کو دفن کیا جاتا ہے۔

غرضیکہ تمام لغت دان قبر کا حقیقی اور اصلی، صحیح معنی یہی بتا رہے ہیں اور ہماری معلومات کے مطابق کسی نے بھی قبر بمعنی برزخ نہیں بتایا۔

قرآن پاک سے زمینی قبر کا ثبوت

قرآن پاک سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ زمینی گڑھا ہی قبر ہے۔

آیت نمبر ۱: فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ (سورۃ المائدہ ۳۱)

ترجمہ: پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تا کہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے؟

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا، اس لئے قتل کے بعد اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے؟ آخر ایک کوے کو دیکھا کہ زمین کرید رہا ہے یا دوسرے مردہ کوے کو مٹی ہٹا کر زمین میں چھپا رہا ہے۔ اُسے دیکھ کر کچھ عقل آئی کہ میں بھی اپنے بھائی کی لاش کو دفن کردوں اور افسوس بھی ہوا کہ میں عقل وفہم اور بھائی کی ہمدردی میں اس جانور سے بھی گیا گزرا ہوا، شاید اسی لئے حق تعالیٰ نے ایک ادنیٰ جانور کے ذریعہ سے اُسے تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنی وحشت اور حماقت پر کچھ شرمائے۔ جانوروں میں کوے کی یہ خصوصیت ہے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کھلا چھوڑ دینے پر بہت شور مچاتا ہے۔ (تفسیر عثمانی ج ۱ ص ۳۶۲)

اس سے ثابت ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اسی زمین والی قبر میں دفن کیا تھا، اس کے علاوہ کوئی اوپر والی قبر نہیں تھی۔

آیت نمبر ۲: ''وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ'' (سورۃ توبہ ۸۴)

ترجمہ: اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں: یعنی دعاء و استغفار کے لئے یا اہتمام دفن کے لئے۔ (تفسیر عثمانی ج ۱ ص ۲۱۸)

یہاں قبر سے مراد یہی گڑھا ہے نہ کہ سجین، کیونکہ حضور ﷺ جنازہ کے بعد اسی دنیوی قبر پر کھڑے ہوئے تھے نہ کہ سجین پر۔

آیت نمبر ۳: ''أَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ'' (سورۃ الحج ۷)

ترجمہ: اس لئے کہ اللہ ان سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔

آیت نمبر ۴: ''کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُوْرِ'' (سورۃ الممتحنہ ۱۳)

ترجمہ: (وہ لوگ آخرت سے اسی طرح مایوس ہو چکے ہیں) جیسے کافر لوگ قبروں میں مدفون لوگوں سے مایوس ہیں۔

آیت نمبر ۵: ''ثُمَّ أَمَاتَہٗ فَأَقْبَرَہٗ'' (سورۃ عبس ۲۱) ترجمہ: پھر اس کو موت دی اور قبر میں پہنچا دیا۔

آیت نمبر ۶: ''وَإِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ'' (سورۃ الانفطار ۴) ترجمہ: اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔

آیت نمبر ۷: ''أَفَلَا یَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ'' (سورۃ العادیات ۹)

ترجمہ: بھلا کیا وہ وقت اسے معلوم نہیں ہے جب قبروں میں جو کچھ ہے، اسے باہر بکھیر دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۸: ''حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ'' (سورۃ التکاثر ۲)

ترجمہ: یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔

ان آیات میں قبروں سے مراد یہی زمینی قبریں ہیں اور کوئی نہیں، قیامت کے دن انہی میں سے اٹھایا جائے گا۔ ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ایسی ہیں جن سے مفسرین نے یہی زمینی قبریں مراد لی ہیں تاہم ہم انہی کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ سے زمینی قبر کا ثبوت

قارئین کرام! آپ نے پہلے چند آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں جن میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ زمینی گڑھا قبر ہے اور اب ہم چند احادیث نقل کرنے لگے ہیں لیکن اس سے پہلے یہاں محدثین کے چند ابواب کا ذکر کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے ہاں بھی قبر سے مراد یہی زمینی گڑھا ہے۔

صحیح البخاری کے چند ابواب کا ذکر

(۱) امام بخاری نے ''کتاب الجنائز'' میں ایک باب اس طرح باندھا ہے: ''بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ (فَأَقْبَرَہٗ)، أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ أُقْبِرُہٗ إِذَا جَعَلْتَ لَہٗ قَبْرًا وَقَبَرْتُہٗ دَفَنْتُہٗ'' (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۶)

ترجمہ: باب: نبی اکرم ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں کا بیان، اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

(فَأَقْبَرَہٗ)، (عرب لوگ کہتے ہیں) ''اُقْبِرْتُ الرَّجُلَ'' کہ میں نے اس کے لئے قبر بنائی، اُقْبِرْہٗ (میں قبر بناؤں گا) اور کہتے ہیں قَبَرْتُہٗ (میں نے اسے دفن کیا)۔

(۲) کتاب الجنائز'' باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور'' (قبروں پر مسجد بنانے کی کراہیت کا باب)

(۳) کتاب الجنائز'' باب بناء المسجد علی القبر'' (قبر پر مسجد بنانے کا بیان)

(۴) کتاب الجنائز'' باب زیارۃ القبور'' (باب قبروں کی زیارت کرنا)

(۵) کتاب الجنائز'' باب قول الرجل للمراۃ عند القبر اصبری'' (باب: کوئی عورت قبر کے پاس ہو اور کوئی شخص اُسے کہے صبر کر)

(۶) کتاب الجنائز'' باب الصلوۃ علی القبر بعد ما یدفن'' (باب: دفنانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ کا بیان)

(۷) کتاب الجنائز'' باب من یدخل قبر المراۃ'' (باب: عورت کی قبر میں کون اُترے؟)

(۸) کتاب الجنائز'' باب دفن الرجلین والثلاثۃ فی قبر واحد'' (ایک قبر میں دو یا تین آدمیوں کو دفن کرنا)

(۹) کتاب الجنائز'' باب الاذخر والحشیش فی القبر'' (اذخر اور سوکھی گھاس قبر میں بچھانا)

(۱۰) کتاب الجنائز'' باب ھل یخرج المیت من القبر واللحد لعلۃ'' (باب: کیا میت کو کسی ضرورت سے قبر سے نکالا جا سکتا ہے؟)

(۱۱) کتاب الجنائز'' باب اللحد والشق فی القبر'' (باب: قبر کی دو قسمیں؛ بغلی اور صندوقی)

(۱۲) کتاب الجنائز'' باب الجرید علی القبر'' (باب: قبر پر کھجور کی ڈالیاں لگانا)

(۱۳) کتاب الجنائز'' باب موعظۃ المحدث عند القبر'' (باب قبر کے پاس عالم حدیث کا بیٹھنا اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنا)

صحیح مسلم کے چند ابواب کا ذکر

صحیح مسلم (ج ۱ ص ۳۰۰) میں کتاب الجنائز میں قبر سے متعلق ابواب کچھ یوں ہیں۔

(۱) کتاب الجنائز، باب جعل القطیفۃ فی القبر (باب قبر میں چادر ڈالنے کے بیان میں)

(۲) کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبر (باب قبر کو برابر کرنے کے حکم کے بیان میں)

(۳) کتاب الجنائز، باب النھی عن تجصیص القبر والبناء علیہ (باب پختہ قبر بنانے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے کی ممانعت کے بیان میں)

(۴) کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیہ (باب قبر پر بیٹھنے اور اس پر نماز پڑھنے کی ممانعت کے بیان میں)

(۵) کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا (باب: قبور میں داخل ہوتے وقت اہل قبور کے لئے کیا دعا پڑھی جائے)

(۶) کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ (باب نبی کریم ﷺ کا اپنے رب عزوجل سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگنے کے بیان میں)

سنن ابی داؤد کے چند ابواب کا ذکر

سنن ابی داؤد (ج ۲ ص ۸۴) میں ''اوّل کتاب الجنائز'' کے تحت قبر سے متعلق ابواب کچھ یوں ہیں۔
(۱) باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم (کئی آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا اور قبر کی طرف خطاب کرنا (یا نشانی لگانا))
(۲) کتاب الجنائز، باب فی تعمیق القبر (قبر کو گہرا اور نیچا کھودنا)
(۳) کتاب الجنائز، باب فی کراھیۃ القعود علی القبر (قبر پر بیٹھنے کی ممانعت کا بیان)
(۴) کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت (جب دفن کر کے فارغ ہوں اور لوٹنے کا قصد ہو تو میت کے لئے استغفار کریں)
(۵) کتاب الجنائز، باب المشی بین القبور فی النعل (قبروں میں جوتا پہن کر نا کر جانا کیسا ہے؟)

جامع الترمذی کے چند ابواب کا ذکر

جامع الترمذی (ج ۱ ص ۱۹۱) میں ''کتاب الجنائز'' کے تحت قبر سے متعلق ابواب کچھ یوں ہیں۔
(۱) باب ما جاء ما یقول اذا ادخل المیت قبره (باب: اس دعا کے بیان میں جو دفن میت کے وقت پڑھی جاتی ہیں)
(۲) باب ما جاء فی کراھیۃ الوطی علی القبور والجلوس علیھا (باب اس بیان میں کہ قبروں پر چلنا اور بیٹھنا منع ہے)

سنن النسائی کے چند ابواب کا ذکر

سنن النسائی (ج ۱ ص ۲۵۸) میں کتاب الجنائز کے تحت قبر سے متعلق یہ ابواب موجود ہیں۔
(۱) باب ما یستحب من اعماق القبر) باب: گہری قبر کھودنے کے مستحب ہونے کا بیان)
(۲) باب ما یستحب من توسیع القبر (قبر کے وسیع کھودنے کا مستحب ہونا)
(۳) باب اخراج المیت من القبر بعد ان یدفن فیہ) میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد اس کو نکالنے کا بیان)

سنن ابن ماجہ کے چند ابواب

سنن ابن ماجہ ابواب ما جاء فی الجنائز ص ۱۰۳ کے تحت قبر سے متعلق چند ابواب کا تذکرہ۔
(۱) باب ما جاء فی الصلوۃ علی القبر (قبر پر نماز پڑھنے کا بیان)
(۲) باب ما جاء فی ادخال المیت القبر (میت کو قبر میں اتارنے کا بیان)
(۳) باب ما جاء فی حفر القبر (قبر کھودنے کے بارے میں)

ہم نے صحاح ستہ سے چند ابواب کا ذکر کیا، ان تمام ابواب اور ان کے تحت ذکر کردہ احادیث سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ قبر سے مراد محدثین کے ہاں بھی یہی ''زمینی قبر'' ہے، تو عذاب وثواب قبر سے بھی اسی قبر کا عذاب وثواب قبر مراد ہوگا۔ مگر جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں نے یہاں آ کر ایک قبر غیر زمینی گھڑ لی اور دین میں اپنی طرف سے اضافہ کیا۔

قبر کے متعلق چند احادیث مبارکہ

اب ہم کچھ احادیث مبارکہ یہاں پر نقل کرتے ہیں جن میں قبر کا ذکر اور عذاب وثواب قبر کا ثبوت موجود ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ قبر سے مراد یہی ''زمینی قبر'' ہے۔ قارئین خوب توجہ سے ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ۱: عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ٹھہرتے دیکھا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے تھے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دعا مانگ رہے تھے۔

(موطا امام مالک ص ۱۵۰، باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

نوٹ: یہ روایت مصنف عبد الرزاق (ج ۳ ص ۵۷۶ باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔

حدیث نمبر ۲: ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے عذاب قبر کا تذکرہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگی: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں عذاب قبر ہوتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو عذاب قبر سے پناہ مانگی۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۳، باب ما جاء فی عذاب القبر)

حدیث نمبر ۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے قریب سے گزرے۔ آپ نے فرمایا: اس دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا، بلکہ ایک کو تو اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ وہ چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک تر ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، ان دو ٹکڑوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا، پھر ارشاد فرمایا: جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۴، باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول)

حدیث نمبر ۴: حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہونے کے بعد نکلے۔ آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا: یہودیوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۴، باب التعوذ من عذاب القبر)

حدیث نمبر ۵: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کیونکہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۶، باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

حدیث نمبر ۶: حضرت سفیان تمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا جو اونٹ کے کوہان کی طرح تھی۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۶، باب ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

حدیث نمبر ۷: حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اماں جان! مجھے زیارت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں رفقاء (یعنی حضرت ابوبکر وحضرت عمر) کی قبریں دکھلا دیجئے۔ چنانچہ انہوں نے تینوں قبریں دکھلا دیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ تینوں قبریں نہ تو بہت اونچی تھیں اور نہ بالکل زمین سے ملی ہوئی تھیں، ان پر سرخ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔

(سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۳، باب فی تسویۃ القبر)

حدیث نمبر ۸: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی پھر اس کی قبر پر آئے اور سرہانے کی طرف سے قبر میں تین مٹھی مٹی ڈالی۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲، باب ما جاء فی حثو التراب فی القبر)

حدیث نمبر ۹: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگئی۔ (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۴۹۰، باب فی المناسک، حدیث ۴۱۸۹)

حدیث نمبر ۱۰: حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک قبر کے سہارے (لیٹے یا بیٹھے ہوئے) دیکھا تو فرمایا کہ تم اس قبر والے کو ایذاء نہ دو یا یہ فرمایا کہ اسے ایذاء نہ دو۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۱۴۹، باب دفن المیت، الفصل الثالث)

قارئین! ہم نے یہاں پر دس احادیث نقل کی ہیں، قبر کے حالات اور عذاب وثواب پر بے شمار احادیث موجود ہیں۔ ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر حقیقی اور قبر اصلی یہی زمین کا گڑھا ہے جس میں ہم اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں۔ جو شخص اس قبر کا انکار کرتا ہے وہ قرآن وحدیث کا انکار کرتا ہے۔ البتہ یہ قبر عالم برزخ میں ہے اور عالم برزخ کا اطلاق مرنے کے بعد سے شروع ہو کر قیامت قائم ہونے تک کے زمانہ پر ہوتا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ قبر عالم برزخ کا ایک جزء ہے جس کو یہ قبر مل گئی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جس کو نہیں ملی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور عالم برزخ کے متعلق جو احکام قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں ان پر ایمان لانا اور دل وزبان سے ان کو تسلیم کرنا ضروری ہے، چاہے وہ ہماری عقل میں آئیں یا نہ آئیں، عقل دین کے تابع ہے دین عقل کے تابع نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

غیر مسلموں اور ایسے لوگوں کے جو عذاب وثواب قبر کے تو منکر ہیں مگر اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں صرف غیر مسلموں سے مرعوب ہو کر انکار کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ ہماری عقل نہیں مانتی، تو ان لوگوں کے تمام اشکالات کے جوابات علماء اسلام دے چکے ہیں۔ ان لوگوں کا ایک اشکال یہ بھی ہے کہ جس شخص کو قبر نہیں ملی اس کو عذاب وثواب کیسے ہوگا اور کہاں ہوگا؟ اس اشکال کا جواب ہر دور میں علماء حق نے دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عذاب وثواب کا معاملہ اصل میں عالم برزخ سے تعلق رکھتا ہے، جس کو یہ قبر مل گئی وہ بھی عالم برزخ میں ہے اور جس کو نہیں ملی وہ بھی عالم برزخ میں ہے۔ عالم برزخ صرف اور صرف قبر ہی میں منحصر نہیں قبر تو عالم برزخ کا ایک حصہ ہے جس کو یہ زمینی قبر نہیں ملی اس کی وہی قبر ہے جہاں اس کی میت یا اس کے اجزاء ہیں، سوال وجواب عذاب وثواب اس کو بھی ضرور بالضرور ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ جن علماء نے ایسے اشکالات کے جوابات دیئے ہیں انہوں نے اس قبر کی بالکل نفی نہیں کی۔

جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ والے بعض علماء کی کچھ عبارات قطع وبرید اور غلط استدلال کر کے پیش کرتے ہیں۔ ان سے بالکل دھوکہ نہ کھائیں، جب ایک مسئلہ وضاحت کے ساتھ ادلہ اربعہ سے ثابت ہو جائے تو پھر کسی شخصی رائے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جن علماء کی وہ عبارات نقل کرتے ہیں ہم نے تقریباً ساری عبارات اصل کتابوں سے خود دیکھی ہیں، کسی سے بھی زمینی قبر کا انکار یا عذاب وثواب کا انکار لازم نہیں آتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جہاں پر وہ ایسے اشکالات کے جوابات دے رہے ہوتے ہیں وہاں سے یہ اشاعتی حضرات (منکرین قبر ارضی) اپنی مرضی کی بات نقل کر لیتے ہیں اور جہاں پر اس مصنف نے قبر کا اثبات یا عذاب وثواب قبر کا عقیدہ ونظریہ بیان کیا ہوتا ہے وہ اس کو نقل نہیں کرتے۔

باب چہارم

اس باب میں عقیدہ حیات النبی ﷺ کو قرآن، حدیث، صحابہ کرام، تابعین عظام، اور دیگر علمائے امت؛ فقہاء ومحدثین اور اکابرین علمائے دیوبند کے اقوال وتعلیمات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ

محترم قارئین کرام! اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام وفات ظاہری کے بعد اپنی قبروں میں بتعلق روح زندہ ہیں، ان کے اجساد مقدسہ بعینہٖ محفوظ ہیں، صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے اسے بلا واسطہ سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے ان کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے اس اجماعی اور متفقہ موقف کے خلاف مماتی حضرات ایک جداگانہ موقف رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں (معاذ اللہ)، صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، یہ عقیدہ شرکیہ عقیدہ ہے، اس کے دلائل من گھڑت ہیں، یہ عقیدہ شیعہ کا ہے، اس عقیدہ کے قائلین شرک کے کھیت کے دہقان ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قارئین کی خدمت میں ان کی بعض عبارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) فرقہ مماتیہ اپنے بعض عقائد منظر عام پر لائے اور جماعتی لیٹر پیڈ پر یہ عقائد لکھ کر شائع کئے۔ سید ضیاء اللہ بخاری صاحب نے ان عقائد کی تصدیق بھی کی۔ ان عقائد میں یہ درج ہے کہ:

عقیدہ نمبر ۱: وفات کے بعد حضور اکرم ﷺ کی روح مبارکہ کا آپ کے جسم اطہر کے ساتھ قبر منور میں کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ قبر میں آپ مردہ ہیں۔ (میرے پیغمبر آخرت آپ کے لئے پہلی زندگی سے بہتر ہے)

عقیدہ نمبر ۲: آپ ﷺ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے جو سماع کا قائل ہے وہ بے ایمان کافر اور مشرک ہے (عند القبر صلوۃ وسلام کے سماع کی جتنی بھی احادیث ہیں وہ سب کی سب جعلی اور موضوع ہیں)

عقیدہ نمبر ۳: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون والی حدیث صحیح نہیں بلکہ من گھڑت ہے۔

تمام عقائد قرآن وسنت کے مطابق ہیں۔ ...... (دستخط) ...... ضیاء اللہ

نوٹ: ......اس کی ایک کاپی ہمارے پاس محفوظ ہے: از ناقل

(۲) محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ وغیرہ کے قائلین کے بارے میں لکھتے ہیں: حیاۃ النبی ﷺ، سماع موتی اور بزرگوں کے وسیلے جیسے موضوعات پر دلائل دے کر الٹا شرک کے کھیت کے دہقان بنے ہوئے ہیں۔ (شرک کیا ہے ص ۴)

(۳) خان بادشاہ لکھتے ہیں: ''ولیس المراد من الحیاۃ حیاتھم فی ھذہ القبور المحفورۃ''

(المسامیر النار یہ ص ۱۹۱)

ترجمہ: (انبیاء علیہم السلام کی) حیات سے ان (زمینی) گڑھوں والی قبروں میں زندہ ہونا مراد نہیں۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ کو روضہ مبارکہ میں بجسد عنصری کے ساتھ زندہ سمجھنا یہ شیعہ مسلک ہے۔ (العقیدۃ الجوہری ص ۳)

(۴) مولوی اللہ بخش لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ کا درود وسلام عندالقبر سننا و جواب دینا یہ قصہ من گھڑت ہے۔ (دعوۃ الرشاد ص ۸، مؤلف مولوی اللہ بخش، مؤید عنایت اللہ شاہ گجراتی)

(۵) محمد عطاء اللہ بندیالوی لکھتے ہیں: امام الانبیاء علیہم السلام کے ذمہ یہ جھوٹ لگایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر سلام کہیں گے تو میں اس کا جواب دوں گا۔ (کیا مردے سنتے ہیں؟ ص ۴۷)

مزید لکھتے ہیں: امام الانبیاء علیہم السلام قبر منور پر آنے والوں کے سلام کو نہیں سنتے۔ (کیا مردے سنتے ہیں ص ۴۹)

قارئین کرام! آپ نے فرقہ مماتیہ کا نظریہ ملاحظہ فرمالیا کہ کس طرح یہ لوگ ایک اجماعی عقیدہ کے خلاف زبان درازکرتے اور غلط نظریہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے اس غلط موقف کی قلعی کھولنے اور اس اجماعی عقیدہ کو واضح کرنے کے لئے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو قرآن، حدیث، صحابہ کرام، تابعین عظام، اور دیگر علمائے امت، فقہاء و محدثین اور اکابرین علمائے دیوبند کے اقوال وتعلیمات کی روشنی میں پیش کیا جارہا ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ چند تنقیحات

ہم یہاں پر استاذ العلماء حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم) استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا(کی تحریر کردہ چند تنقیحات ذکر کرتے ہیں جن سے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو سمجھنے میں آسانی اور اس پر وارد ہونے والے عقلی شبہات کا ازالہ ہوجاتا ہے۔

(۱) عالم دنیا میں نبی کریم ﷺ پر موت کا درود برحق ہے، اسی لئے آپ ﷺ کی عالم دنیا میں زندگی ۶۳ سال ہے۔

(۲) روح زندہ ہے روح کی حیات کا کوئی بھی منکر نہیں۔

(۳) نبی کریم ﷺ اور باقی انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ محفوظ ہیں۔

(۴) نبی کریم ﷺ کا اصلی عنصری دنیوی جسم مبارک اپنی قبر اطہر میں زندہ ہے، یعنی روح اعلیٰ علیین میں ہے اور روح مبارک کا تعلق ہے جسم انور کے ساتھ اور اس تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات ہے۔

(۵) جولوگ قبر اطہر میں دنیاوی جسم انور کی حیات کے منکر ہیں ان کے پاس نہ قرآن کی آیت ہے اور نہ حدیث، البتہ قرآن وحدیث کے نام پر دھوکہ ہے، کہ عالم دنیا کی موت آیات واحادیث کو قبر پر فٹ کر کے، روضہ اطہر میں نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس کو بے حس و بے جان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۶) اسی طرح جدید معتزلہ کے پاس علماء اہل السنت والجماعت میں سے کسی معتبر عالم کا انکار حیات پر رسالہ تو کیا کوئی قول بھی نہیں ہے، البتہ حیات برزخی اور حیات روحانی کے لفظ سے دھوکہ دیا جاتا ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ کا دنیوی، حسی، حقیقی جسم انور قبر اطہر میں زندہ ہے اسی لئے اس قبر کی حیات کو حیات دنیوی، حیاۃ حسی، حیات حقیقی کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور چونکہ برزخ میں عالم دنیا کے برعکس راحت کا اولاً تعلق روح کے ساتھ ہوتا

ہے اور روح کے واسطہ سے جسم کے ساتھ اس لئے اس حیات کو حیات روحانی کہا جاتا ہے، حیات برزخی اور حیات روحانی کہنے سے قبر میں دنیوی جسم سے حیات کی نفی نہیں ہوتی۔ (تقریظ بر کتاب خوشبو دالاعقیدہ ص ۳۴، ۳۵)

عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ کا قرآن پاک سے ثبوت

پہلی آیت

''وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ'' (البقرۃ: ۱۵۴)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی (م ۴۵۸ھ) لکھتے ہیں: ''وهذا إنما يصح على أن الله جل ثناؤه رد إلى الأنبياء عليهم السلام أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء'' (حیاۃ الانبیاء صلوات اللہ علیہم ص ۱۱۱)

ترجمہ: یہ بات بالکل درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کی طرف لوٹا دی ہیں، اس لئے وہ اپنے رب کے ہاں شہیدوں کی طرح زندہ ہیں۔

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: ''وإذا ثبت أنهم أحياء من حيث النقل فإنه يقويه من حيث النظر كون الشهداء أحياء بنص القرآن والأنبياء أفضل من الشهداء''

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم)

ترجمہ: جب نقلی دلائل سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو عقلی دلائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں (اس طرح) کہ شہداء نص قرآن کے رو سے زندہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں (تو ان کو حیات بطریق اولیٰ حاصل ہوگی)

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: ''ولا شک فی حیاته ﷺ بعد وفاته وكذا سائر الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء في قبورهم حياة اكمل من حياة الشهداء التي اخبر الله بها في كتابه العزيز'' (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۲، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: وفات کے بعد حضور ﷺ کی حیات میں کوئی شک نہیں اور اسی طرح باقی انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ حیات شہداء کی اس حیات سے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا، بڑھ کر ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''والحق عندی

عدم اختصاصها بهم بل حيوة الأنبياء أقوى منهم وأشد ظهورا اثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح بأزواج النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد" (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۵۲)

ترجمہ: میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ یہ حیات صرف شہداء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات ان سے زیادہ قوی ہے جس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں لیکن شہید کی بیوہ سے نکاح جائز ہوتا ہے۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

قاضی محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نیل الاوطار میں لکھتے ہیں: ''وورد النص في كتاب الله في حق الشهداء أنهم أحياء يرزقون وأن الحياة فيهم متعلقة بالجسد فكيف بالأنبياء والمرسلين وقد ثبت في الحديث: أن الأنبياء أحياء في قبورهم رواه المنذري وصححه البيهقي وفي صحيح مسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: مررت بموسى ليلة أسري بي عند الكثيب الأحمر وهو قائم يصلي في قبره''

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۳، باب فضل یوم الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ الخ)

ترجمہ: قرآن کریم کی صریح آیات شہداء کی حیات کے متعلق وارد ہوئی ہیں کہ وہ زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور اُن کی حیات جسم سے متعلق ہے تو حضرات انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کی حیات جسم سے متعلق کیوں نہ ہو گی؟ جب کہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ علامہ منذری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے معراج کی رات سرخ ٹیلے کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

مفتی بغداد علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۰ھ) ایک مقام پر حیات الشہداء کا ذکر کرتے ہوئے حیاۃ الانبیاء کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں: ''وهي فوق حياة الشهداء بكثير وحياة نبينا صلى الله عليه وسلم أكمل وأتم من حياة سائرهم عليهم السلام...... إن تلك الحياة في القبر وإن كانت يترتب عليها بعض ما يترتب على الحياة في الدنيا المعروفة لنا من الصلاة والأذان والإقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلك إلا أنها لا يترتب عليها كل ما يمكن أن يترتب على تلك الحياة المعروفة'' (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸، تحت آیۃ: ما کان محمد ابا احد من رجالکم)

ترجمہ: یہ حیات (جو انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے) شہداء کی حیات سے بہت اعلیٰ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تو تمام انبیاء علیہم السلام سے اکمل واتم ہے...... اس قبر کی زندگی پر اگرچہ بعض وہ امور مترتب ہوتے ہیں جو ہماری دنیا کی معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں مثلاً نماز، اذان، اقامت اور سنے ہوئے سلام کا جواب لوٹانا اور اسی طرح کے دیگر امور، مگر اس پر وہ سب امور مترتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف زندگی پر مترتب ہوتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: ''اور یہی حیات ہے

جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں قوی تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔'' (بیان القرآن ج ۱ ص ۹۷، معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷)

شیخ عبداللہ بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب فرماتے ہیں: ''والذی نعتقد ان رتبة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانه صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبره حیوة مستقرة ابلغ من حیوة الشهداء المنصوص علیها فی التنزیل اذهو افضل منهم بلاریب وانه صلی اللہ علیہ وسلم یسمع من یسلم علیه'' (اتحاف النبلاء ص ۴۱۵)

ترجمہ: ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن میں منصوص ہے، بہت بالاتر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے بلاریب افضل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں سلام عرض کرنے والوں کا سلام خود سنتے ہیں۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں: ''فلیس الشهید باولی من النبی وان نبی اللہ حی یرزق فی قبره کما ورد فی الحدیث'' (احکام القرآن از تھانوی ج ۱ ص ۹۲)

ترجمہ: شہید نبی سے تو بہتر نہیں، اور اللہ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو قبر میں رزق دیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

دوسری آیت

''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ'' (آل عمران: ۱۶۹)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

اس آیت کی تفسیر میں امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (م ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں: ''ومن ادلة ذلک ایضاً قوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ فان الشهادة حاصلة له صلی اللہ علیہ وسلم علی اتم الوجوه لانه شهید الشهداء، وقد صرح ابن عباس وابن مسعود وغیرهما رضی اللہ عنہم بانه صلی اللہ علیہ وسلم مات شهیداً'' (القول البدیع ص ۱۷۳، تحت العنوان: رسول اللہ حی علی الدوام)

ترجمہ: اور (حیاۃ النبی ﷺ) کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ'' اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کو شہادت کامل طور پر حاصل ہے، کیونکہ آپ ﷺ شہیدوں کے سردار ہیں اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ کو شہادت کی موت عطا ہوئی ہے۔

تیسری آیت

''وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ'' (سورۃ السجدۃ ۲۳)

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی، لہٰذا (اے نبی ﷺ!) آپ اس کے ملنے کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیے۔

امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حضرت قتادہ (م ۱۱۷ھ) سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے: ''﴿فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ﴾ قال: كان قتادة يفسرها أن نبي الله صلى الله عليه وسلم قد لقي موسى عليه السلام'' (صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۴، باب الاسراء برسول اللہ الخ)

ترجمہ: (یونس بن محمد فرماتے ہیں کہ) حضرت قتادہ اس آیت ''فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ'' کی تفسیر یوں فرماتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام تفسیر علامہ فخر الدین محمد بن عمر الرازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۴ھ) فرماتے ہیں: ''معناه فلا تكن في شك من لقاء موسى فإنك تراه وتلقاه'' (التفسیر الکبیر ج ۲۵ ص ۱۶۱)

ترجمہ: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں شک میں نہ رہیں، آپ ﷺ انہیں دیکھیں گے اور ان سے ملیں گے۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں: ''قال المفسرون: وعد رسول الله ﷺ أنه سيلقى موسى قبل أن يموت ثم لقيه في السماء وفي بيت المقدس حين أسري به'' (فتح القدیر ج ۴ ص ۳۰۷)

ترجمہ: مفسرین فرماتے ہیں: آپ ﷺ سے اس بات کا وعدہ کیا گیا ہے کہ وفات سے پہلے آپ علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگی، پھر آپ علیہ السلام جب معراج پر تشریف لے گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آسمان اور بیت المقدس میں ملے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

مفتی بغداد علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''وأخرج

الطبراني وابن مردويه والضياء في المختارة بسند صحيح عن ابن عباس أنه قال في الآية: أي من لقاء موسى وأخرج ابن المنذر وغيره عن مجاهد نحوه وأخرج ابن أبي حاتم عن أبي العالية أنه قال كذلك فقيل له: أو لقي عليه الصلاة والسلام موسى قال: نعم ألا ترى إلى قوله تعالىٰ: ﴿وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا﴾ وأراد بذلك لقاءه صلى الله تعالى عليه وسلم إياه ليلة الإسراء" (روح المعانی ج۲۱ ص۱۴۷)

ترجمہ: امام طبرانی، ابن مردویہ اور ضیاء الدین مقدسی نے اپنی ”مختارہ“ میں سند صحیح سے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: ”لقاء“ (ملاقات) سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہے۔ علامہ ابن المنذر نے امام مجاہد سے ایسی تفسیر نقل کی ہے۔ ابن ابی حاتم رازی نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بھی یہی تفسیر بیان کی، جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں کی ہے، کیا آپ نے اللہ کے اس فرمان: ”وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا“ میں غور نہیں کیا؟ اس آیت سے انہوں نے معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کو مراد لیا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) فرماتے ہیں: ”كان قتادة يفسرها أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد لقي موسى عليه السلام ووافقه عليه جماعة... وقد جمع البيهقي كتابا لطيفا في حياة الانبياء في قبورهم اورد فيه حديث انس: (الانبياء احياء في قبورهم يصلون) اخرجه من طريق يحيى بن ابى كثير و هو من رجال الصحيح عن المستلم بن سعيد... وشاهد هذا الحديث ما ثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن ثابت عن انس رفعه (مررت بموسىٰ ليلة اسرى بى عند الكثيب الاحمر و هو قائم يصلى في قبره)“ (فتح الملہم ج۱ ص۳۲۹، باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلاۃ الخ)

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور مفسرین کی ایک جماعت نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

علامہ عثمانی مزید فرماتے ہیں: امام بیہقی نے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر میں حیات کے بارے میں ایک بہترین کتاب لکھی ہے، اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس حدیث کو انہوں نے صحیح بخاری و مسلم کے راوی یحیٰی بن ابی کثیر عن مستلم بن سعید کے طریق سے روایت کیا ہے۔

علامہ عثمانی مزید فرماتے ہیں: اس حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں معراج کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے قریب موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے قریب سے گزرا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

چوتھی آیت

”وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا“ (سورۃ الزخرف ۴۵)

ترجمہ: اور آپ سے پہلے جو پیغمبر ہم نے بھیجے ہیں، آپ ان سے پوچھ لیجئے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۱ھ) حضرت ابن عباس کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''في غير رواية ابن عباس: فصلوا خلف رسول الله ﷺ سبعة صفوف، المرسلون ثلاثة صفوف والنبيون أربعة؛ وكان يلي ظهر رسول الله ﷺ إبراهيم خليل الله، وعلى يمينه إسماعيل وعلى يساره إسحاق ثم موسى ثم سائر المرسلين فأمهم ركعتين؛ فلما انفتل قام فقال: إن ربي أوحى إلي أن أسألكم هل أرسل أحد منكم يدعو إلى عبادة غير الله؟'' (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۷۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے علاوہ دیگر روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے (انبیاء علیہم السلام کی) سات صفیں تھیں، تین صفیں رسولوں کی اور چار صفیں نبیوں کی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی پشت مبارک کے ٹھیک پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، ان کے دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور بائیں جانب حضرت اسحق علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، پھر باقی رسول تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میرے رب نے مجھے وحی کی ہے کہ میں آپ یہ سوال کروں کہ کیا آپ نے غیر اللہ کی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دی تھی؟

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں: ''وقال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم: واسألهم ليلة الإسراء، فإن الأنبياء عليهم الصلوة والسلام جمعوا له'' (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۶۲)

ترجمہ: عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ اس کلام ''وَاسأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا'' کا تعلق معراج کی رات کے ساتھ ہے کہ آپ معراج کی رات ان سے سوال کریں، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کو آپ ﷺ کے لئے جمع کر دیا گیا تھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ پہلا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''ويؤيده حديث عبد الرحمن بن هاشم عن أنس ففيه وبعث له آدم فمن دونه من الأنبياء'' (فتح الباری ج ۷ ص ۲۶۳، کتاب المناقب، باب المعراج)

ترجمہ: (معراج کی رات انبیاء علیہم السلام کے روح مع الجسد حاضر ہونے کی) تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو عبدالرحمن بن ہاشم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اٹھا کر حاضر کیا گیا۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا حوالہ

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) مزید فرماتے ہیں: وطرق ذلك صحيحة فيحمل على أنه رأى موسى قائما

يصلي في قبره ثم عرج به هو ومن ذكر من الأنبياء إلى السماوات فلقيهم النبي ﷺ ثم اجتمعوا في بيت المقدس فحضرت الصلاة فأمهم نبينا ﷺ قال وصلاتهم في أوقات مختلفة وفي أماكن مختلفة لا يرده العقل وقد ثبت به النقل فدل ذلك على حياتهم (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب)

ترجمہ: اس (حدیث معراج) کے یہ طرق صحیح ہیں، سب کا خلاصہ یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، پھر آپ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام جن کا تذکرہ آپ نے کیا، ان سب نے آسمانوں کی طرف سفر کیا تو (آسمانوں میں) حضور علیہ السلام نے ان سے ملاقات فرمائی پھر یہ سارے بیت المقدس میں جمع ہوئے، نماز ادا کی گئی تو حضور علیہ السلام نے امامت فرمائی، لہٰذا ان کے مختلف اوقات اور مقامات میں نماز پڑھنے کی عقل تردید نہیں کرتی اور نقلی دلائل سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں: ”ومما يؤيد تشكل الأنبياء وتصورهم على وجه الجمع بين أجسادهم وأرواحهم، قوله: (فإذا موسى قائم يصلي) فإن حقيقة الصلاة وهي الإتيان بالأفعال المختلفة إنما تكون للأشباح لا للأرواح“ (مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۱۷۵، باب فی المعراج)

ترجمہ: حضرات انبیاء علیہم السلام کے شب معراج روح مع الجسد حاضر ہونے کی تائید آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام (اپنی قبر میں) کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، نماز کی حقیقت مختلف اعمال کا بجالانا ہے اور ان اعمال کا بجالانا جسموں کا کام ہے، صرف روح کا نہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) رقمطراز ہیں: ”قال عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنهما انه لمّا اسری بالنبي ﷺ بعث الله له آدم وولده من المرسلين فاذن جبرئيل ثم اقام وقال يا محمد تقدم فصل بهم فلمّا فرغ من الصلاة قال جبرئيل سل يا محمد من أرسلنا قبلك من رّسلنا“ (تفسیر المظہری ج ۸ ص ۳۵۳)

ترجمہ: حضرت عطاء سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو معراج کرایا تو حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد میں سے سارے انبیاء کرام علیہم السلام کو اٹھایا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد! آگے بڑھیے اور انہیں نماز پڑھایئے، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: اے محمد! ان سے سوال کیجئے۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں: ”قال الزهري وسعيد بن جبير وابن زيد: إن جبريل قال ذلك للنبي ﷺ لما أسري به فالمراد سؤال الأنبياء في ذلك الوقت عند ملاقاته لهم“ (فتح القدیر ج ۴ ص ۶۶۱)

ترجمہ: زہری، سعید بن جبیر اور ابن زید رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کلام ”وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

مِنْ رُسُلِنَا" معراج کی رات حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا تھا اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ انبیاء علیہم السلام سے ان کی ملاقات کے وقت سوال فرمادیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا حوالہ

اس آیت کے تحت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (م ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں: "یستدل بہ علی حیاۃ الانبیاء" (مشکلات القرآن ص ۲۳۴)

ترجمہ: اس آیت سے حیاۃ الانبیاء علیہم السلام پر استدلال کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی دیگر کئی تفاسیر میں اس آیت مبارکہ کی تشریح میں یہی بات نقل کی گئی ہے کہ اس آیت کا مقامِ نزول شب معراج ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور اس موقع پر انبیاء علیہم السلام روح مع الجسد جمع ہوئے تھے۔

پانچویں آیت

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ إِنَّ الَّذِینَ یَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ الَّذِینَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِیمٌ" (سورۃ الحجرات ۲، ۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لئے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔

علامہ رحمت اللہ سندھی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ السندھی الحنفی رحمہ اللہ (م ۹۷۸ھ اور ۹۹۳ھ) فرماتے ہیں: "ثم توجہ مع رعایۃ غایۃ الادب فقام تجاہ الوجہ الشریف متواضعاً خاشعاً مع الذلۃ و الانکسار و الخشیۃ و الوقار و الھیبۃ و الافتقار غاض الطرف مکفوف الجوارح فارغ القلب واضعاً یمینہ علی شمالہ مستقبلاً للوجہ الکریم مستدبراً للقبلۃ...... محترزاً عن اشغال النظر بما ھناک من الزنیۃ، متمثلاً صورتہ الکریمۃ فی خیالک، مستشعراً بانہ علیہ الصلوۃ و السلام عالماً بحضورک و قیامک و سلامک مستحضراً اعظمتہ وجلالتہ و شرفہ و قدرہ ﷺ ثم قال مسلماً مقتصداً من غیر رفع صوت لقولہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الَّذِینَ یَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ﴾ و لا اخفاء بحضور و حیاء" (لباب المناسک للسندی ص ۵۰۸، باب زیارۃ سید المرسلین)

ترجمہ: پھر انتہائی ادب کے ساتھ چہرہ اقدس کی طرف متوجہ ہو، تواضع، رسوائی، انکساری، خوف اور سکون کے ساتھ اور ہیبت، محتاجی، نگاہوں کو پست کئے ہوئے جوارحات کو حرکات سے بند رکھتے ہوئے، دل کو ہر

بات سے اُس مقصود کے لئے فارغ کئے ہوئے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے، چہرہ مکرم کی طرف منہ کئے ہوئے، اور قبلہ مبارکہ کی طرف پشت کئے ہوئے اور وہاں کی آرائش وتزئین سے نگاہوں کو بچاتے ہوئے، اور آپ ﷺ کی صورت مبارکہ کا تصور لئے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ ﷺ تیری موجودگی، تیرے قیام اور تیرے سلام سے باخبر ہیں اور آپ ﷺ کی عظمت وجلالت بلندی قدر کو ملحوظ رکھتے ہوئے پھر سلام پیش کرے، میانہ روی سے اور آواز کو پست رکھتے ہوئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اپنی آواز کو آپ ﷺ کی آواز سے پست رکھو، اور بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں (یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لئے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی)، اور نہ زیادہ اخفاء کے ساتھ اور حضور قلب اور حیاء کے ساتھ سلام عرض کرے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا حوالہ

قطب الاقطاب فقیہ وقت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (م ۱۳۲۲ھ) فرماتے ہیں: ''اور بہت پکار کر نہ بولے، بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو عرض کرے: ''السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یستشفع بک الی ربک'' (اے اللہ کے رسول! آپ کو فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام قبول ہو، وہ شخص آپ سے درخواست کر رہا تھا کہ آپ اس کے لئے رب سے سفارش کریں) (تالیفات رشیدیہ ص ۶۵۰، زبدۃ المناسک)

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کا حوالہ

شارح ابوداؤد فخر المتکلمین مولانا خلیل احمد سہارنپوری (م ۱۳۴۶ھ) فرماتے ہیں: ''آنحضرت ﷺ حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام کرنا بے ادبی اور آپ کی ایذاء کا سبب ہے۔ لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے۔ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۳۷۰)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''اور جو قبر شریف کے پاس حاضر ہو، وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔'' (تفسیر عثمانی ج ۲ ص ۶۴۰)

مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمہ اللہ کا حوالہ

مفسر قرآن مولانا محمد مالک کاندھلوی (م ۱۴۰۹ھ) فرماتے ہیں: احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو؟ معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں۔ تو فرمایا: اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے) تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ ﷺ میں۔ اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت ﷺ کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا، اسی طرح کا احترام وتوقیر اب بھی لازم ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں حی (زندہ) ہیں۔ (معارف القرآن تکملہ ج ۷ ص ۴۸۷)

عقیدہ حیات النبی ﷺ کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

اس عنوان کے تحت ہم چند احادیث مبارکہ کو بیان کریں گے جن سے عقیدہ حیات النبی ﷺ ثابت ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱

"عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ" (مسند ابی یعلی الموصلی ص ۶۵۸، رقم الحدیث ۳۴۲۵ من حدیث انس بن مالک، مسند ابی یعلی الموصلی ج ۳ ص ۳۷۹ بتحقیق ارشاد الحق الاثری غیر مقلد رقم الحدیث ۳۴۱۲، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۷۰، الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۴۹۰ باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ الخ، شفاء السقام للسبکی ص ۱۳۹۱ الفصل الاول فیما ورد فی حیاۃ الانبیاء)

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱......علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ علی بن ابو بکر الہیثمی رحمہ اللہ (م ۸۰۷ھ) (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۶، باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، رقم الحدیث ۱۳۸۱۲) کے تحت فرماتے ہیں: "رجال أبي يعلى ثقات"

ترجمہ: امام ابو یعلی کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

۲......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) کے تحت فرماتے ہیں: "وصححه البيهقي"

ترجمہ: اس حدیث کو امام بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے۔

۳......علامہ سمہودی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ سمہودی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۲، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) کے تحت فرماتے ہیں: "ورواه ابو يعلى برجال ثقات ورواه البيهقي وصححه"

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابو یعلی نے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو روایت کر کے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۴......ملا علی قاری رحمہ اللہ کا حوالہ

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) (شارح مشکوٰۃ اپنی کتاب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۳ ص ۴۱۵، باب الجمعۃ) کے تحت فرماتے ہیں: "صح خبر الانبياء احياء في قبورهم"

ترجمہ: حدیث ''الانبیاء احیاء فی قبورھم'' صحیح ہے۔

۵......علامہ مناوی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ (م ۱۰۳۱ھ) (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۳ ص ۲۳۹ رقم الحدیث ۳۰۸۹) کے تحت فرماتے ہیں: ''وھو حدیث صحیح''

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

۶......شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ کا حوالہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ حنفی (م ۱۰۵۲ھ) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷، مترجم عنوان: حیاۃ الانبیاء علیہم السلام) کے تحت فرماتے ہیں: ''ابو یعلی ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الانبیاء احیاء فی قبورھم۔ (الحدیث) تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔''

۷......علامہ عزیزی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ علی بن احمد بن نورالدین عزیزی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۳۴) فرماتے ہیں: ''وھو حدیث صحیح''

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

۸......قاضی شوکانی رحمہ اللہ کا حوالہ

قاضی شوکانی رحمہ اللہ (م ۱۲۵۰ھ) (تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ص ۴۲) میں لکھتے ہیں: ''أنه صلی الله علیه وسلم حي في قبره وروحه لاتفارقه لما صح أن الأنبياء أحياء في قبورهم''

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۹......قاضی شوکانی رحمہ اللہ کا حوالہ

قاضی شوکانی رحمہ اللہ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۳، باب فضل یوم الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ الخ) کے تحت لکھتے ہیں:

''وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احیاء فی قبورھم رواہ المنذری وصححہ البیھقی''

ترجمہ: یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اس روایت کو علامہ منذری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

۱۰......علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ حنفی (م ۱۳۵۲ھ) (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴ باب رفع الصوت فی المسجد) میں اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر کی تصحیح کو نقل فرما کر اس پر اعتماد فرمایا ہے۔

۱۱......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) نے (فتح الملہم ج۱ ص۳۲۹ باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ) میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

۱۲......شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کا حوالہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کاندھلوی حنفی (م ۱۴۰۲ھ) (فضائل درود شریف ص ۶۷ دوسری فصل، میں حدیث نمبر ۳) کے تحت فرماتے ہیں: ''اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔''

۱۳......امام اہل سنت کا حوالہ

ہمارے استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ حنفی (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۲۲۲) میں فرماتے ہیں:

امام ابو یعلیٰ کے طریق سے جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں، کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اصول حدیث میں اس سے زیادہ قوی دلائل موجود نہیں ہیں کہ اس کے راوی سب ثقہ ہوں اور جمہور محدثین کرام اس کی تصحیح پر متفق ہوں۔

حدیث نمبر ۲

''عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ إِلاَّ رَدَّ اللهُ عَلَیَّ رُوحِی حَتّٰی أَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ'' (سنن ابی داؤد ج۱ ص۲۸۶ کتاب المناسک باب زیارۃ القبور، مسند احمد ج۹ ص۵۷۵ رقم الحدیث ۱۰۷۵۰، مسند اسحاق بن راھویہ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۵۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۵ باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۷ باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث ۱۵۸۱، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۲ ص ۲۲۶ رقم الحدیث ۳۰۹۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کوئی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے (یعنی متوجہ کر دیتا ہے) یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱......علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ (م ۷۲۸ھ) (مجموع الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۵۵ کتاب الزیارۃ) میں فرماتے ہیں:

''وَهُوَ حَدِیثٌ جَیِّدٌ''

ترجمہ: یہ حدیث جید (کھری) ہے۔

۲......علامہ سبکی رحمہ اللہ کا حوالہ

امام تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ (م ۷۵۶ھ) (شفاء السقام ص ۱۶۱، الباب الثانی فیما ورد من الاخبار الخ) کے تحت فرماتے ہیں: ''ھذا اسناد صحیح''

ترجمہ: اس کی اسناد صحیح ہے۔

۳......علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کا حوالہ

حافظ ابن کثیر شافعی رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۷۴ تحت الآیۃ: ان اللہ وملئکتہ یصلون) میں فرماتے ہیں: ''وصححہ النووی فی الاذکار''

ترجمہ: امام نووی نے اس روایت کو اپنی کتاب ''الاذکار'' میں صحیح قرار دیا ہے۔

۴......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۶ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) میں اس روایت کو نقل کرکے فرماتے ہیں: ''ورواتہ ثقات''

ترجمہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

۵......علامہ سمہودی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ سمہودی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۹، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) کے تحت فرماتے ہیں: ''وروی ابو داود بسند صحیح...... عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ مرفوعا''

ترجمہ: امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کی ہے۔

۶......علامہ زرقانی رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۲ھ) (شرح المواہب للزرقانی ج ۸ ص ۳۰۸) میں فرماتے ہیں: ''باسناد صحیح''

ترجمہ: یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

۷......علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا حوالہ

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (م ۱۳۵۲ھ) (عقیدۃ الاسلام ص ۱۲۰) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: ''رواتہ ثقات''

ترجمہ: اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۸......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) نے (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰ باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ) میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے: ''ورواتہ ثقات''

''ردِروح'' کا مطلب

اس حدیث میں ''رد روح'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روح مبارک کو آپ ﷺ کی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور قوت گویائی عطاء فرماتے ہیں۔

اکابرین امت کی چند معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱......علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ) السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۸ میں فرماتے ہیں: ''(الا رد الله علی روحی) ای رد علی نطقی لانه ﷺ حی دائما و روحه لا تفارقه لان الانبیاء احیاء فی قبورهم''

ترجمہ: حدیث ''اِلاَّ رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوْحِی'' میں ''رد روح'' سے مراد قوت گویائی کا عطاء ہونا ہے، کیونکہ آپ ﷺ دوامی طور پر زندہ ہیں اور آپ علیہ السلام کی روح آپ علیہ السلام سے الگ نہیں ہوتی، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲......حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۷ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب ''آبِ حیات'' کے (ص ۲۰۶) پر فرماتے ہیں: ''اس صورت میں حاصل معنی حدیث شریف کے یہ ہوں گے کہ جب کوئی رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو خداوند کریم آپ ﷺ کی روح پُرفتوح کو اس حالت استغراق فی ذات اللہ تعالیٰ وتجلیات اللہ سے جو بوجہ محبوبیت ومحبیت تامہ آپ ﷺ کو حاصل رہتی ہے، اپنے ہوش عطاء فرما دیتا ہے۔ یعنی مبدء انکشاف نبوی ﷺ کو جو انبساط الی اللہ حاصل تھا مبدل بانقباض ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے ارتداد علی النفس حاصل ہوتا ہے اور اپنی ذات وصفات اور کیفیات اور واقعات متعلقہ ذات وصفات سے اطلاع حاصل ہو جاتی ہے، سو چونکہ سلام اتیان بھی مجملہ وقائع متعلقہ ذات خود ہیں، اس لئے اس سے مطلع ہو کر بوجہ حسنِ اخلاق ذاتی جواب سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس صورت میں اثباتِ حیات اور دفع مظنہ ممات بمعنی انقطاع تعلق حیات کے لئے جواب میں اور تکلفات کی حاجت نہ رہے گی۔''

۳......حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ) (نشر الطیب ص ۲۰۰ اٹھائیسویں فصل) کے تحت فرماتے ہیں: ''اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت وجبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی، اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، اس کو ''ردِ روح'' سے تعبیر فرما دیا۔''

۴......حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۷ھ) کے بارے (مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اوّل ص ۲۴۸) میں ہے، آپ فرماتے ہیں:

الف: ابوداؤد کی روایت میں ”رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوحِی“ فرمایا گیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلاَّ رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوحِی حَتّٰی اُسَلِّمَ عَلَیْہِ او کما قال“ اگر لفظ ”اِلَیَّ رُوحِی“ فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ وارد ہوسکتا تھا، ”اِلٰی“ اور ”عَلٰی“ کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا، ”عَلٰی“ استعلاء کے لئے ہے اور ”اِلٰی“ نہایت طرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہوگئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹا گیا ہے، چونکہ آنحضرت ﷺ مدارج قرب ومعرفت میں ہر وقت ترقی پزیر ہیں اس لئے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کردیتا ہے، چونکہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں مگر جب رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے اس لئے بارگاہِ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی ہے کہ خود سرور کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کرکے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کردیا جاتا ہے اور آپ ﷺ اس کے لئے متوجہ ہوکر دعا فرماتے ہیں۔

ب: اگر بالفرض وہی معنی لئے جائیں جو آپ سمجھے ہیں اور ”عَلٰی“ اور ”اِلٰی“ میں کوئی فرق نہ کیا جائے، تب بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ ﷺ پر اندرونِ نماز اور بیرونِ نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو، اس لئے دوامِ حیات لازم آئے گا۔

۵......مولانا نعمانی رحمہ اللہ کا حوالہ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ (م ۱۴۱۷ھ) (معارف الحدیث ج ۵ ص ۲۳۸، ۲۳۹) پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ”حدیث کے ظاہری الفاظ ”اِلاَّ رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوحِی“ سے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسدِ اطہر سے الگ رہتی ہے، جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے جسدِ اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تاکہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی۔

اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ ﷺ کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں، روضہ اقدس پر حاضر ہوکر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلّم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلّم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔

اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ کا جسدِ اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے، اس بناء پر اکثر شارحین نے ”ردِ روح“ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر

جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے آپ ﷺ کی روح اس طرف متوجہ بھی ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ والتفات کو "رد روح" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳

"عَن اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَ فِیْہِ قُبِضَ وَ فِیْہِ النَّفْخَۃُ وَ فِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالَ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ کَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَ قَدْ اَرَمْتَ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ بَلِیْتَ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ" (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۵۷ باب تفریع ابواب الجمعۃ، سنن النسائی ج ۱ ص ۲۰۴ باب اکثار الصلوٰۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، سنن ابن ماجہ ص ۷۶ باب فی فضل الجمعۃ، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۸، ۲۴۹ باب ما یؤمر بہ فی لیلۃ الجمعۃ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۶ باب فی ثوب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ، مسند احمد بن حنبل ج ۱۲ ص ۴۷ رقم الحدیث ۱۶۱۰۷، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۶۹ باب الامر بکثرۃ الصلاۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث ۱۰۶۸، صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۸۳۹ باب فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، صحیح ابن حبان ص ۵۰ ۳ رقم الحدیث ۹۱۰)

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن ان کا انتقال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے اس لئے تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے؟! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں۔ (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)

فائدہ: اس حدیث مبارک سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جسد عنصری کو درود شریف کے پیش ہونے میں پورا پورا دخل ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال میں نبی ﷺ کے لئے ایسا جسم اطہر ہونا ضروری ہے جس پر درود شریف پیش بھی ہو سکے اور روح کے تعلق کے بغیر یہ ممکن نہیں، کیونکہ بے تعلق روح تو یہ محض بے حس اور لاشعور جسم ہوگا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کی حفاظت بھی حیات انبیاء علیہم السلام کی مستقل دلیل ہے۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱...... امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام ابو عبداللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۰۵ھ) (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۶۹ باب الامر بکثرۃ الصلاۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث ۱۰۶۸) میں فرماتے ہیں: "هذا حديث صحيح على شرط البخاري"

ترجمہ: یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

۲......امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۶ھ) (کتاب الاذکار ص ۱۵۰ کتاب الصلاۃ علی رسول اللہ ﷺ) میں فرماتے ہیں: ''في سنن أبي داود، والنسائي، وابن ماجة بالأسانيد الصحيحة عن أوس بن أوس رضي الله عنه الخ''

ترجمہ: سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں صحیح اسانید کے ساتھ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (آگے وہ روایت لاتے ہیں)

۳......علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد الہادی الحنبلی (م ۷۴۴ھ) (الصارم المنکی ص ۱۸۴) میں فرماتے ہیں: ''عن أوس حديثاً صحيحاً، لأن رواته كلهم مشهورون بالصدق والأمانة والثقة والعدالة، ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كأبي حاتم بن حبان، والحافظ عبد الغني المقدسي، وابن دحية وغيرهم، ولم يأت من تكلم فيه وعلله بحجة بينة''

ترجمہ: حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے سارے راوی صدق، امانت، ثقاہت اور عدالت میں مشہور ہیں۔ اسی لئے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جن میں امام ابن حبان، حافظ عبدالغنی المقدسی اور ابن دحیہ رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس حدیث پر حجت اور دلیل سے کلام کیا ہو اور اسے معلل ٹھہرایا ہو۔

۴......علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) نے بھی اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر صحیح مانا ہے۔ (تلخیص علی المستدرک ج ۱ ص ۵۶۹ باب الامر بکثرۃ الصلاۃ......رقم الحدیث ۱۰۶۸)

۵......علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ محمد بن ابی بکر ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ) (جلاء الافہام ص ۳۹ رقم الحدیث ۶۲) کے تحت فرماتے ہیں:

''ومن تأمل هذا الإسناد لم يشك في صحته لثقة رواته وشهرتهم وقبول الأئمة أحاديثهم''

ترجمہ: جو شخص بھی اس روایت کی اسناد میں غور کرے گا تو اسے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہوگا کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام نے ان کی احادیث کو قبول کیا ہے۔

۶......حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۷۳ تحت الآیۃ: ان اللہ وملئکتہ یصلون) میں فرماتے ہیں: ''وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدارقطني، والنووي في الأذكار''

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام دارقطنی اور امام نووی نے اپنی ''کتاب الاذکار'' میں صحیح قرار دیا ہے۔

۷......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج۱۱ ص ۲۰۰ باب الصلوۃ علی النبی ﷺ) میں فرماتے ہیں: ''وورد الأمر باكثار الصلاة عليه يوم الجمعة من حديث أوس بن أوس وهو عند احمد وأبي داود وصححه ابن حبان والحاكم''

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جمعہ کے دن آپ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے کا ذکر آیا ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

۸......شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ کا حوالہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۰۵۲ھ) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۲۰) میں فرماتے ہیں: ''در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید درروز جمعہ درود برمن زیرا کہ صلوٰۃ شما معروض مے گردد برمن ایں جا معلوم مے شود کہ حیات انبیاء حیات جسمی دنیاوی است نہ مجرد بقائے ارواح۔''

ترجمہ: صحیح حدیث میں آیا ہے کہ: ''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی جسم والی ہے نہ کہ صرف روح کی حیات ہے۔

۹......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۹۸ باب ما جاء فی الصلوۃ علی القبر) کے تحت رقمطراز ہیں: ''وهو حي في قبره الشريف ولحوم الانبياء علیہم السلام حرام على الارض كما ورد به الاثر''

ترجمہ: آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم زمین پر حرام ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

۱۰......امام اہل السنت رحمہ اللہ کا حوالہ

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۳۰۲) پر فرماتے ہیں:
''اصول حدیث کے رو سے یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔''

حدیث نمبر ۴

''عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله ﷺ: أكثروا الصلاة علي يوم الجمعة. فإنه مشهود تشهده الملائكة. وإن أحدا لن يصلي علي إلا عرضت علي صلاته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت؟ قال (وبعد الموت. إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. فنبي الله حي يرزق)''

(سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸، کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو شخص درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درود پڑھنے سے فارغ ہو جاتا ہے۔ ابوالدرداء نے عرض کیا: وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱......علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۵۶ھ) (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۲۸ الترغیب فی اکثار الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحت فرماتے ہیں: ''رواہ ابن ماجۃ باسناد جید''

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۲......علامہ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن أحمد ابن الملقن الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۴ھ) (البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۸ تحت الحدیث الخامس بعد العشرین) میں رقمطراز ہیں: ''وَإسْنَادہ حسن''

ترجمہ: اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

۳......علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) (تہذیب التھذیب ج ۲ ص ۵۳۷ تحت ترجمۃ زید بن ایمن) میں رقمطراز ہیں: ''رجالہ ثقات''

ترجمہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

۴......علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۳، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) فرماتے ہیں: ''رواہ ابن ماجۃ باسناد جید''

ترجمہ: ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ اس کی سند جید ہے۔

۵......ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) (مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۱۱۲ باب الجمعۃ الفصل الثالث) میں فرماتے ہیں: ''باسناد جید نقلہ میرک عن المنذري ولہ طرق کثیرۃ''

ترجمہ: اس کی سند جید ہے، مشہور محدث میرک نے اس روایت کو علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں۔

۶......علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر ج۱ ص۲۹۰) میں فرماتے ہیں: "ورجالہ ثقات"

ترجمہ: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

۷......قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

قاضی محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۳ باب فضل یوم الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ) میں لکھتے ہیں: "وقد أخرج ابن ماجۃ باسناد جید"

ترجمہ: اس روایت کو امام ابن ماجہ نے جید سند سے روایت کیا ہے۔

۸......علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۲ھ) (شرح المواہب اللدنیۃ ج ۵ ص ۳۳۶) میں فرماتے ہیں:

"رواہ ابن ماجۃ برجال ثقات"

ترجمہ: ابن ماجہ نے اس حدیث کو ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

۹......علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ محمد بن عبدالہادی سندھی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۸ھ) (شرح سنن ابن ماجہ ج ۳ ص ۳۱۰، تحت رقم الحدیث ۱۶۲۷) میں فرماتے ہیں: "هَذَا الْحَدِيث صَحِيح"

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

۱۰......شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد (م ۱۳۲۹ھ) (شاگرد سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ج۱ ص۲۶۱، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ) کے تحت لکھتے ہیں: "رواہ ابن ماجۃ باسناد جید ولہ طرق کثیرۃ"

ترجمہ: اس روایت کو ابن ماجہ نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے طرق بہت زیادہ ہیں۔

۱۱......امام اہل السنت رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۳۱۹) میں فرماتے ہیں:

"اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جید اور کھری ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا جم غفیر جید کہہ کر اس کی تصحیح کرتا ہے۔"

حدیث نمبر ۵

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ"

(سنن النسائی ج ۱ ص ۱۸۹ باب التسلیم علی النبی ﷺ، مسند احمد ج ۳ ص ۵۳۶ رقم الحدیث ۳۶۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴ باب فی ثواب الصلاۃ علی النبی ﷺ، مشکوۃ المصابیح ص ۸۶ باب الصلاۃ علی النبی، الخصائص الکبرٰی ج ۲ ص ۴۸۹ باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلاۃ علی النبی، مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۴۱ باب الصلاۃ علی النبی ﷺ، صحیح ابن حبان ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۹۱۴، مسند ابی یعلی موصلی ص ۹۵۱ رقم الحدیث ۵۲۱۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱......امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام ابوعبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۰۵ھ) اپنی کتاب (المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلاۃ علی النبی ﷺ) کے تحت اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں: "صحیح الإسناد"

ترجمہ: یہ روایت کی سند صحیح ہے۔

۲......علامہ ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ محمد بن احمد ابن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ ابن (م ۷۴۴ھ) اپنی کتاب (الصارم المنکی ص ۲۰۲) پر فرماتے ہیں: "رواہ النسائي وإسماعیل القاضي وغیرهما من طرق مختلفة بأسانید صحیحة"

ترجمہ: اس روایت کو امام نسائی اور اسماعیل القاضی نے مختلف طرق سے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۳......امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) نے بھی اپنی کتاب (تلخیص علی المستدرک ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلاۃ علی النبی ﷺ) کے تحت صحیح قرار دیا ہے۔ "صحیح"

۴......علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۷ھ) اپنی کتاب (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۹۵ باب ما یحصل لامتہ من استغفارہ بعد وفاتہ) کے تحت فرماتے ہیں: "رواہ البزار ورجاله رجال الصحیح"

ترجمہ: امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

۵......علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ھ) (القول البدیع ص۱۵۹، الباب الرابع) کے تحت رقمطراز ہیں:

"رواہ احمد و النسائی و الدارمی و ابو نعیم و البیھقی و الخلعی و ابن حبان و الحاکم فی صحیحھما و قال صحیح الاسناد"

ترجمہ: امام احمد، امام نسائی، امام دارمی، امام ابونعیم، امام بیہقی، امام خلعی نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو روایت اپنی اپنی "صحیح" میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

۶......علامہ عزیزی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر ج۱ ص۵۱۸) میں فرماتے ہیں: "حدیث صحیح"

ترجمہ: حدیث صحیح ہے۔

۷......شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) اپنے (فتاوی عزیزی ج۲ ص۲۹) فرماتے ہیں: "نزد احمد ونسائی ہر آئینہ خدائے را فرشتگا نند سیر کنندگان در زمین میرسانند مرا از امت من سلام را و بتواتر رسیدہ ایں معنی الخ"

ترجمہ: امام احمد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔" اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔

تشریح حدیث

مندرجہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کا سلام پیش کی جاتا ہے اور اس کام پر فرشتوں کی ایک جماعت مستقل طور پر مامور ہے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ھ) نے امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے سلام کے ساتھ صلوٰۃ (درود شریف) بھی پہنچاتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان للہ ملئکۃ یسیحون فی الارض یبلغونی صلوۃ من صلی علی من امتی اخرجہ الدار قطنی" (القول البدیع للسخاوی ص۱۵۹ الباب الرابع)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین پر پھرتے ہیں، میری اُمت میں سے جو شخص مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں۔

علامہ ابوالفتح شہاب الدین محمد بن احمد الابشیہی اس روایت کو یوں نقل کرتے ہیں: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن للہ ملائکۃ سیاحین في الأرض یبلغوني الصلاۃ عليَ من أمتي فأستغفر لھم الحدیث"

(المستطرف فی کل فن مستطرف ص ۵۸۳، فیما جاء من فضل الصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے ہیں، میری اُمت میں سے جو شخص مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچاتے ہیں۔ پھر میں ان کے لئے استغفار کرتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ عزیزی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۰ھ) فرماتے ہیں: ''جس طرح آپ ﷺ پر سلام پیش کیا جاتا ہے اسی طرح صلوٰۃ اور درود بھی پیش کیا جاتا ہے۔'' (السراج المنیر ج ۱ ص ۵۱۸)

سلطان المحدثین ملا علی القاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''أي یوصلون من أمتي السلام إذا سلموا علي قليلا أو كثيرا وهذا مخصوص بمن بعد عن حضرة مرقده المنور ومضجعه المطهر وفيه إشارة إلى حياته الدائمة وفرحه ببلوغ سلام أمته الكاملة وإيماء إلى قبول السلام حيث قبلته الملائكة وحملته إليه عليه السلام وسيأتي أنه يرد السلام على من سلّم عليه'' (المرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۴۱)

ترجمہ: یعنی فرشتے مجھ پر میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں جب امتی مجھ پر سلام کہتے ہیں خواہ یہ سلام قلیل ہو یا کثیر، یہ (سلام کا پہنچانا) اس شخص کے لئے مخصوص ہے جو آنحضرت ﷺ کی قبر منور اور پاکیزہ آرام گاہ سے دور ہو اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیات دائمی ہے اور سلام پہنچنے پر آپ ﷺ خوشی کا اظہار فرماتے ہیں اور فرشتے جو سلام لاتے ہیں آپ ﷺ اسے قبول فرماتے ہوئے اس سلام کہنے والے کو خود سلام کا جواب عطاء فرماتے ہیں۔

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ (م ۱۴۱۷ھ) فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبر مبارک کے پاس پہنچا دے اور وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو آپ ﷺ اس کو بنفسِ نفیس سنتے ہیں اور ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔'' (معارف الحدیث ج ۵ ص ۸۰)

حدیث نمبر ۶

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ'' (مشکوٰۃ المصابیح ۸۷ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضلھا الفصل الثالث، شعب الایمان للبیھقی ج ۲ ص ۲۱۸ باب فی تعظیم النبی ﷺ واجلالہ وتوقیرہ، جلاء الافہام لابن القیم ص ۲۲، القول البدیع للسخاوی ص ۱۶۰/الباب الرابع، حیات الانبیاء للبیھقی ص ۱۰۴، کتاب ثواب الاعمال لابی الشیخ الاصبھانی بحوالہ فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۷۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱......حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر

فی الکتاب مریم) کے تحت فرماتے ہیں: ''واخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید''

ترجمہ: محدث ابوالشیخ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔

۲......علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ھ) نے (القول البدیع ۱۶۰/الباب الرابع) میں اس کی سند کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

۳......ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) زالمرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۲۲ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا) کے تحت فرماتے ہیں: ''ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید''

ترجمہ: ابوالشیخ اصبہانی اور ابن حبان نے اس حدیث کو سند جید سے نقل فرمایا ہے۔

۴......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ) نے اس حدیث کے متعلق (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰/باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ) میں فرمایا ہے: ''سندہ جید''

ترجمہ: اس حدیث کی سند جید ہے۔

۵......نواب صدیق حسن رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد (م ۱۳۰۷ھ) اس روایت کو اپنی کتاب ''دلیل الطالب'' کے ص ۸۴۴ میں لائے ہیں اور اس کی تحسین فرمائی ہے۔

۶......مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

مولانا غلام اللہ خان (م ۱۴۰۰ھ) فرماتے ہیں: اس حدیث کی جو سند سدّی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ''قال میرک نقلاً عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید''

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ۴۸/اکتوبر ۱۹۶۷ء)

۷......امام اہل السنت رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۳۲۸) میں فرماتے ہیں: ان اکابر محدثین کے (جن میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن کی تقریب اور تہذیب پر آج رواۃ کی توثیق وتضعیف کا مدار ہے) بیان سے واضح ہوگیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۷

"عن عطاء مولی أم حبیبة قال: سمعت أبا هریرة یقول: قال رسول الله ﷺ: لیهبطن عیسی ابن مریم حکما عدلا و إماما مقسطا و لیسلکن فجا حاجا أو معتمرا أو بنیتهما و لیأتین قبري حتی یسلم عليَّ ولأردن علیه یقول أبو هریرة: أي بني أخي إن رأیتموه فقولوا أبو هریرة یقرئك السلام" (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰ ذکر نبی اللہ وروحہ عیسی بن مریم، مسند ابی یعلی ص ۱۱۴۹ رقم الحدیث ۶۵۷۷، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۷ باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۰ باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ الخ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور عادل، فیصلہ کرنے والے، منصف حکمران بن کر اتریں گے اور وہ اس گلی میں سے حج کرتے یا عمرہ کرتے یا ان دونوں کی نیت سے گزریں گے اور وہ میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے، میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے میرے بھتیجو! اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے کہیے گا: ابو ھریرہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔

فائدہ: اس صحیح روایت سے آنحضرت ﷺ کا قبر اقدس میں زندہ ہونا، صلوۃ وسلام کا سماع فرمانا اور آپ ﷺ کا جواب دینا بھی ثابت ہے، اس کا انکار کرنا حدیث کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

تصحیح حدیث

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

۱......امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام ابو عبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۰۵ھ) اسے اپنی کتاب (المستدرک ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰ ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم) کے تحت نقل فرماتے ہیں: "ھذا حدیث صحیح الإسناد"

۲......علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) بھی تلخیص علی المستدرک ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰ ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم کے تحت اسے صحیح کہتے ہیں۔

۳......علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۷ھ) اپنی کتاب (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۷ باب ذکر الانبیاء علیہم السلام) میں فرماتے ہیں: "رواہ أبو یعلی ورجالہ رجال الصحیح"

ترجمہ: اس روایت کو امام ابو یعلی نے نقل کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

۴......علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) نے (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۶۰ رقم الحدیث ۷۷۴۲) کے تحت اس کو صحیح فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۸

''عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اَتَیْتُ وَفِیْ رِوَایَۃِ ھَدَّابٍ مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ'' (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸ کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، مسند احمد ج ۱۰ ص ۸۸ ۳ رقم الحدیث ۱۲۱۴۹، النسائی ج ۱ ص ۲۴۲ کتاب قیام اللیل وتطوع النھار باب ذکر صلوٰۃ نبی اللہ موسیٰ کلیم اللہ، مسند ابی یعلیٰ ص ۶۴۳ رقم الحدیث ۳۳۲۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۸۴ باب السلام علی قبر النبی ﷺ، ابن حبان ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۵۰،۴۹)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب سے ہوا، تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

حدیث مذکور کے مستدلین

اس حدیث سے مندرجہ ذیل حضرات نے استدلال فرمایا ہے اور حیات الانبیاء علیہم السلام پر اس کو شاہد اور موید قرار دیا ہے۔

۱......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

امام ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۵۸ھ) اپنی کتاب (حیات الانبیاء للامام ص ۸۴، ۸۵) میں فرماتے ہیں: ''في قصة المعراج أنه لقيهم في جماعة من الأنبياء في السموات وكلمهم وكلموه وكل ذلك صحيح لا يخالف بعضه فقد يرى موسى عليه السلام قائما يصلي في قبره ثم يسرى بموسى وغيره إلى بيت المقدس كما أسري بنبينا فيراهم فيه ثم يعرج بهم إلى السموات كما عرج بنبينا فيراهم فيها كما أخبره وصلواتهم في أوقات بمواضع مختلفات جائز في العقل كما ورد به خبر الصادق وفي كل ذلك دلالة على حياتهم''

ترجمہ: واقعہ معراج میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت کو آسمانوں میں ملے تھے، ان سے آپ ﷺ نے باتیں کیں اور انہوں نے آپ ﷺ سے باتیں کیں۔ یہ سب مضامین صحیح ہیں، ان کا آپس میں کوئی تعارض نہیں۔ ایک وقت ہے کہ آپ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھ رہے ہیں، پھر موسیٰ علیہ السلام کو بھی بیت المقدس تک سفر کرایا گیا جیسا حضور اکرم ﷺ کو سفر اسراء پیش آیا، تو آپ ﷺ نے وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، پھر سب پیغمبروں کو بھی آسمانوں تک معراج کرایا گیا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کو معراج کرایا گیا۔ آپ ﷺ نے وہاں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں نماز پڑھنے پر عقلاً کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نقلاً اس پر قول صادق موجود ہے۔ ان تمام واقعات سے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ثابت ہوتی ہے۔

۲......حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) میں فرماتے ہیں: ''وشاهد الحديث الأول ما ثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس رفعه''

ترجمہ: حدیث اوّل (الانبیاء احیاء فی قبورہم الحدیث) کی شاہد وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ عن ثابت عن انس کے طریق سے مرفوعاً مروی ہے۔

۳......علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ ھ) اپنے استاذ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے القول البدیع ص ۱۷۲ زیر تحت العنوان: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی علی الدوام میں یہی بات لکھتے ہیں: ''وشاهد الحديث الأول ماثبت في صحيح مسلم من رواية حماد بن سلمة عن أنس رفعه مررت بموسى ليلة اسرى بى الخ''

ترجمہ: حدیث اوّل (الانبیاء احیاء فی قبورہم الحدیث) کی شاہد حماد بن سلمہ کی وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ میرا گزر شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوا۔

۴......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۹ ھ) (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹ باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ) میں فرماتے ہیں: یہ حدیث جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ عن ثابت البنانی عن انس کے طریق سے مرفوعاً مروی ہے اس سابق حدیث (الانبیاء احیاء فی قبورہم الحدیث) کی شاہد ہے۔

الغرض ان دونوں احادیث سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھنے کا امر بالکل واضح ہوتا ہے۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آثار صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے ثبوت

۱......حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م ۲۴ ھ) کے بارے میں ایک واقعہ مروی ہے: ''عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم'' (صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۷ باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے کنکری ماری، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ اور ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں انہیں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا: تم کن لوگوں میں سے ہو؟ (یعنی کس قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟) انہوں نے کہا: ہم اہل طائف میں سے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔

آواز بلند کرنے پر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے نکیر کرنا اس لئے تھا کہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارکہ ہے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز بلند کرنا جرم تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کے پاس آواز بلند کرنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور جسد عنصری

کے ساتھ زندہ ہیں، حدود مسجد کی آواز کو بلا کسی توسط سے خود سماعت فرماتے ہیں۔ چنانچہ سلف وخلف میں سے کسی نے انکار نہیں فرمایا۔ اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اعتقاد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ نہ ہوتے اور قریب کی آوازوں کو خود سماعت نہ فرما رہے ہوتے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دبی آواز سے بات کرنے کے حکم قرآنی کو اس انداز میں کبھی بیان نہ فرماتے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک دوسرا واقعہ منقول ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حنفی لکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہم سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام جو آپ رضی اللہ عنہ کرتے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا تھا اور اسی کی آپ دوسروں کو تلقین بھی فرماتے تھے۔ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل الفاظ اس طرح ہیں: ''اوّل کارکہ عمر رضی اللہ عنہ ابتداء مے کرد سلام بہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بود'' (جذب القلوب ص ۲۰۰)

ترجمہ: پہلا کام جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابتداء فرماتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنا ہوتا۔

علامہ السمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں: ''ولما قدم عمر المدینۃ کان اوّل ما بدء بالمسجد وسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۵۸ ۱۳/ الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لاتے تو پہلے مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتے۔

۲...... حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (م ۵۷ھ) فرماتی ہیں: ''كُنتُ أَدخُلُ بَيتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي فَأَضَعُ ثَوبِي فَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ زَوجِي وَأَبِي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُم فَوَاللهِ مَا دَخَلتُ إِلَّا وَأَنَا مَشدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِن عُمَرَ'' (مسند احمد ج ۱۸ ص ۲۴ رقم الحدیث ۲۵۵۳۶، مشکوٰۃ ص ۱۵۴ باب زیارۃ القبور، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۶۰۹ کتاب المغازی والسرایا، رقم الحدیث ۴۴۵۸، شفاء السقام للسبکی ص ۴۳۰)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میرے گھر کے جس کمرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی قبریں تھیں میں وہاں اپنے سر پر دوپٹہ نہ ہونے کی حالت میں بھی چلی جاتی تھی کیونکہ میں سمجھتی تھی کہ یہاں صرف میرے شوہر اور میرے والد ہی تو ہیں، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی وہاں تدفین ہوئی تو بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے میں جب بھی اس کمرے میں گئی تو اپنی چادر اچھی طرح لپیٹ کر ہی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت ہے: ''آپ جب کبھی اُن گھروں میں جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل تھے، کسی میخ لگنے یا کیل لگانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبردار!) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس آواز سے) اذیت نہ دو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے بچنے کے لئے اپنے گھر کے کواڑ باہر جا کر بنوائے تھے (تاکہ ان کے بننے کا شور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دے)'' (شفاء السقام للسبکی ص ۴۳۲)

۳...... حضرت سعید ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ

شامی فوج کی جانب سے جب ۶۳ھ میں مدینہ منورہ پر چڑھائی ہوئی تو اس فوج کے خوف سے سب اہل

مدینہ اپنے اپنے گھروں میں جاگزیں ہو گئے۔ مسجد نبوی ﷺ میں کوئی مسلمان نماز کے لئے نہیں آتا تھا، صرف مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۳ھ) مسجد میں رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فکنت إذا حانت الصلاۃ أسمع أذانا یخرج من قبل القبر حتی أمن الناس'' (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۰۰ تحت ترجمۃ سعید بن المسیب)

ترجمہ: جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو میں قبر مبارک سے اذان کی آواز سنتا تھا یہاں تک کہ لوگ (اس حملے کے خوف سے) مطمئن ہو گئے۔

۴...... حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱ھ) کے بارے میں مروی ہے: ''کان عمرُ بن عبد العزیز یُرسِل البرید من الشام الی المدینۃ لیسلِّمَ لہ علی النبی ﷺ'' (شفاء السقام للسبکی ص ۱۶۶)

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک قاصد مدینہ منورہ بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ نبی ﷺ کو ان کی طرف سے سلام پہنچائے۔

۵...... حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: سنت ہے کہ تم حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف پر قبلہ کی جہت سے جاؤ، قبلہ کی طرف پیٹھ کرو اور قبر شریف کی طرف چہرہ کرو، پھر کہو: ''السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' (مسند الامام الاعظم ص ۱۲۶)

عقیدہ حیات النبی ﷺ کا علمائے امت سے ثبوت

۱...... علامہ ابن تیمیہ الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن تیمیہ الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں: ''قَالَ إِنَّ اللہَ حَرَمَ عَلَی الْأَرْضِ أَنْ تَأْکُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِیَاءِ فَأَخْبَرَ أَنَّہٗ یَسْمَعُ الصَّلَاۃَ وَالسَّلَامَ مِنَ الْقَرِیبِ وَأَنَّہٗ یَبْلُغُہٗ ذٰلِکَ مِنَ الْبَعِیدِ''

(مجموع الفتاویٰ ج ۲۶ ص ۷۰، کتاب الحج، فصل واذا دخل المدینۃ)

ترجمہ: اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔'' آپ ﷺ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ آپ ﷺ قریب سے صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔

۲...... علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد بن ابوبکر ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں: ''قد صح عن النبي أن الأرض لا تاکل أجساد الأنبیاء ...... إلی غیر ذلک مما یحصل من جملتہ القطع بأن موت الأنبیاء إنما ھو راجع إلی أن غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وإن کانوا موجودین۔ فإنھم أحیاء موجودون ولا نراھم'' (کتاب الروح ص ۴۲ المسئلۃ الرابعۃ)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ زمین انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی...... ایسے دلائل سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا معنی یہ ہے کہ وہ ہم سے اس طرح غائب کر دیئے گئے ہیں کہ ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے، ورنہ وہ تو موجود اور زندہ ہیں اور آپ ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

۳......علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں: ''عندنا رسول الله صلى الله عليه وسلم حي يحس ويعلم وتعرض عليه أعمال الأمة ويبلغ الصلاة والسلام'' (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۳ ص ۴۱۲، طبع دار الکر)

ترجمہ: ہم شافعیہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں، آپ ﷺ میں احساس وشعور موجود ہے، امت کے اعمال بھی آپ ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام بھی پہنچایا جاتا ہے۔

۴......حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''ان حياته ﷺ في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا والأنبياء احياء في قبورهم'' (فتح الباری ج ۷ ص ۳۸ باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا الخ)

ترجمہ: قبر مبارک میں آنحضرت ﷺ کی زندگی ایسی ہے جس پر موت وارد نہیں ہوگی، بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۵......علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ بدر الدین عینی الحنفی (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں: ''فإنهم لا يموتون في قبورهم بل هم أحياء'' (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰۲ کتاب فضائل الصحابہ، باب بلا ترجمہ)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں مردہ نہیں بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں: ''من انکر الحياة في القبر وهم المعتزلة''

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۴۰۳ کتاب فضائل الصحابہ، باب بلا ترجمہ)

ترجمہ: جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کی حیات کا انکار کیا وہ معتزلہ ہیں۔

۶......علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ

محقق علی الاطلاق حافظ ابن الہمام الحنفی (م ۸۶۱ھ) آداب زیارت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ثم يسأل النبي ﷺ الشفاعة فيقول يا رسول الله أسألك الشفاعة يا رسول الله أسألك الشفاعة وأتوسل بك إلى الله في أن أموت مسلما على ملتك وسنتك......ثم ينصرف متباكيا متحسرا على فراق الحضرة الشريفة النبوية والقرب منها'' (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۹، ۱۸۴ کتاب الحج، المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی)

ترجمہ: پھر نبی اکرم ﷺ سے شفاعت کا سوال کرے اور یہ کہے: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ

کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں...... پھر آپ ﷺ کے قرب اقدس سے روتا ہوا اور جدائی کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔

۷......علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (م ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں: ''و نحن نؤمن و نصدق بانه ﷺ حي یرزق فی قبره و ان جسده الشریف لا تاکله الارض و الاجماع علی هذا'' (القول البدیع ص ۱۷۲ تحت العنوان رسول اللہ حی علی الدوام)

ترجمہ: ہم یہ ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، آپ ﷺ کو وہاں رزق بھی ملتا ہے، آپ ﷺ کے جسد اطہر کو مٹی بھی نہیں کھاتی اور اس عقیدہ پر (اہل حق) کا اجماع ہے۔

۸......علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ نورالدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: ''وقصة سعید بن المسیب فی سماعة الاذان و الاقامة من القبر الشریف ایام الحرة مشهورة'' (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۶، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: ایام حرہ میں حضور ﷺ کی قبر شریف سے سعید بن مسیب کے اذان و اقامت سننے کا قصہ مشہور ہے۔

۹......علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی الشافعی (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: ''حیاة النبي ﷺ في قبره هو وسائر الأنبیاء معلومة عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الأدلة في ذلك و تواترت الأخبار'' (الحاوی للفتاویٰ للسیوطی ۵۵۴)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کی اپنی قبر مبارک میں اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات ہمارے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے، کیونکہ اس پر ہمارے نزدیک دلائل قائم ہیں اور تواتر کے ساتھ اخبار موجود ہیں۔

۱۰......امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں: ''وقد صحت الاحادیث انه ﷺ حی فی قبره یصلی باذان و اقامة'' (منح المنہ ص ۹۲)

ترجمہ: (اس مضمون کی) احادیث صحیح ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان و اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔

۱۱......ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ملا علی قاری الحنفی (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں: ''المعتقد المعتمد انه ﷺ حی فی قبره کسائر الانبیاء فی قبورهم'' (شرح الشفاء ج ۲ ص ۱۴۲، فصل فی تخصیصہ ﷺ بتبلیغ صلاۃ من صلی علیہ)

ترجمہ: قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

۱۲......شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''باید حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس رادروے خلاف نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی'' (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۷۴)

ترجمہ: یہ بات یادرکھنی چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات ایک متفق علیہ (اجماعی) عقیدہ ہے اور (اہل حق میں سے) کسی کا اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات جسمانی دنیوی اور حقیقی ہے نہ کہ (محض) حیات معنوی اور روحانی۔

۱۳......علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی (م ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''ومما ھو مقرر عند المحققین أنه صلى الله عليه وسلم حي يرزق ممتع بجميع الملاذ والعبادات غير أنه حجب عن أبصار القاصرين عن شريف المقامات'' (نورالایضاح ص ۴۳۰ فصل فی زیارۃ سیدنا النبی ﷺ)

ترجمہ: حضرات محققین کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں، آپ ﷺ کو رزق بھی ملتا ہے اور عبادات سے آپ علیہ السلام لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ آپ ﷺ (دنیا والوں کی) نگاہوں سے اوجھل ہیں جو ان مقامات شریفہ تک پہنچنے سے قاصر رہتی ہیں۔

۱۴......علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی (م ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''لانہ ﷺ حی فی قبرہ، یسمع دعاءزائرہ'' (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۳۹۸)

ترجمہ: اس لئے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنے زیارت کرنے والے کی دعا (یعنی صلوٰۃ وسلام) سنتے ہیں۔

۱۵......علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی الحنفی (م ۱۲۳۲ھ) رقمطراز ہیں: ''ینبغی لمن قصد زیارۃ النبی ﷺ ان یکثر الصلاۃ علیہ فانہ یسمعھا وتبلغ الیہ'' (حاشیۃ الطحطاوی ص ۷۴۶ فصل فی زیارۃ النبی ﷺ)

ترجمہ: جو شخص نبی ﷺ کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کثرت سے درود پڑھے کیونکہ آپ ﷺ (اس وقت) خود سنتے ہیں اور (اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتوں کے ذریعے) آپ کی طرف پہنچایا جاتا ہے۔

۱۶......قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں: ''أنه صلى الله عليه وسلم حي في قبره وروحه لا تفارقه لما صح أن الأنبياء أحياء في قبورهم'' (تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ص ۴۲)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر سے جد

انہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۱۷......علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''لِأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ'' (ردالمحتار ج۶ ص ۲۴۰ کتاب الجہاد، فصل فی کیفیۃ القسمۃ)

ترجمہ: کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

۱۸......علامہ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محقق شیخ محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۷ھ) فرماتے ہیں: ''اما ھم (الانبیاء علیہم السلام) فحیاتھم لا شک فیھا و لا خلاف لاحد من العلماء فی ذلک فھو صلی اللہ علیہ وسلم حی علی الدوام'' (رسالہ مدینہ ص ۴۱)

ترجمہ: رہی انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تو اس میں کوئی شک نہیں اور نہ علماء میں سے کسی ایک کو اس میں اختلاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی طور پر زندہ ہیں۔

۱۹......نواب قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ

شارح مشکوٰۃ نواب قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۹ھ) فرماتے ہیں: چنانچہ یہ مسئلہ بالکل واضح اور صاف ہے، اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انہیں بالکل دنیا کی طرح حقیقی جسمانی حیات حاصل ہے نہ کہ انہیں حیات معنوی روحانی حاصل ہے۔ (مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۸۶۵ فضائل جمعہ)

۲۰......مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

صحیح بخاری کے حاشیہ نگار حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کی شرح میں فرماتے ہیں: ''ان حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتعقبھا موت بل یستمر حیا و الانبیاء احیاء فی قبورھم''
(حاشیہ صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۱۷ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی بلکہ دوامی حیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲۱......سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۸ھ) کے حکم سے تقریباً پانچ سو علماء کرام کی مستند جماعت کے مرتب کردہ فتاویٰ عالمگیری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضری کے آداب کے بیان میں یہ بات درج ہے:
''ویبلغه سلام من أوصاه فيقول السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين'' (عالمگیری ج ۱ ص ۲۹۲ کتاب المناسک، باب النذر بالحج)

ترجمہ: اگر کسی نے اس (زائر) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کہنے کی درخواست کی ہو تو یہ (زائر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا سلام بھی عرض کرے اور یوں کہے: ''یا رسول اللہ! فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ کی

خدمت میں سلام ہوں اور وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتا ہے، لہٰذا آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کریں۔''

۲۲......علامہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''والحاصل ان حیاۃ الانبیاء علیہم السلام ثابتۃ بالاجماع''

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام کی حیات اجماع سے ثابت ہے۔ (المنحۃ الوہبیہ ص ۷)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل السنت والجماعت علماء دیوبند سے ثبوت

المہند علی المفند

''المہند علی المفند'' المعروف عقائد علماء دیوبند فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۶ھ) کی تالیف جو علماء حرمین کے ان سوالات کے جوابات ہیں جو انہوں نے اکابرین علماء دیوبند کے پاس بغرض تحقیق بھیجے تھے۔ اس کا پس منظر یہ ہے مولوی احمد رضا خان صاحب نے ۱۹۰۶ء میں جب مکہ مکرمہ کا سفر کیا تو حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ ہی میں ایک رسالہ مرتب کیا جس جس میں اکابرین علما دیوبند قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی عبارات کو قطع وبرید کر کے پیش کیا اوران پر قطعی تکفیر کا فتویٰ لگایا۔ طرفہ تماشہ یہ کہ تکفیری عمل یہیں تک محدود نہ رہا بلکہ موصوف نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (معاذ اللہ)

علماء حرمین چونکہ علماء دیوبند سے واقف تھے اور نہ ان کی تصانیف سے آشنا، اس لئے اس رسالہ کی مندرجہ عبارات کے پیش نظر اپنی تصدیقات لکھ دیں۔

انہی دنوں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ (م ۱۳۷۷ھ) مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ جب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اس تکفیری مہم اور خان صاحب بریلی کی اس ناشائستہ حرکت پر اطلاع ہوئی تو آپ نے علماء حرمین کو حقیقت حال سے مطلع کیا۔ ان حضرات نے چھبیس سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ اکابر علماء دیوبند کے پاس بغرض تحقیق بھیجا کہ ان کے جواب تحریر کریں اور اپنے عقائد ونظریات ان کے جوابات کے ضمن میں واضح کریں۔

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فصیح عربی زبان میں مذکورہ سوالات کے جوابات تحریر فرمائے، تمام مشاہیر دیوبند حضرت شیخ الہند، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن، حکیم الامت حضرت تھانوی، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری، اور حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے بزرگوں نے تصدیقات ثبت کیں، ہند کے علاوہ حجاز، مصر اور شام وغیرہ کے ممالک کے جید علماء مشائخ نے بھی اپنی تصدیقات و تائیدات کے ساتھ اس کو زینت بخشی۔ یوں یہ رسالہ ۱۳۲۵ھ میں تحریر ہوا اور ''المہند علی المفند'' کے نام سے شائع ہو کر عوام وخواص میں معروف ہوا۔

اس میں جہاں خان صاحب بریلوی کے اتہامات وتلبیسات کا پردہ چاک کیا گیا، وہیں اکابر دیوبند کے عقائد کی تشریح وتوضیح بھی گئی۔ جن بزرگوں نے اس دستاویز کی تصدیق فرمائی انہوں نے فقط اعتماداً تصدیق نہیں کی بلکہ تحقیقاً سب جواب دیکھ کر ہی اس کی توثیق وتائید فرمائی۔ چنانچہ مفتی ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۲ھ) فرماتے ہیں: ''رایت الاجوبۃ کلہا فوجدتہا حقۃ صریحۃ'' (المہند علی المفند ص ۸۴ طبع المیزان)

ترجمہ: میں نے تمام جوابات دیکھے اور انہیں حق صریح پایا۔

ان سوالات میں سے ایک سوال حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کے متعلق تھا، ذیل میں سوال اور اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے، بعدازاں علماء دیوبند کی تصریحات پیش کی جائیں گی۔

السوال الخامس: ''ما قولکم فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف ھل ذلک امر مخصوص بہ ام مثل سائر المسلمین رحمۃ اللہ علیہم حیوۃ برزخیۃ''

الجواب: ''عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ الشریف و حیوتہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیویۃ من غیر تکلیف و ھی مختصۃ بہ و بجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیہم و الشہداء لا برزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیہ العلامۃ السیوطی فی رسالتہ انباء الاذکیاء بحیوۃ الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیوۃ الانبیاء و الشہداء فی القبر کحیوتہم فی الدنیا و یشھد لہ صلوۃ موسی علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوۃ تستدعی جسداً حیا الی آخر ما قال فثبت بھذا ان حیوتہ دنیویۃ برزخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ و لشیخنا شمس الاسلام و الدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللہ سرہ العزیز فی ھذا المبحث رسالۃ مستقلۃ دقیقۃ الماخذ بدیعۃ المسلک لم یر مثلھا قد طبعت و شاعت فی الناس و اسمہا (آب حیات) ای ماء الحیوۃ'' (المہند علی المفند ص ۳۰، ۳۱ طبع المیزان)

سوال: کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں کو بلکہ تمام آدمیوں کو حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کہ برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے، نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام ''آب حیات'' ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ)

پہلا حوالہ: آپ اپنی کتاب ''ہدیۃ الشیعہ'' میں لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام بالیقین قبر

میں زندہ ہیں، تو اس صورت میں آپ ﷺ کی مِلک زائل ہونے ہی نہیں پائی جو وارثوں کی مِلک اس کے قائم مقام ہو۔ بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں یا چندے کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں اور ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اشیاء کو برتیں اور اس سے ہماری مِلک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے یا وارث مالک نہیں بن جاتے، ایسے ہی رسول اللہ ﷺ بھی گوشہ قبر میں پنہاں ہو گئے اور آپ بدستور اپنے اشیاء اموال کے مالک ہیں، کوئی اور مالک نہیں ہو گیا اور حدیث ''لانورث ماترکنا صدقۃ'' جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث کی لم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اب تک بقید حیات ہیں، پر شیعہ نہ سمجھیں تو کیا کیجئے؟ (ہدیۃ الشیعہ ص ۳۵۹)

دوسرا حوالہ: آپ اپنی دوسری کتاب ''لطائف قاسمیہ'' میں فرماتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم السلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔'' (لطائف قاسمیہ ص ۳)

تیسرا حوالہ: ''جمال قاسمی'' میں لکھتے ہیں: ارواح انبیاء علیہم السلام کو بدن کے ساتھ علاقہ بدستور رہتا ہے اور ان کا سماع بعد وفات بھی بدستور باقی ہے۔ (جمال قاسمی ص ۱۳ طبع کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

چوتھا حوالہ: ''آب حیات'' میں لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں، جیسے ان کا مال قابل اجرائے حکم میراث نہیں ہوتا ایسے ہی آپ ﷺ کا مال بھی محل توریث نہیں۔'' (آب حیات ص ۷)

نوٹ: ''آب حیات'' کے نام سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مستقل کتاب عقیدہ حیات پر موجود ہے، تفصیل اس میں ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ)

پہلا حوالہ: ''ولان النبیین صلوات اللہ علیہم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی لتواریث الاحیاء منھم'' (الکوکب الدری شرح جامع الترمذی ج ۱ ص ۴۲۳)

ترجمہ: چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام (اپنی قبروں میں) زندہ ہیں، اس لئے ان کی وراثت جاری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوسرا حوالہ: آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں و نبی اللہ حی یرزق، اس مضمونِ حیات کو مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ نے اپنے رسالہ ''آب حیات'' میں بمالامزید علیہ ثابت کیا ہے۔ (ہدایۃ الشیعہ ص ۴۹)

تیسرا حوالہ: ''مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں'' (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۳۴)

حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۷ھ)

آپ قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔

''المہند علی المفند'' پر تصدیق رقم فرماتے ہوئے فرماتے ہیں: ''الذی کتب فی ھذہ الرسالۃ حق صحیح وثابت فی الکتب بنص صریح وھو معتقدی و معتقد مشائخی رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین واحیانا اللہ بھا و اماتنا علیھا'' (المہند علی المفند ص ۷۸)

ترجمہ: جو کچھ اس رسالہ (المہند) میں لکھا ہے حق اور صحیح ہے اور کتابوں میں نص صریح کے ساتھ موجود ہے۔ یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرے مشائخ کا عقیدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدے کے ساتھ زندہ رکھے اور اسی عقیدے پر ہمیں موت دے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۹ھ)

پہلا حوالہ: علماء دیوبند کی متفقہ دستاویز "المہند علی المفند" کی تصدیق وتائید کرتے ہوئے شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وھو معتقدنا ومعتقد مشائخنا جمیعاً لا ریب فیه" (المہند علی المفند ص ۷۴)

ترجمہ: یہی ہمارا اور ہمارے تمام مشائخ کا عقیدہ ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

دوسرا حوالہ: حضرت شیخ الہند کی سنن ابی داؤد کی تقریر "انوار المحمود" میں ہے: "انھم اتفقوا علی حیاته صلی اللہ علیہ وسلم بل حیاة الانبیاء علیھم السلام متفق علیھا لا خلاف لاحد فیه" (انوار محمود شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۶۱۰)

ترجمہ: حضرات محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی حیات اتفاقی مسئلہ ہے، اس بارے میں کسی ایک محدث کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تیسرا حوالہ: ابی داؤد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: "قوله (ان اللہ حرم علی الارض) ای منعھا وفیه مبالغة لطیفة اجساد الانبیاء ای من ان تاکلھا فالانبیاء فی قبورھم احیاء" (حاشیہ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۵۷ تفریع ابواب الجمعۃ)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے اجسام کو کھائے" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو منع کر دیا ہے اور اس کلام میں بڑے عمدہ مبالغے کے ساتھ زمین کو انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کھانے سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

"تقدیر الکلام (مامن احد یسلم علی الا ارد علیه السلام) لانی حی اقدر علی رد السلام"

(حاشیہ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۸۶ باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ: "جو بھی مجھے سلام کرتا ہے تو میں خود اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔" کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ میں زندہ ہوں تو سلام کا جواب دینے پر قادر ہوں (اس لئے جواب دیتا ہوں)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۶ھ)

پہلا حوالہ: آپ سنن ابی داؤد کی شرح "بذل المجہود" میں لکھتے ہیں: "ان نبی اللہ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء احیاء فی قبورھم و لا فرق بین ان یکون فوق الارض او تحت حجابھا کما لا فرق بین حضورہ و غیبته فی زمان حیاته صلی اللہ علیہ وسلم" (بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۱۷ / باب التشہد)

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اُوپر دکھائی دیں یا پردہ زمین میں آرام فرما ہوں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔

دوسرا حوالہ: "المہند علی المفند" میں سوال نمبر ۵ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: "عندنا وعند

مشائخنا حضرة الرسالةﷺ حی فی قبره الشریف و حیوتهﷺ دنیویة من غیر تکلیف و هی مختصة به و بجمیع الانبیاء صلوات الله علیهم و الشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء بحیوة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیوٰة الانبیاء و الشهداء فی القبر کحیوتهم فی الدنیا و یشهد له صلوٰة موسیٰ علیہ السلام فی قبره فان الصلوٰة تستدعی جسداً حیا الی آخر ما قال فثبت بهذا ان حیوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ و لشیخنا شمس الاسلام و الدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس الله سره العزیز فی هذا المبحث رسالة مستقلة دقیقة الماخذ بدیعة المسلک لم یر مثلها قد طبعت و شاعت فی الناس و اسمها (آب حیات) ای ماء الحیوة'' (المہند علی المفند ص ۳۰، ۳۱ طبع المیزان)

ترجمہ: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں کو بلکہ تمام آدمیوں کو حاصل ہے۔

چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء'' میں بتصریح لکھا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنیٰ کہ برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے، نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام ''آبِ حیات'' ہے۔

تیسرا حوالہ: ''تذکرۃ الخلیل'' میں آپ کے متعلق مولانا عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں: ''آستانہ محمدیہ ﷺ پر حاضری کے وقت حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی، آواز نکالنا تو کیا مواجہ شریف کے قریب یا مقابل بھی کھڑے نہیں ہوتے تھے، خوفزدہ، مؤدبانہ، دبے پاؤں آتے اور مجرم وقیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے، بکمال خشوع صلوٰۃ وسلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے۔ زائرین جو بیباکانہ اونچی آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ ﷺ کی ایذاء کا سبب ہے، لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہئے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں۔'' (تذکرۃ الخلیل ص ۳۷۰)

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۲ھ)

پہلا حوالہ: آپ اپنی کتاب ''عقیدۃ الاسلام'' کے حاشیہ ''تحیۃ الاسلام'' میں لکھتے ہیں: ''یرید بقوله (الانبیاء احیاء) مجموع الاشخاص لا الارواح فقط'' (تحیۃ الاسلام حاشیہ عقیدۃ الاسلام ص ۱۱۹)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد: ''انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ارواح وبدن کے مجموعے کے ساتھ زندہ ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں۔

دوسرا حوالہ: وفی البیهقی عن انس رضی اللہ عنہ وصححه ووافقه الحافظ فی المجلد السادس: ان الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون'' (فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۴ باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: سنن البیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت موجود ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، اس روایت کو حافظ ابن حجر نے امام بیہقی کی موافقت کرتے ہوئے فتح الباری کی چھٹی جلد میں صحیح فرمایا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: ''ومن ههنا انحل حديث اخر رواه ابو داؤد فی رد روحه صلی اللہ علیہ وسلم حين يسلم عليه صلى الله عليه وسلم ليس معناه انه يرد روحه اى انه يحيى فى قبره بل توجهه من ذلك الجانب الى هذا الجانب فهو صلی اللہ علیہ وسلم حى فى كلتا الحالتين لمعنى انه لم يطرأ عليه التعطل قط''

(فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۵ باب رفع الصوت فی المساجد)

ترجمہ: اور یہیں سے ابوداؤد والی حدیث بھی حل ہوگئی کہ: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کیا جاتا ہے تو آپ کی روح مبارک لوٹائی جاتی ہے۔'' اس روح لوٹانے کا یہ مطلب نہیں کہ قبر میں زندہ کیا جاتا ہے بلکہ (اس کا معنی یہ ہے کہ) آپ علیہ السلام کی ایک جانب سے دوسری جانب توجہ کردی جاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں حالتوں میں زندہ ہوتے ہیں، آپ علیہ السلام پر تعطل بالکل طاری نہیں ہوتا۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ)

پہلا حوالہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ آیت قرآنی: ''وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں قوی تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔'' (بیان القرآن ج ۱ ص ۹۷ تحت سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۴)

دوسرا حوالہ: علمی مضامین پر مشتمل اپنی آخری تصنیف ''بوادر النوادر'' میں فرماتے ہیں: ''وقد حرم الله جسده على الارض واحياه فى قبره كسائر الانبياء عليهم الصلوٰة السلام'' (بوادر النوادر ص ۴۵۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو زمین پر حرام فرمایا ہے اور آپ علیہ السلام کو قبر میں زندہ رکھا ہے جس طرح سارے انبیاء علیہم السلام کو زندہ رکھا ہے۔

تیسرا حوالہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے، کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں، قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی اعتقاد ہے، حدیث بھی نص ہے: ''ان نبی اللہ حی فی قبره یرزق'' (اللہ کے نبی اپنی قبر میں بلاشبہ زندہ ہیں، رزق پاتے ہیں۔)'' (اشرف الجواب ص ۳۱۸، ۳۱۹)

مزید فرماتے ہیں: ''بہرحال یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔''

(اشرف الجواب ص ۳۲۱)

چوتھا حوالہ: آپ اپنی تصنیف ''نشر الطیب'' میں فرماتے ہیں: ''حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسد کو کھا سکے۔ پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔''

فائدہ: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل واقویٰ ہے۔ بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔ (نشر الطیب ص ۱۹۹ فصل اٹھائیسویں)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ)

آپ رحمہ اللہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: ''الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون''
(فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰، باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلاۃ الخ)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے ہاں رزق ملتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں: ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حی کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ باذان واقامۃ''
(فتح الملہم ج ۳ ص ۴۱۹، باب فضل الصلاۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی قبر میں) زندہ ہیں جیسا کہ یہ بات اپنی جگہ ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۳۷۲ھ)

پہلا حوالہ: ایک سوال کے جواب میں رقم فرماتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم صلوات اللہ اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۰، دار الاشاعت)

ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''ہاں اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے، اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے:

اول: یہ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں، جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے بے ثبوت ہے، باعث توہین ہے، نہ موجب تعظیم۔'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۸، ۱۶۹ دار الاشاعت)

دوسرا حوالہ: ''المہند علی المفند'' پر تصدیق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: ''رایت الاجوبۃ کلھا فوجدتھا حقۃ صریحۃ لا یحوم حول سرادقاتھا شک ولا ریب وھو معتقدی ومعتقد مشائخی رحمہم اللہ'' (ص ۸۴)

ترجمہ: میں نے تمام جوابات دیکھے اور انہیں ایسا حق صریح پایا جس کے گرد شک وشبہ نہیں پھٹک سکتا اور یہی میرا اور میرے مشائخ رحمہم اللہ کا عقیدہ ہے۔

مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۷ھ)

پہلا حوالہ: شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین وشہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اول ص ۱۵۳)

دوسرا حوالہ: اپنی خود نوشتہ سوانح حیات ''نقش حیات'' میں فرماتے ہیں: ''وہ (منکرین حیات الانبیاء علیہم السلام) وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی وبقائے علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں اور یہ (اکابرین علماء دیوبند) حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ ''آب حیات'' نہایت ہی مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا ہے۔ نیز ہدیۃ الشیعہ اجوبہ اربعین حصہ دوم اور دیگر رسائل مطبوعہ مصنفہ حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہٗ العزیز اس مضمون سے بھرے ہوئے ہیں۔'' (نقش حیات ص ۱۲۰)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے جہاں ان کا عقیدہ معلوم ہوا وہاں یہ بھی واضح ہوا کہ آب حیات اور دیگر کتب لکھنے کی اغراض میں سے ایک غرض اثبات عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھی۔

تیسرا حوالہ: آپ کے حالات زندگی جو مولانا افضال الٰہی دیوبندی نے لکھے ہیں، ان میں مرقوم ہے: ''مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درس حدیث کے دوران آپ کے ایک شاگرد کو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اشکال وشکوک تھے۔ (ایک دفعہ) دورانِ درس اس طالب علم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے نہ قبہ خضراء اور نہ روضۂ پاک کی جالیاں بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما تھے۔ اس طالب علم نے بولنا چاہا اور دوسرے ساتھیوں کو بتانا چاہا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے منع کر دیا اشارے سے۔ سبحان اللہ! اس طالب علم کو مشاہدہ کرا کے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام شکوک کو حل کرا دیا۔'' (مناقب شیخ الاسلام ص ۱۱۸، ۱۱۹)

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۳ھ)

پہلا حوالہ: امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''انبیاء علیہم السلام کی حیات فی البرزخ کے بارے میں میرا عقیدہ وہی ہے جو اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی بھی ہے اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل السنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل ارشادات ثبت فرمائے ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں ہر صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر نہیں ہو سکتا۔ جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہیات میں سے ہے۔ احقر الانام احمد علی عفی عنہ (بحوالہ مقام حیات ص ۶۹۸ از علامہ خالد محمود)

دوسرا حوالہ: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:
''کئی برس ہوئے حضرت مولانا احمد علی صاحب سے مولوی غلام اللہ خان صاحب نے اپنے ہاں تقریر کی غرض سے تاریخ لی۔ جب تاریخ نزدیک آگئی تو حضرت مولانا احمد علی صاحب نے ان کو فرمایا کہ تم مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکابر دیوبند اور سلف کا مسلک ترک کر چکے ہو، اس لئے اگر میں آؤں گا تو مسئلہ حیات بیان کروں گا اور فرمایا کہ یہ مسئلہ وہ سمجھ سکتا ہے جس کو یا عقیدت ہو یا بصیرت حاصل ہو، بصیرت تم کو حاصل نہیں اور عقیدت تم کو رہی نہیں، چنانچہ حضرت مولانا احمد علی صاحب پھر راولپنڈی تشریف نہ لے گئے۔'' (ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن ص ۵۴)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ)

آپ فرماتے ہیں: ''تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔'' (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۱۲۹)

مزید لکھتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء کرام قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد عبادت سے معطل نہیں، بلکہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ الخ!'' (ایضاً ص ۱۳۴)

مزید لکھتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام بلاشبہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و نیاز میں مشغول ہیں۔ (ایضاً ص ۱۳۵)

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۴ھ)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''و من ینکر حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ...... کان فؤادہ فارغاً من حبہ و عقلہ خالیا من لبہ'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۱۲ باب زیارۃ قبر النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر مبارک میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے تو اس کا دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۶ھ)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''معارف القرآن'' میں فرماتے ہیں: تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق و ممتاز ہوتی ہے۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۷، ۱۷۸ تحت سورۃ الاحزاب آیت ۴۶)

مولانا محمد عبد اللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۸ھ)

ہمارے اکابر و اسلاف دیوبند رحمہم اللہ ہمارے مرشدین نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی وفات کے بعد قبر مبارک میں جسمانی روحانی حیات سے زندہ ہیں۔ (القول النقی ص ۲۹)

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۰ھ)

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی کی کتاب ''دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف'' کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شجاع آبادی کی تصنیف ''دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف'' کو مختلف مقامات سے دیکھا، ماشاءاللہ مسئلہ حیات النبی ﷺ اور سماع صلوٰۃ وسلام عندالقبر الشریف پر اسلام وجمہور اہل السنۃ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق تحریر فرمایا، حوالہ جات پیش کئے اور صحیح مسلک کو حوالہ جات سے ایسا ثابت کیا جو اخلاف ومعاصرین کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور حضرت مولانا کو ایسی تصانیف کرنے کی توفیق مزید بخشے۔ واللہ الموفق! الاحقر الافقر محمود عفا اللہ عنہ

خادم مدرسہ قاسم العلوم ملتان ...... ۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ''

(دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف ص ۹)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اس روایت میں حضور ﷺ کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور ﷺ زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ ﷺ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھاسکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون) کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مختلف سے طرق سے تخریج کی ہے۔'' (فضائل درود شریف ص ۳۴)

حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۳ھ)

<u>پہلا حوالہ</u>: برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ معروف ومشہور اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دینوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ قرآن وسنت سے پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث رہا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۱۸۱)

<u>دوسرا حوالہ</u>: تسکین الصدور پر تصدیقی دستخط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''رسالہ نافعہ تسکین الصدور مولفہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر سے استفادہ نصیب ہوا۔ رسالہ کی وقعت وعظمت کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ مولانا سرفراز خان صاحب کی تالیف ہے جو اپنی محققانہ ومعتدلانہ طرز تالیف میں معروف ہیں۔ تسکین الصدور حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع کے مسائل میں تسکین الصدور ہی ہے جس سے روحی اور قلبی تسکین ہوجاتی ہے۔ جن جن مسائل پر کلام کیا گیا ہے وہ اپنی جگہ نہ صرف یہ کہ اہل السنت والجماعت کے مسلک اور مذہب منصور کے

مطابق ہی نہیں بلکہ فی نفسہٖ اپنے تحقیقی رنگ کی وجہ سے پوری جامعیت کے ساتھ منضبط ہو گئے ہیں اور ان سے دلوں میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۲۰)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ (م ۱۴۱۳ھ)

''الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیاوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۲۹۵)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ (م ۱۴۱۷ھ)

سب کے نزدیک مسلّم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۲۸۰)

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ)

ہمارے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ ایک عنوان: ''عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا'' کے تحت لکھتے ہیں: ''بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ تک اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ (تسکین الصدور ص ۲۹۰)

اکابر علماء دیوبند کا مسلک

امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے زمانے میں ماہنامہ ''پیام مشرق'' میں ایک اشتہار شائع ہوا جس میں مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق اکابر علماء دیوبند کے مسلک اور ان کے متفقہ فیصلہ کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس اشتہار میں اکابرین میں سے دس حضرات کے دستخط موجود تھے اور یہ اشتہار حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے اپنے ہفت روزہ رسالہ ''خدام الدین'' میں ابھی شائع کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے ''تسکین الصدور'' (ص ۳۷) میں اور ڈاکٹر علامہ خالد محمود زید مجدہ نے ''مقام حیات'' (ص ۷۰۷) میں بھی نقل فرمایا ہے۔ افادہ عام کے لئے اس اشتہار کا سکین آئندہ صفحہ پر پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۲۹۷

خلافت راشدہ — حق چار یار

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق

اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں علمائے دیوبند کا یہ مسلک ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں بلکہ وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں۔ اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے متعدد رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء پر آب حیات کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی ان تصریحات اور ارباب بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے تو یہ بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

۱۔ مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵

۲۔ مولانا عبد الحق عفی عنہ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۳۔ مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور

۴۔ مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ

۵۔ مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۶۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

۷۔ مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

۸۔ مولانا محمد رسول خان عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

۹۔ مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم کراچی

۱۰۔ مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

منجانب:- حیات الانبیاء سوسائٹی گجرات

روزنامہ مشرق ستمبر ۱۹۶۰ء

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسدِ عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے۔

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل سنت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی مستقل تصنیف حیات انبیاء علیہم السلام پر "آب حیات" کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ جو حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ "المهند علی المفند" بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!

۱...... مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵

۲...... مولانا عبد الحق عفی عنہ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۳...... مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاول پور

۴...... مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ

۵...... مولانا شمس الحق افغانی عفا اللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۶...... مولانا محمد ادریس کان اللہ لہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

۷...... مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

۸...... مولانا محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

۹...... مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم کراچی نمبر ۱

۱۰...... مولانا احمد علی عفی عنہ امیر نظام العلماء و امیر خدام الدین لاہور

منجانب: حیات الانبیاء سوسائٹی گجرات　　(پیام مشرق ستمبر ۱۹۶۰ء)

باب پنجم

مسئلہ سماع موتی

اس باب میں مسئلہ سماع موتی پر روشنی ڈالی گئی ہے اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دیگر اموات بھی سنتے ہیں۔

چند تمہیدی باتیں

حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دیگر اموات اپنی قبروں میں سنتے ہیں یا نہیں؟ اکابر علماء دیوبند کی تصریحات کے مطابق اس میں دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف چلا آرہا ہے اور بعد کے علماء کی آراء بھی اس میں مختلف رہی ہیں۔ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ مسئلہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا ہے، اس کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۷ بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۲۹۷)

مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسئلہ سماع موتی قرون اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی اس میں اختلاف تھا، قرن صحابہ کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف رہے۔ تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کر سکے کیونکہ اس صورت میں مسئلہ قرون اولیٰ میں بھی مختلف فیہ تھا اس تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ کرام تک پہنچے گا۔ ولا شک فی فسادہ! (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۰۱، ۲۰۲)

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فریقین میں سے کوئی بھی دوسرے کو برا بھلا نہ کہتا اور نہ ہی دوسرے فریق کے خلاف کوئی فتویٰ صادر کیا جاتا لیکن فرقہ مماتیت نے تو اخلاقی اور دینی حدود کو پامال کرتے ہوئے ایسے فتوے صادر کئے کہ الامان والحفیظ، مسئلہ سماع موتی کو ''شرک کی سیڑھی'' بتایا، اسے شرک کی عمارت کا ''چور دروازہ'' کہا اور اس کے قائلین کو مشرکین کا بلا اجرت وکیل ٹھہرایا۔ (معاذ اللہ)

ان حضرات کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

۱...... سید عنایت اللہ شاہ کے بارے میں فضل الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں: ''سید مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب نے سماع موتی کو پہلی سیڑھی شرک کی، اور دروازہ شرک کا کہہ دیا۔'' (التحقیق الانیق ص ۱۴۴)

۲...... محمد حسین شاہ نیلوی کی سوانح حیات میں لکھا ہے: ''وہ سماع موتی کے عقیدے کو شرک تو نہ سمجھتے تھے مگر شرک کا چور دروازہ ضرور سمجھتے تھے، کیونکہ شرکیہ عقائد کی تمام جڑیں اسی سے پھوٹتی ہیں۔'' (مختصر سوانح حیات ص ۱۲۲)

۳...... محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب قائلین سماع موتی کے بارے میں لکھتے ہیں: ''اس طبقہ کے شرکیہ عقائد و نظریات کی پوری عمارت سماع موتی پر قائم ہے۔'' (کیا مردے سنتے ہیں ص ۵)

مزید لکھتے ہیں: ''قبر پرستی اور فوت شدہ بزرگوں کی پوجا پاٹ کی بنیاد اور شرک کا چور دروازہ ''مردوں کے سننے کا عقیدہ ہے۔'' (کیا مردے سنتے ہیں ص ۱۰)

قائلین سماع موتی کے بارے میں لکھتے ہیں: عقیدہ سماع موتی کا پرچار کر کے مشرکین و مبتدعین کے بلا اجرت وکیل بنے ہوئے ہیں۔ (شرک کیا ہے ص ۷)

مزید لکھتے ہیں: سماع موتی کا عقیدہ شرک کے مکان کا چور دروازہ ہے۔ (شرک کیا ہے ص ۱۱)

قارئین کرام! چونکہ فریق مخالف مماتی حضرات نے اس مسئلہ میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا اور ان کے فتووں کی زد میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کا وہ عظیم طبقہ آ گیا جو سماع موتی کا قائل چلا آ رہا ہے (معاذ اللہ) تو ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سماع کے قائلین کے موقف کو قرآن مجید، سنت نبویہ ﷺ اور اکابرین امت کے اقوال سے ثابت کریں تاکہ عوام الناس کو معلوم ہو جائے کہ قائلین سماع کے پاس بحمد اللہ دلائل موجود ہیں اور ان کا موقف قرآن وسنت اور اکابرین امت کے اقوال سے ثابت ہے۔ ہمارا موقف بھی سماع موتی کے اثبات کا ہے اور یہاں دلائل ذکر کرنے سے ہمارا مقصد محض ان حضرات کے موقف کی تائید کرنا ہے تاکہ فرقہ مماتیت کے ناروا فتووں کی حقیقت قارئین کے سامنے آ جائے، ہمارا مقصد اس سے فریق مخالف کی تفسیق، تجہیل اور تذلیل ہرگز نہیں۔

مسئلہ سماع موتی کے دلائل

دلیل نمبر ۱: ''عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ فَيُقَالُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ''

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۷۸ باب المیت یسمع خفق النعال، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶ باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ الخ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں، ابھی وہ ان جانے والوں کے جوتوں کی آواز ہی سن رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں، پھر وہ اس سے کہتے ہیں: تم اس شخص محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس کو کہا جاتا ہے: دیکھو تمہارے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں تھی، اللہ نے اس کو تمہارے لئے جنت میں بیٹھنے کی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ بندہ ان دونوں جگہوں کو دیکھے گا۔ رہا کافر یا منافق تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، تو اس سے کہا جائے گا تو نے عقل سے جانا، نہ قرآن مجید کی تلاوت کی، پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جائے گی جس سے وہ چلائے گا اور اس کے چلانے کو جن اور انسان کے علاوہ اس کے قریب کی تمام چیزیں سنیں گی۔

مستدلین

اس حدیث سے مندرجہ ذیل محدثین نے استدلال کیا ہے اور عذاب وثواب قبر کو ثابت کیا ہے

۱......حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ)

''وقد ثبتت الأحاديث بما ذهب إليه الجمهور كقوله أنه ليسمع خفق نعالهم وقوله تختلف

اضلاعه لضمة القبر وقوله يسمع صوته إذا ضربه بالمطراق وقوله يضرب بين أذنيه وقوله فيقعدانه وكل ذلك من صفات الأجساد'' (فتح الباری ج ۳ ص ۲۹۹، باب ما جاء فی عذاب القبر)

ترجمہ: جمہور کے مسلک کے مطابق احادیث ثابت ہیں مثلاً یہ کہ مردہ دفن کرنے والوں کی واپسی پر ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اور یہ کہ قبر کی تنگی کی وجہ سے اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور یہ کہ اس کو جب ہتھوڑے سے پیٹا جاتا ہے تو اس کی آواز سنی جاتی ہے اور یہ کہ جب اس کے دونوں کانوں کے درمیان گرز ماری جاتی ہے اور یہ کہ منکر ونکیر اُس کو بٹھاتے ہیں۔ یہ جملہ امور اجسام کی صفات ہیں۔

۲......علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۵ھ)

امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ باب ''باب الميت يسمع خفق النعال'' کے متعلق فرماتے ہیں: ''أي هذا باب يذكر فيه الميت يسمع خفق نعال الأحياء وخفق النعال صوتها عند دوسها على الأرض'' (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٩٦، باب المیت یسمع خفق النعال)

ترجمہ: یعنی یہ وہ باب ہے جس میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ مردہ زندوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے، ''خفق النعال'' سے مراد وہ آواز ہے جو جوتیوں سے زمین کو روندتے وقت پیدا ہوتی ہے۔

۳......سلطان المحدثین ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ)

اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''وقال ابن الملك أي صوت دقها وفيه دلالة على حياة الميت في القبر لأن الإحساس بدون الحياة ممتنع عادة واختلفوا في ذلك فقال بعضهم يكون بإعادة الروح وتوقف أبو حنيفة في ذلك اه ولعل توقف الإمام في أن الإعادة تتعلق بجزء البدن أو كله''

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۹۸، باب اثبات عذاب القبر)

ترجمہ: علامہ ابن الملک فرماتے ہیں کہ: ''قرع النعال'' سے جوتیوں کی زمین پر پڑنے کی آواز مراد ہے اور اس حدیث میں مردہ کے قبر میں زندہ ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ زندگی کے بغیر عادۃً احساس ممتنع ہے اور اس میں اختلاف واقع ہوا ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ زندگی اعادہ روح کے ساتھ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں توقف کیا ہے۔ شاید کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا توقف اس بات میں ہو کہ اعادہ روح جزوِ بدن کی طرف ہے یا کل کی طرف (یعنی نفسِ اعادہ روح میں توقف نہیں)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ: ''إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِم'' سے حقیقت مراد ہے کہ مردہ پیچ دفن کرکے واپس جانے والے آدمیوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ سنتا ہے۔ اس حدیث کا یہی مطلب ہے اور جمہور حضرات شراح حدیث نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

دلیل نمبر ۲: ''وعن بريدة رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى الْمَقَابِرِ فَكَانَ قَائِلُهُمْ يَقُولُ: (السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ)'' (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۴ کتاب الجنائز، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱، باب ما جاء فیما یقال اذا دخل المقابر، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۷۹، باب ما یقول اذا دخل مقبرۃ)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو) یہ دعا سکھلایا کرتے تھے، جب وہ قبرستان جائیں تو یوں کہیں: اے مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، ان شاء اللہ ہم تمہارے پاس آنے والے ہیں، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے خیر و عافیت کا طلب گار رہوں۔

دلیل نمبر ۳: ''عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ، فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ، غَدًا مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ'' (مسلم ج ۱ ص ۳۱۳ کتاب الجنائز، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۱، باب ماجاء فیما یقال اذا دخل المقابر، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۹۷ باب مایقول اذا دخل مقبرة، المشکوٰۃ ص ۱۵۴ باب زیارۃ القبور، الفصل الثانی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے ہاں باری ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع (مدینہ منورہ کے قبرستان) تشریف لے جاتے اور فرماتے: اے جماعت مؤمنین! السلام علیکم تمہارے پاس وہ چیز آ چکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔

دلیل نمبر ۴: ''عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك قتلى بدر ثلاثا ثم أتاهم فقام عليهم فناداهم فقال يا أبا جهل بن هشام يا أمية بن خلف يا عتبة بن ربيعة يا شيبة بن ربيعة أليس قد وجدتم ما وعد ربكم حقا فإني قد وجدت ما وعدني ربي حقا فسمع عمر قول النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله كيف يسمعوا وأنى يجيبوا وقد جيفوا قال والذي نفسي بيده ما أنتم بأسمع لما أقول منهم ولكنهم لا يقدرون أن يجيبوا ثم أمر بهم فسحبوا فألقوا في قليب بدر'' (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷، باب عرض مقعد المیت)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقتولین کو تین دن تک اسی طرح چھوڑے رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور انہیں آواز دی اور فرمایا اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عقبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے وہ کچھ نہیں پالیا کہ جس کا تم سے تمہارے رب نے سچا وعدہ کیا تھا میں نے تو وہ کچھ پالیا ہے کہ جس کا میرے رب نے مجھ سے سچا وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تو عرض کیا اے اللہ کے رسول! (یہ تو مر چکے ہیں) یہ کیسے سن سکتے ہیں اور کیسے جواب دے سکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ انہیں گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دو تو انہیں ڈال دیا گیا۔

مستدلین

۱......امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ)

اس شرح میں لکھتے ہیں: ''قال المازری قال بعض الناس المیت یسمع عملا بظاهر هذا الحدیث ثم أنكره المازری وادعى أن هذا خاص فی هؤلاء ورد علیه القاضی عیاض وقال یحمل سماعهم علی ما

يحمل عليه سماع الموتى فى أحاديث عذاب القبر وفتنته التى لامدفع لها وذلك باحيائهم أو إحياء جزء منهم يعقلون به ويسمعون فى الوقت الذى يريد الله هذا كلام القاضي وهو الظاهر المختار الذى يقتضيه أحاديث السلام على القبور'' (شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۳۸۷ باب عرض مقعد المیت)

ترجمہ: علامہ مازری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ: ''میت سنتی ہے اور یہ لوگ بظاہر اس حدیث پر عمل کرتے ہیں۔'' پھر علامہ مازری نے اس موقف کا انکار کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ سماع مقتولین بدر کے ساتھ خاص ہے، لیکن قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا اور فرمایا: ''ان کے سماع کو اسی موقف پر محمول کیا جائے گا جس موقف کو سماع موتیٰ کی احادیث ثابت کرتی ہیں، جو عذاب قبر اور فتنہ قبر سے متعلق ہے جن کی تردید نہیں کی جاسکتی۔ یہ اس طرح (ممکن ہے) کہ ان (کے پورے جسم) کو زندہ کیا جائے یا ان کی کسی جزو کو زندہ کیا جائے جس سے وہ سمجھ سکیں اور اس وقت سن سکیں جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے۔'' یہ قاضی عیاض کا کلام ہے اور یہی ظاہر اور مختار ہے جو قبور پر سلام کی احادیث سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

۲......حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م ۷۲۸ھ)

''وَأَمَا سُؤَالُ السَّائِلِ هَلْ يَتَكَلَّمُ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ فَجَوَابُهُ أَنَّهُ يَتَكَلَّمُ وَقَدْ يَسْمَعُ أَيْضًا مَنْ كَلَّمَهُ بِمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّهُمْ يَسْمَعُونَ قَرْعَ نِعَالِهِمْ...... وَثَبَتَ عَنْهُ فِي الصَّحِيحِ أَنَّهُ نَادَى الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ: لَمَّا أَلْقَاهُمْ فِي الْقَلِيبِ. وَقَالَ: مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ. وَالْآثَارُ فِي هَذَا كَثِيرَةٌ مُنْتَشِرَةٌ'' (مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ ج ۴ ص ۱۳۹، ۱۴۰ کتاب مفصل الاعتقاد، رقم السوال ۳۴)

ترجمہ: رہا سائل کا یہ سوال کہ کیا مردہ قبر میں بولتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مردہ بولتا ہے اور کبھی بات کرنے والے کی بات کو سنتا بھی ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میت (دفن کر کے) واپس آنے والوں کی جوتیوں کی کھٹکھٹاہٹ کو سنتی ہے...... اور آپ ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ علیہ السلام نے بدر کے دن جب مشرکین کی لاشیں کنوئیں میں ڈالیں تو انہیں آواز دی اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ میں ان سے جو گفتگو کر رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ نہیں سن رہے، اس (یعنی سماع موتیٰ کے بارے میں) احادیث کثرت سے موجود ہیں جو (کتب حدیث میں) پھیلی ہوئی ہیں۔

دلیل نمبر ۵: ''عن ابن شماسة المهري قال: حضرنا عمرو بن العاص وهو في سياقة الموت فبكى طويلا وحول وجهه إلى الجدار فجعل ابنه يقول يا أبتاه أما بشرك رسول الله ﷺ بكذا أما بشرك رسول الله ﷺ بكذا قال فأقبل بوجهه فقال إن أفضل ما نعد شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله...... فإذا أنامت فلا تصحبني نائحة ولا نار فإذا دفنتموني فشنوا علي التراب شنا ثم أقيموا حول قبري قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها حتى أستأنس بكم وأنظر ماذا أراجع به رسل ربي'' (مسلم ج ۱ ص ۷۶ باب کون الاسلام)

ترجمہ: ابن شماسہ (عبدالرحمٰن بن شماسہ بن ذئب) کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب وہ مرض الموت میں مبتلا تھے، وہ بہت دیر تک روتے رہے اور چہرہ مبارک دیوار کی طرف پھیر لیا، ان کے بیٹے ان سے کہہ رہے تھے: اے ابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں، کیا اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو یہ

بشارت نہیں سنائی؟ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ادھر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے نزدیک سب سے افضل عمل اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (آگے لمبی حدیث ہے، ہم اختصار کے پیش نظر اپنی مطلوبہ بات نقل کرتے ہیں۔ ناقل) پس جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازے کے ساتھ نہ کوئی رونے والی ہو اور نہ آگ ہو، جب تم مجھے دفن کر دو تو مجھ پر مٹی ڈال دینا، اس کے بعد میری قبر کے ارد گرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو اور میں دیکھ لوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

علامہ یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ)

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''فيه فوائد منها اثبات فتنة القبر وسؤال الملكين وهو مذهب أهل الحق ومنها استحباب المكث عند القبر بعد الدفن لحظة نحو ما ذكر لما ذكر وفيه أن الميت يسمع حينئذ من حول القبر'' (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۷۶ باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ)

ترجمہ: اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ ان میں سے ایک فتنہ قبر اور فرشتوں کے سوال کا ثبوت ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے۔ ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہرنا مستحب ہے۔ ایک یہ بھی ہے کہ قبر کے پاس جو گفتگو کی جائے اس کو قبر والا سنتا ہے۔

نواب وحید الزمان رحمہ اللہ (م ۱۳۳۸ھ)

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا چاہئے اور یہ مستحب ہے۔ آٹھویں یہ کہ مردہ اپنی قبر پر حاضر ہونے والوں کی آواز سنتا ہے۔'' (صحیح مسلم مترجم ج ۱ ص ۲۰۳ اسلامی کتب خانہ لاہور)

دلیل نمبر ۶: ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ'' (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۰۵ باب مایقول اذا مر بالقبور، مسند احمد ج ۹ ص ۱۶۴ رقم الحدیث ۹۲۶۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۷۹ باب مایقول اذا دخل مقبرۃ، مشکوۃ المصابیح ص ۴۰ کتاب الطہارۃ الفصل الثالث)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مردوں کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: سلام ہے تم پر اے مؤمنوں کے گھر والو! اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

دلیل نمبر ۷: ''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِقُبُورِ الْمَدِينَةِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ، يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ''

(جامع الترمذی ج ۱ ص ۲۰۳ باب مایقول الرجل اذا دخل المقابر، مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۵۴ باب زیارۃ القبور، الفصل الثانی)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مدینہ منورہ کی قبروں (یعنی جنت البقیع کے قبرستان) پر ہوا، آپ ان قبروں کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے قبروں والو! تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں معاف فرمائے، تم ہمارے پیش خیمہ ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

مستدلین

۱......حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۳ھ)

''أحاديث السلام على القبور (ثابتة متواترة)''

(التمہید لابن عبد البر ج ۵ ص ۳۸۲ تحت حدیث تاسع عشر لنافع عن ابن عمر)

ترجمہ: وہ احادیث جن سے قبر پر سلام کہنا معلوم ہوتا ہے، ثابت اور متواتر ہیں۔

اور حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے اس قول کی تائید کرتے ہیں۔

(کتاب الروح ص ۱۱۵ فصل: الارواح علی افنیۃ قبورہا)

۲......حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۸ھ)

''فأما استماع الميت للأصوات من القراءة وغيرها فحق'' (اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم ص ۳۷۹)

ترجمہ: مردے کا سلام اور قراءت کی آوازوں کو سننا حق ہے۔

۳......حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ)

''وقد شرع النبي لأمته إذا سلموا على أهل القبور أن يسلموا عليهم سلام من يخاطبونه فيقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين وهذا خطاب لمن يسمع ويعقل ولولا ذلك لكان هذا الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بأن الميت يعرف زيارة الحي له ويستبشر به'' (کتاب الروح ص ۷ المسئلۃ الاولیٰ)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے یہ حکم فرمایا کہ وہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو اس طرح سلام کریں جس طرح مخاطب کو سلام کیا جاتا ہے۔لہٰذا سلام کہنے والا یوں کہے: اے مؤمنوں کی بستی میں رہنے والو! تم پر سلام ہو، اور یہ خطاب اس کو ہے جو سنتا اور جانتا ہے، اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو اس خطاب میں وہ ایسے ہوتے جیسے معدوم اور بے جان چیزیں، اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں کہ جب کوئی زندہ مردہ کی زیارت کے لئے آتا ہے (اور اسے سلام کہتا ہے تو اس کی آواز سے) مردہ اُس کو پہچان لیتا ہے اور اس کی آمد سے وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔

دلیل نمبر ۸: امام ابن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ) نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ اپنے مصنف میں نقل فرمایا ہے، اس میں آتا ہے: ''عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَرْجِعُ مِنْ ضَيْعَتِهِ فَيَمُرُّ بِقُبُورِ الشُّهَدَاءِ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَإِنَّا بِكُمْ لَلَاحِقُونَ، ثُمَّ يَقُولُ لِأَصْحَابِهِ: أَلَا تُسَلِّمُونَ عَلَى الشُّهَدَاءِ فَيَرُدُّونَ عَلَيْكُمْ'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳۵۶ کتاب الجنائز، باب ما ذکر علی التسلیم علی القبور اذا مر بھا)

ترجمہ: عامر بن سعد اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ جب اپنی زمین (کھیتی) سے واپس آتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: (اے قبر والو!) تم پر

سلامتی ہو اور بے شک ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، پھر اپنے ساتھیوں سے فرماتے: کیا تم شہداء کو سلام نہیں کہتے تا کہ وہ تمہیں تمہارے سلام کا جواب دیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر، صاحب منقبت اور مستجاب الدعوات صحابی تھے ان کا بھی یہ نظریہ تھا کہ شہداء زندوں کا سلام سنتے اور ان کو جواب دیتے ہیں۔

دلیل نمبر ۹: ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهُ وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ'' (شعب الایمان للبیہقی ج ۷ ص ۱۷ فصل فی زیارۃ القبور رقم الحدیث ۹۲۹۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اس آدمی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو وہ پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب کسی ایسے آدمی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جس کو وہ نہیں پہچانتا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۰: ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من أحد مر بقبر أخيه المؤمن كان يعرفه في الدنيا فسلم عليه إلا عرفه ورد عليه السلام''

(الاستذکار لابن عبد البر ج ۱ ص ۱۸۵ کتاب الطہارۃ، باب جامع الوضوء، التذکرۃ للقرطبی ص ۱۳۰ باب ما جاء ان المیت یسمع ما یقال)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے اس مسلمان بھائی جس کو دنیا میں پہچانتا تھا، کی قبر پر گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو یہ قبر والا بھی اس کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

مستدلین اور مصححین

۱...... امام محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۱ھ)

''صححه أبو محمد عبد الحق'' (التذکرۃ للقرطبی ص ۱۳۰/ باب ما جاء ان المیت یسمع ما یقال)

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابو محمد عبد الحق نے صحیح قرار دیا ہے۔

۲...... حافظ ابن تیمیہ الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۸ھ)

''وقد روى حديث صححه ابن عبد البر أنه قال ما من رجل يمر بقبر الرجل''

(اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم ص ۳۲۶)

ترجمہ: ایک حدیث روایت کی گئی ہے جسے علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے کہ جو شخص کسی کی قبر کے قریب گزرتا ہے الخ!

۳...... علامہ ابن عبد الہادی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۴ھ)

''وهو صحيح الإسناد'' (الصارم المنکی ص ۲۲۴)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''وهذا قد جاء عموما في حق المؤمنين: ما من رجل يمر بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام'' (الصارم المنکی ص ۱۱۵)

ترجمہ: یہ تو عام مؤمنین کے حق میں بھی آیا ہے کہ جو شخص کسی ایسے آدمی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا، تو جب بھی یہ آدمی اس کو سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس قبر والے کی طرف اس کی روح کو لوٹا دیتا اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۴......حافظ ابن القیم الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۱ھ)

''قال ابن عبد البر: ثبت عن النبي ﷺ أنه قال: ما من مسلم يمر على قبر أخيه الخ''

ترجمہ: علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے یہ روایت ثابت ہے کہ جو شخص اپنے اس مسلمان بھائی الخ۔ (کتاب الروح ص ۷ / المسئلۃ الاولیٰ)

۵......علامہ تقی الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۶ھ)

''ذكره جماعة وقال القرطبي في التذكرة ان عبد الحق صححه الخ''

ترجمہ: اس روایت کو ایک جماعت نے بیان کیا ہے اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ امام عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (شفاء السقام ص ۲۴۶ / الباب الخامس فی تقریر کون الزیارۃ قربۃ)

۶......حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ)

''من أشهر ذلك ما رواه ابن عبد البر مصححا له، عن ابن عباس مرفوعا: ما من أحد يمر بقبر أخيه المسلم الحديث'' (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۷۵ سورۃ الروم تحت الآیۃ ۵۲)

ترجمہ: سماع موتی کے مشہور دلائل میں سے ایک وہ روایت بھی ہے جس کو امام عبد البر نے مرفوعا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تصحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جو شخص بھی اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے قریب سے گزرے۔ الخ!

۷......علامہ ابو محمد عبد الحق سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ)

''ورواه ابن عبد البر وصححه'' (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۱ / الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

ترجمہ: علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور علامہ سمہودی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۸......علامہ طحطاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۱ھ)

''وأخرج ابن عبد البر في الاستذكار والتمهيد بسند صحيح عن ابن عباس قوله۔ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من أحد يمر بقبر أخيه المؤمن'' (حاشیہ الطحطاوی ص ۶۲۱ فصل فی زیارۃ القبور)

ترجمہ: امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاستذکار'' اور ''التمہید'' میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص بھی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے۔ الخ!

۹......علامہ سید محمود آلوسی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ)

''أخرج إبن عبد البر وقال عبد الحق الأشبيلي إسناده صحيح عن إبن عباس مرفوعا ما من أحد

يمر بقبر أخيه المؤمن ......الخ'' (روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۵ سورۃ الروم تحت رقم الآیۃ ۵۲)

ترجمہ: امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور امام عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہیں کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے۔ الخ!

دلیل نمبر ۱۱: ''وأخرج العقيلي عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال أبو رزين يا رسول الله إن طريقي على الموتى فهل من كلام أتكلم به إذا مررت عليهم قال قل السلام عليكم يا أهل القبور من المسلمين والمؤمنين أنتم لنا سلف ونحن لكم تبع وإنا إن شاء الله بكم لاحقون قال أبو رزين يا رسول الله يسمعون قال يسمعون ولكن لا يستطيعون أن يجيبوا قال يا أبا رزين ألا ترضى أن يرد عليك بعددهم من الملائكة'' (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور ص ۲۰۳ باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: امام عقیلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا راستہ مردوں کے پاس (یعنی قبرستان) سے گزرتا ہے، کیا میں ان کے قریب سے گزرتے ہوئے کوئی کلام کرلیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ کہا کرو: اے مسلمان و مومن قبروں والو! تم پر سلام ہو، تم ہمارے پیش رو ہو اور تم تمہارے تابع ہیں اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! سنتے ہیں مگر جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے، مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو رزین! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم جتنے مردوں کو سلام کہو اتنی ہی تعداد میں فرشتے تمہیں اس سلام کا جواب دیں۔

اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اہل قبور اپنی قبروں میں باہر سے سلام کہنے والے کا سلام سنتے ہیں۔

اشکال: ممکن ہے کسی کو یہ اشکال ہو کہ اس حدیث کے آخری حصہ ''مگر جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے'' سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

جواب: تو اس کا جواب علامہ سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) نے دیا ہے۔ چنانچہ اسی حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''قوله لا يستطيعون أن يجيبوا أي جوابا يسمعه الجن والإنس فهم يردون حيث لا يسمع''

(شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور ص ۲۰۳ ر باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ: ''وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے'' کا مطلب یہ ہے کہ ایسا جواب کہ جس کو جن اور انسان سن سکیں، (اس لئے کہ) مردے جواب تو دیتے ہیں مگر وہ (عادۃً) سنا نہیں جاتا۔

معلوم ہوا کہ مردے سلام سننے کے بعد اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی الحنفی (م ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں: ''وما أخرجه العقيلي من أنهم يسمعون السلام ولا يستطيعون رده محمول على نفي إستطاعة الرد على الوجه المعهود الذي يسمعه الأحياء''

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۸ سورۃ الروم تحت رقم الآیۃ ۵۲)

ترجمہ: جس حدیث کو امام عقیلی نے تخریج کیا ہے کہ: ''مردے سلام تو سنتے ہیں لیکن سلام کا جواب دینے

کی طاقت نہیں رکھتے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ روزمرہ کے اس عام طریقہ سے جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے جس کو زندہ لوگ سن سکیں۔

اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہ حدیث قابل قبول ہے اسی لئے انہوں نے اس کو تسلیم کر کے اس کا صحیح محمل اور مطلب بیان فرمایا ہے اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ اس میں سلام کا جواب دینے کی نفی مطلق نہیں بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مردے ایسے انداز سے سلام کا جواب دیتے ہیں کہ متعارف اور معتاد طریقہ پر زندہ لوگ اس کو نہیں سن سکتے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) کے نواسے اور علمی جانشین شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) ایک سوال کے جواب میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ ہم یہاں پر سوال اور جواب دونوں نقل کرتے ہیں تاکہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے۔

''سوال نوزدہم: اہل قبور زیارت کرنے والے کا سلام سنتے ہیں اور شریعت میں اس کے بارے میں کچھ بیان ہے یا نہیں؟

جواب: مردے کا زیارت کرنے والے کا سلام سننے کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے مشکوۃ کی شرح میں نقل فرمایا ہے جس کی عبارت یہ ہے: ''قال السيوطي وأخرج العقيلي عن أبي هريرة قال قال أبو رزين يا رسول الله إن طريقي على الموتى فهل من كلام أتكلم به إذا مررت عليهم قال قل السلام عليكم يا أهل القبور من المسلمين والمؤمنين أنتم لنا سلف ونحن لكم تبع وإنا إن شاء الله بكم لاحقون قال أبو رزين يسمعون قال يسمعون ولكن لا يستطيعون أن يجيبوا قال أبا رزين ألا ترضى أن يرد عليك بعددهم من الملائكة اه وقوله لا يستطيعون أن يجيبوا أي جوابا يسمعه الحي وإلا فهم يردون حيث لا نسمع''

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقیلی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابورزین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا راستہ قبرستان میں سے ہے، تو کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ جب میں اس طرف جایا کروں تو ان سے ہم کلام ہوسکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمين والمؤمنين انتم سلف لنا ونحن لكم تبع وانا ان شاء الله بكم لاحقون کہا کرو۔ ابورزین نے عرض کیا کہ مردے سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: سنتے ہیں لیکن جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے (اور کیا اے) ابورزین! تو اس پر راضی نہیں کہ مردوں کے شمار کے مطابق فرشتے تیرے سلام کا جواب دیں (ملا علی قاری فرماتے ہیں) اور یہ قول رسول کہ مردے جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے مطلب اس سے یہ ہے کہ ایسا جواب جس کو زندہ لوگ بھی سن لیں، نہیں دیتے بلکہ ایسا جواب دیتے ہیں جس کو ہم نہیں سنتے۔ انتھی! (شرح مشکوۃ لملا علی قاری) (امداد السائل ترجمہ مأتہ مسائل ص ۴۷، ۴۸)

دلیل نمبر ۱۲: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: ''رسالہ قشیریہ میں ایک کفن چور کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، ایک عورت فوت ہوگئی، لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، اسی کفن چور نے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی تاکہ اس عورت کی قبر کا پتا چل جائے، جب کافی رات گزر گئی تو اس کفن چور نے اس عورت کی قبر کھودی، اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! بخشا ہوا مرد بخشی ہوئی عورت کا کفن اتار رہا ہے۔ کفن چور نے کہا: ٹھیک ہے، تم کو بخش

دیا گیا ہوگا میں کیسے بخشا ہوا ہوں؟ اس عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بخش دیا اور جن لوگوں نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی ان سب کو بخش دیا اور تم نے بھی میری نماز جنازہ پڑھی تھی۔ پھر اس شخص نے وہ کفن چھوڑ دیا۔ قبر پر مٹی ڈال دی اور سچی اور پکی توبہ کر لی۔'' (شرح الصدور ص ۲۰۸ باب زیارۃ القبور وعلم الموتی بزوارہم)

دلیل نمبر ۱۳: علامہ سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: ''امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن ابی ایوب خزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان مسجد میں رہتا تھا، حضرت عمر اس کو پسند کرتے تھے، اس کا ایک بوڑھا باپ تھا، عشاء کی نماز کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا، اس کا راستہ ایک عورت کے دروازہ کے پاس تھا، وہ اس پر فریفتہ ہوگئی، وہ اس کے راستہ میں کھڑی رہتی تھی، ایک رات جب وہ وہاں سے گزرا تو وہ اس کو ورغلا کر لے آئی، اس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾ (الاعراف: ۲۰۱) کہ بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ وہ جوان اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گیا، اس عورت نے اپنی خادمہ کو بلایا اور دونوں مل کر اس کو باپ کے دروازے پر چھوڑ آئیں، ادھر اس کا باپ پریشان تھا، وہ اس کو ڈھونڈنے نکلا تو وہ دروازے پر بے ہوش پڑا ہوا ملا، اس نے اپنے گھر والوں کو بلایا، وہ سب مل کر اسے اٹھا کر لے گئے، رات کو کافی دیر بعد اس کو ہوش آیا تو اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم کو کیا ہوا تھا؟ بیٹے نے ٹالنا چاہا، باپ نے پھر خدا کا نام لے کر سوال کیا، تب بیٹے نے تمام ماجرا سنایا، باپ نے پوچھا: بیٹا! وہ کون سی آیت تھی؟ تب اس نے وہ آیت دوبارہ پڑھی جو اس نے پہلے پڑھی تھی اور آیت پڑھتے ہی وہ پھر بے ہوش ہوگیا۔ ماں باپ نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ جاں بحق ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس کو غسل دے کر رات ہی میں دفن کر دیا، صبح کو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس جا کر تعزیت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے دفن کے وقت مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا: اس وقت رات تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کے پاس لے چلو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فلاں! ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾ (الرحمٰن: ۴۶) کہ جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کو دو جنتیں ملتی ہیں۔ اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب نے دو جنتیں دو مرتبہ عطاء فرمائی ہیں۔'' (شرح الصدور ص ۲۱۳ باب زیارۃ القبور وعلم الموتی بزوارہم)

دلیل نمبر ۱۴: علامہ آلوسی رحمہ اللہ (م ۱۲۷۰ھ) نے عبید بن مرزوق کے مرسل سے ابوالشیخ کے حوالہ سے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیتی تھی۔ اس کی وفات ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وفات کا علم نہ ہو سکا، وہ دفن ہو چکی اور آپ اس کی قبر کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ قبر کس کی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ ام محجن رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں حضرت وہی۔ لوگوں نے صف باندھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا جنازہ پڑھایا (جو آپ کی خصوصیت تھی یا اس کے لئے اجتماعی صورت میں دعا کی) آپ نے اس بی بی سے دریافت کیا کہ تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم اس سے زیادہ نہیں سن رہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس نے جواب یہ دیا ہے کہ میں نے مسجد کی صفائی کو بہترین عمل پایا۔ (روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۵ سورۃ الروم تحت رقم الآیۃ ۵۲)

باب ششم

نوٹ: باب ششم کو یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے ''حرف چند'' ملاحظہ فرمالیں:

باب ہفتم

مسئلہ استشفاع عند القبر

اس باب میں مسئلہ استشفاع عند القبر پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

اہل السنت والجماعت کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔ لیکن فرقہ مماتیت نے اس کو بدعتِ قبیحہ، ذریعہ شرک، گمراہی اور ممنوع قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱...... شیر محمد صاحب خطیب جامع مسجد اشاعت التوحید والسنۃ جھنگ ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' راولپنڈی (ج ۲۳ ش ۱۰۰) کے حوالے سے اشاعت التوحید والسنہ کا موقف یوں لکھتے ہیں:

''استشفاع کے متعلق مجلس مقننہ اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کا فیصلہ

ہماری جماعت کے نزدیک کسی پیغمبر یا ولی کے مزار پر جا کر یہ کہنا کہ میرے لئے دعا کریں بدعت قبیحہ، مستقد شہ اور ذریعہ شرک ہے۔ (دستخط)

☆عنایت اللہ	☆احقر محمد طاہر	☆سجاد بخاری	☆عارف طاہری
☆احقر عبد اللہ غفر اللہ	☆بدیع الزمان	☆فضل حق	☆احسان الحق عفا اللہ عنہ
☆سمیع الحق	☆ضیاء الحق	☆محمد حسین غفرلہ	☆عصمۃ اللہ''

(آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۹)

۲...... سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''استشفاع عند القبر تعامل امت کے خلاف ہے...... اس کے بدعت اور گمراہی ہونے میں بھی شک نہیں۔'' (اقامۃ البرہان ۳۰۹)

مزید لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک سے استشفاع...... بدعت سیئہ ہے۔ (اقامۃ البرہان ص ۳۱۲)

۳...... شہاب الدین خالدی صاحب بھی استشفاع کو بدعت اور ممنوع لکھتے ہیں۔ (عقائد علماء اسلام ص ۶۸۱)

لہٰذا ہم اس باب میں مسئلہ استشفاع کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔

قرآن پاک سے دلیل

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ''وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا'' (سورۃ النساء ۶۴)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آ کر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

وہ آیات جو کسی خاص پس منظر کے تحت نازل ہوئی ہوں لیکن الفاظ عام استعمال کئے گئے ہوں تو جمہور علماء وفقہاء کے نزدیک سبب نزول کے اس خاص واقعہ کے بجائے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوگا۔ اس قاعدہ کے لئے علماء اصول اور ارباب تفسیر کے ہاں ایک معروف قاعدہ ہے: ''العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب'' کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوگا نہ کہ سبب نزول کے خاص واقعہ کا۔ (کشف الاسرار باب حکم الاجماع، تفسیر القرطبی، سورۃ الاعراف: ۳۱)

اس آیت کریمہ میں بھی عموم الفاظ کی وجہ سے حکم بھی عام ہے کہ جو بھی مسلمان نبی کریم ﷺ کے پاس آئے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کر کے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کرے گا اور نبی کریم ﷺ بھی اس کے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی مغفرت فرما دیں گے۔

اس آیت کریمہ میں ﴿وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ (رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے) کے الفاظ اس حقیقت کو بیان کر رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا وجود مبارک مؤمنین کی مغفرت اور قبولیتِ دعا کے لئے ایک سبب اور وسیلہ ہے، ورنہ آیت میں صرف ﴿فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ﴾ (یہ لوگ اللہ سے مغفرت مانگتے) کے الفاظ پر اکتفاء کیا جاتا۔

مؤمنین کا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دعائیں کرانے کے لئے آپ کے پاس آنا اور آپ ﷺ کا ان کے لئے دعائیں فرمانا بے شمار دلائل سے ثابت ہے، چاہے وہ دعا مغفرت کے لئے ہو یا دنیاوی کام کاج کے لئے، یہ بات نا قابل تردید حقیقت ہے اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ لیکن جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما کر عالم برزخ میں چلے گئے اور اپنی قبر مبارک میں آرام فرما ہوئے تو اب آپ ﷺ سے معافی ومغفرت کی دعا کرانا، بارش یا کسی اور مصیبت کے وقت آپ سے درخواست کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اور یہ کام جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور اس آیت کا حکم آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد باقی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں ہم اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی سواد اعظم کے اندر رہتے ہوئے جمہور علماء کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ آیت اپنے عموم کی وجہ سے اب بھی قابل عمل ہے، ہم اس میں کسی قسم کی تنسیخ یا ترمیم کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارے اکابر نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی اس کا حکم اسی طرح باقی رکھا ہے جس طرح آپ کی زندگی میں تھا۔ چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

۱...... حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: ''مواہب میں بسند امام ابو المنصور صباغ، ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ محمد بن حرب ہلال سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل فرمائی، جس میں ارشاد فرمایا ہے: ''وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا'' اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور آپ کے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔ پھر دو شعر پڑھے...... اور ان محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ ہجری میں ہوئی ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہوگیا۔'' (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۴۲، ۲۴۳)

۲...... شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۹۴ھ) لکھتے ہیں: ''فثبت ان حکم الآیة باق بعد وفاته ﷺ'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۵۱۲/ باب زیارۃ قبر النبی الکریم)

ترجمہ: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔

۳...... مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۶ھ) لکھتے ہیں: ''اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہو سکتی تھی، اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔'' (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۹ تحت سورۃ النساء رقم الآیۃ ۶۴)

ان حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس آیت کا حکم بعد وفات بھی باقی ہے۔

اب ہم چند مفسرین و محدثین اور دیگر علمائے امت سے ثابت کرتے ہیں کہ سلف صالحین آپ ﷺ کی قبر مبارک پر آکر آپ سے دعا کی درخواست کرتے تھے:

۱...... علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۱۰ھ)

علامہ نسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت ایک اعرابی کا آپ ﷺ کی قبر اقدس پر حاضر ہو کر استشفاع کرنا نقل کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں: ''ایک بدوی نبی اکرم ﷺ کی تدفین کے بعد حاضر آیا اور قبر مبارک پر گر گیا، اس کی مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالی اور کہا: یا رسول اللہ! جو آپ نے فرمایا میں نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں سے یہ آیت بھی ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔ اور میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ ﷺ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر رہا ہوں، آپ ﷺ بھی میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء مغفرت فرمائیں۔ قبر مبارک سے آواز آئی کہ تم کو بخش دیا گیا۔ (مدارک التنزیل ج ۱ ص ۲۴۳ تحت النساء: ۶۴)

۲...... علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ)

علامہ ابن کثیر نے بھی اس آیت کے تحت یہ واقعہ کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ نقل فرمایا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''ایک جماعت نے عتبی سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس میں شیخ ابو منصور الصباغ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، یہ واقعہ انہوں نے اپنی کتاب ''الشامل'' میں بیان کیا ہے کہ عتبی کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا کہ جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آکر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔

میں آپ ﷺ کے پاس آکر آپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے:

يا خيرَ من دُفِنَت بالقاعِ أعظُمُه فطاب من طيبهنَّ القاعُ والأكَمُ
نَفسي الفداءُ لقبرٍ أنت ساكنه فيه العفافُ وفيه الجودُ والكرمُ

ترجمہ: اے وہ بہترین ذات! جو ٹیلے میں مدفون ہے، جس کی پاکیزگی سے یہ ٹیلے اور صحرا بھی پاکیزہ ہو گئے، میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ﷺ رہائش پذیر ہیں (اس لئے کہ) اس میں عفت، سخاوت اور کرم نوازی ہے۔
عتبی کہتے ہیں: پھر وہ اعرابی لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی، خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھتا ہوں کہ آپ مجھ سے فرما رہے ہیں: اے عتبی جا کر اس اعرابی کو خوش خبری سنا دو کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔"
(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۶۷۹ تحت سورۃ النساء: ۶۴)

۳...... علامہ نورالدین علی بن احمد السمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ)

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر آپ سے دعا کرانے کے متعلق اس آیت کے ذیل میں دو واقعات نقل کئے ہیں:
پہلا واقعہ: علامہ سمہودی فرماتے ہیں: "علمائے کرام نے موت وحیات کی دونوں حالتوں میں آیت سے عموم سمجھا ہے اور قبر انور پر آنے والے کے لئے یہ حضرات مستحب سمجھتے ہیں کہ وہ اس (آیت) کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ یہاں ایک اعرابی کی حکایت بھی ملتی ہے، چنانچہ محمد بن حرب ہلالی کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں داخل ہوا، نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوا، زیارت کی اور آپ کے بالمقابل بیٹھ گیا، اتنے میں ایک اعرابی آیا، اس نے زیارت کی اور عرض کی: اے سب رسولوں میں سے بہتر! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے، اور اس میں فرمایا ہے: "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا" اور میں بھی گناہوں کی بخشش کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔ پھر وہ رونے لگا اور مذکورہ اشعار کہے:
پھر وہ شخص استغفار کرتا رہا اور واپس چلا گیا۔ محمد بن حرب کہتے ہیں کہ میں سو گیا تو خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس آدمی کے پاس جاؤ اور کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے میری شفاعت کی وجہ سے اسے بخش دیا ہے۔ میں بیدار ہوا اور اسے تلاش کرنے نکلا لیکن وہ کہیں نہ مل سکا۔"
(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۶۰ ۱۳، ۶۱ ۱۳/ الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

دوسرا واقعہ: حافظ ابوسعید السمعانی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر چکے تھے تو تین دن کے بعد ایک اعرابی (دیہاتی) ہمارے پاس آیا۔ وہ قبر انور پر گر گیا اور خاک اٹھا کر اپنے سر پر ڈالی۔ عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! آپ ارشاد فرماتے تھے تو ہم اسے سنتے تھے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے (اس کا کلام) محفوظ کیا اور ہم نے آپ سے محفوظ کیا۔ اللہ نے آپ پر یہ آیت اتاری: "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا" میں نے بھی اپنے آپ پر ظلم کر رکھا ہے، اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ چنانچہ قبر مبارک سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۶۱ ۱۳/ الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

۴...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ)

حافظ ابوعبداللہ "مصباح الظلام" میں امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں

کہ آنحضرت ﷺ کے دفن کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور قبر پر گر پڑا، اس کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالتا تھا اور کہتا تھا کہ یارسول اللہ! آپ نے جو کچھ اپنے رب سے سنا وہ میں نے آپ سے سنا اور آپ نے جو کچھ خدا سے یاد کیا میں نے آپ سے یاد کیا، اور وہ یہ آیت ہے: "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا" میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ قبر شریف سے ایک آواز آئی قد غفر لک، کہ تیری مغفرت کردی گئی ہے۔ (جذب القلوب ص ۲۲۶)

۵...... مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۶ھ)

اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے دعاء مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیوی حیات کے زمانے میں ہو سکتی تھی، اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول ﷺ اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعاء کریں۔ اُس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی: (قد غفرت لک) یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔"

(معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۹ تحت سورۃ النساء رقم الآیۃ ۶۴)

صحابہ رضی اللہ عنہم اور مسئلہ استشفاع

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک قحط پڑا، اس میں مسلمانوں پر بہت تنگی کے ایام آئے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی قبر پر جا کر رسول اللہ ﷺ سے بارش کی دعا کرنے کی درخواست کی۔

اس واقعہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (۲۳۵ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: "عَنْ مَالِكِ الدَّارِ, قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ, قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ, فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم, فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ, اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا, فَأُتِيَ الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ, وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسَ, عَلَيْكَ الْكَيْسَ, فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ, ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۷ ص ۶۴، ۶۵ باب ماذکر فی فضل عمر بن الخطاب)

ترجمہ: مالک الدار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے، بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار لوگوں پر قحط آ گیا۔ ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ قحط سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ

اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو: تم پر سوجھ بوجھ (دانائی) لازم ہے۔ یہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اس واقعہ کے ضمن میں یہ بات نقل کی ہے کہ جب یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان کیا اور فرمایا: ''اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں میرے طرز عمل سے زیادہ کوئی بہتر طرز عمل معلوم ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلال بن حارث کا خواب سنایا تو انہوں نے کہا: ان کا خواب سچا ہے۔''

(تاریخ طبری مترجم ج ۲ ص ۸۷ عامۃ الرماد کے واقعات، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۹۸)

تصحیح روایت

۱...... علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں: ''وھذا إسناد صحیح'' (البدایۃ والنہایۃ ج ۴ ص ۹۸)

۲...... حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''وروى ابن أبي شيبة باسناد صحيح من رواية أبي صالح السمان عن مالك الدار'' (فتح الباری ج ۲ ص ۶۳۹ رباب سوال الناس الامام الاستقاء اذ قحطوا)

ترجمہ: اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ ابو صالح السمان کے طریق سے مالک الدار سے روایت کیا ہے۔

۳...... علامہ السمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: ''ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح سند کے ساتھ مالک الدار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔'' (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۷۴ر الفصل الثالث فی توسل الزائر)

استدلال

علامہ سیف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الفتوح'' میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ اس واقعہ سے استدلال یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ (یعنی قبر) میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش طلب کرنے کی دعا کی التجاء ہوئی اور اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تعالیٰ سے دعاء کرنا کوئی ممتنع امر نہیں ہے اور جو آپ سے سوال کرتا ہے آپ اسے پہچانتے ہیں جیسے گزر چکا ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش وغیرہ کے طلب کرنے کے سوال میں کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا میں ایسا سوال کیا جاتا تھا۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۷۴ر الفصل الثالث فی توسل الزائر)

اس حدیث کو بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے، بعض کتب میں کہیں الفاظ کی کمی بیشی بھی ہے مگر جس بات سے ہمارا استدلال ہے وہ سب میں موجود ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

فوائد و مسائل

حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں:

۱...... یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی وفات شریف سے تقریباً سات یا آٹھ سال بعد پیش آیا، اس وقت بکثرت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

۲...... قبر مبارک پر جا کر دُعا کرنے والے اور پھر خواب دیکھنے والے جلیل القدر صحابی بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ تھے۔

۳...... آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب دعا اور سوال شفاعت کرنا شرک نہیں، ورنہ جلیل القدر صحابی یہ کارروائی ہرگز نہ کرتے۔

۴...... اس سچے خواب کو خلیفہ راشد کی تائید و تصویب حاصل ہے۔

۵...... یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا تو انہوں نے ((صَدَقَ بلال)) فرما کر اس کی پرزور تائید و تصدیق کی۔

۶...... اس واقعہ کی حقیقت اور صداقت علمائے اسلام کے محتاط طبقہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے اس فتویٰ سے بھی ہوتی ہے جسے انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب مغفرت اور سوال شفاعت کی دُعا کرنا جائز ہے۔ (اس کی عبارات آگے نقل ہو رہی ہیں)

مسئلہ استشفاع اور حضرات فقہاء کرام اور محدثین عظام

۱...... امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۹ھ)

علامہ قاضی عیاض المالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ خلیفہ منصور مدینہ منورہ آیا اور اس نے امام مالک سے دریافت کیا کہ میں قبر نبوی کی زیارت کرتے وقت دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور ﷺ کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: اے امیر! آپ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے منہ کیوں موڑتے ہیں حالانکہ وہ تمہارے لئے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے روزِ قیامت وسیلہ ہیں، بلکہ اے امیر! آپ کو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی جانب متوجہ رہیے اور حضور ﷺ کی شفاعت کے طلب گار رہیے۔''

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۲۶ / الباب الثالث فی تعظیم امرہ و وجوب توقیرہ)

۲...... محقق علی الاطلاق علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۶۱ھ)

علامہ ابن الہمام الحنفی آداب زیارت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ثم يسأل النبي صلى الله عليه وسلم الشفاعة فيقول يا رسول الله أسألك الشفاعة يا رسول الله أسألك الشفاعة و أتوسل بك إلى الله في أن أموت مسلما على ملتك وسنتك ...... ثم ينصرف متباكيا متحسرا على فراق الحضرة الشريفة النبوية والقرب منها'' (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۹ و ۱۸۴ کتاب الحج، المقصد الثالث فی زیارۃ قبر النبی)

ترجمہ: پھر نبی اکرم ﷺ سے شفاعت کا سوال کرے اور یہ کہے: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں مروں اور آپ کی سنتوں پر عامل ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوں...... پھر آپ ﷺ کے قرب اقدس سے روتا ہوا اور جدائی کا غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہو۔

۳......حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ)

''سوایک تو ان میں سے یہ آیت ہے:﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں، آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے اُمتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ ﷺ کا وجودِ تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہوں۔ (آب حیات ص ۵۲)

۴......حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ)

آپ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:''فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے، پس یہ جواز کے لئے کافی ہے۔'' (فتاوی رشیدیہ ج ۱۱۲)

آپ نے مسائل حج پر ایک مستقل کتاب ''زبدۃ المناسک'' کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں آپ لکھتے ہیں:''پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور سرہانے کی دیوار کے کونہ میں جو ستون ہے، اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرے کچھ بائیں طرف کو مائل ہو کر تا کہ چہرہ شریف کے خوب مواجہ ہووے، اور با ادب تمام اور باخشوع کھڑا ہو زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگادے کہ محل ادب و ہیبت ہے، اور حضرت ﷺ کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے لیٹے ہوئے تصور کرے اور کہے:

السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا خیر خلق اللہ

(یہ سلام کافی بڑا ہے ہم نے دو فقرے نقل کر دیئے ہیں، سلام کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ استشفاع اور توسّل بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں)

اور پھر حضرت ﷺ کے وسیلہ سے دُعا کرے اور شفاعت چاہے، کہے:''یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَةَ وَ اَتَوَسَّلُ بِکَ اِلَی اللّٰهِ فِیْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِکَ وَ سُنَّتِکَ'' (اے اللہ کے رسول! میں آپ سے سفارش کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں اس بات میں کہ میں آپ ﷺ کی ملت اور آپ ﷺ کی سنت پر مسلمان کی حیثیت پر جان دوں)

اور ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادہ کرے مگر ادب اور عجز کے کلمات ہوں، لیکن سلف یہاں الفاظ مختصر کہنے کو جہاں تک اختصار ہو مستحسن رکھتے ہیں اور بہت پکار کر نہ بولے بلکہ آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے اور جس کا سلام کہنا ہو، عرض کرے۔

''السلام یا رسول اللہ من فلان بن فلان یَسْتَشْفِعُ بِکَ الی ربک'' (اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو، فلاں بن فلاں آپ کی شفاعت کا طلبگار ہے) (تالیفات رشیدیہ ص ۶۴۹، ۶۵۰ رسالہ زبدۃ المناسک)

۵......مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اعرابی کا واقعہ جس میں رسول اللہ ﷺ کی قبر پر آنے اور مغفرت کی دعا کا ذکر ہے، نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:''اور ان محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ ہجری میں ہوئی ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔'' (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۴۲)

باب ہشتم

مسئلہ عرضِ اعمال

اس باب میں مختصر طور پر مسئلہ عرض اعمال کو بیان کیا گیا ہے، کیونکہ مماتی فرقہ اس کا بھی انکار کرتا ہے اور اس مسئلہ کو شیعوں کا مسئلہ کہتا ہے

قارئین کرام! اس باب میں ہم مسئلہ عرضِ اعمال کے متعلق کچھ دلائل عرض کریں گے، مگر پہلے تنقیح مسئلہ کے طور پر مسئلہ کی کچھ وضاحت بیان کرتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں تین گروہ پائے جاتے ہیں:

پہلا گروہ

اس گروہ میں مماتی، موجودہ غیر مقلدین اور بہت سے آزاد خیال لوگ شامل ہیں۔ یہ گروہ سرے سے اس بات کا قائل ہی نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کے ہاں عرض اعمال کا عقیدہ شیعوں کا عقیدہ ہے (معاذ اللہ)۔ چنانچہ خان بادشاہ صاحب (مماتی) لکھتے ہیں: ''وقد ذکرت مختصراً ان عرض الاعمال عقیدۃ الشیعۃ'' (القول الصحیح ص ۳۴۰)

ترجمہ: میں نے مختصراً یہ ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اعمال کا پیش ہونا یہ شیعہ کا عقیدہ ہے۔

عبدالمقدس صاحب بن ناصر شاہ لکھتے ہیں: ''شیعوں کا مسلک ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ائمہ کرام پر عمل پیش ہوتا ہے۔'' (تحقیق الحق ص ۳۰۹)

دوسرا گروہ

اس گروہ میں شیعہ حضرات، بریلوی حضرات اور دیگر اہل بدعت شامل ہیں۔ یہ لوگ تفصیلی طور پر اعمال پیش ہونے کے قائل ہیں۔ ہم اس موقف کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے اس موقف اور نظریہ کی تردید کی ہے۔ چنانچہ شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں رحمہ اللہ نے تفصیلی طور پر ہر ہر عمل پیش ہونے کی تردید کی ہے۔
(دیکھئے بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان ص ۳۲۳ خلاصہ سورۃ حٰم الجاثیہ)

امام اہل السنۃ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے بھی اس تفصیلی طور پر اعمال پیش ہونے کے نظریہ کی تردید فرمائی ہے۔ آپ اپنی کتاب ''تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر'' یعنی ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' میں فریق مخالف کی چوتھی دلیل اور اُس کے بطلان کی بحث میں لکھتے ہیں: ''یہی وہ آیت ہے جس سے شیعہ حضرات نے آنحضرت ﷺ اور دیگر حضرات ائمہ کرام رحمہم اللہ کے ہاں امت کے سب اعمال پیش ہونے پر استدلال کیا ہے۔ (اصول کافی: باب عرض الاعمال علی النبی ﷺ والائمۃ، کتاب الحجۃ: جزء ۳ ص ۱۳۹ مع الصافی طبع نولکشور) درحقیقت تمام اور سب اعمال کے عرض کا مسلک شیعہ شنیعہ کا ہے۔'' (تبرید النواظر ص ۱۳۶)

اس کے علاوہ بھی دیگر کئی مقامات پر آپ نے اس غلط نظریہ کا رد فرمایا ہے۔
(تبرید النواظر ص ۷۵، ۷۶ وحاشیہ ص ۱۸۵، تفریح الخواطر فی رد تنویر الخواطر ص ۲۰۸ و ۳۰۶، ازالۃ الریب، تسکین الصدور ص ۲۳۴ وغیرہ)

تیسرا گروہ

یہ گروہ اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی اور دیگر اہل حق کا گروہ ہے، یہ نہ تو پہلے گروہ کی طرح بالکل عرضِ اعمال کا منکر ہے اور نہ ہی دوسرے گروہ کی طرح ہر ہر بات اور ہر ہر جزء کے پیش ہونے کا نظریہ رکھتا ہے۔ اہلِ حق کا یہ گروہ اس بات کا قائل ہے کہ فقہاء و محدثین اور قرآن وسنت کے صحیح شارح حضرات اکابر اہل السنت والجماعت نے جو مفہوم ان احادیث کا (جن میں عرض اعمال کا ذکر ہے) سمجھا ہے اس کے مطابق صرف اجمالی طور پر بعض اعمال کا پیش ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہمارے اکابر علماء دیوبند بھی اجمالی عرض اعمال والے کے نظریہ کے قائل ہیں۔

ذیل میں اس نظریہ کہ اجمالی طور پر اعمال پیش ہوتے ہیں، کے مطابق دلائل پیش کئے جائیں گے اور قارئین کو یہ بھی یاد رہے کہ یہ مسئلہ ضروریات اسلام میں سے نہیں بلکہ ضروریات اہل السنت میں سے ہے۔

عرضِ اعمال کا ثبوت

دلیل نمبر ۱: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ﴾'' (سورۃ النحل ۸۹)

ترجمہ: اور وہ دن بھی یاد رکھو جب ہم ہر امت میں ایک گواہ انہی میں سے کھڑا کریں گے اور (اے پیغمبر!) ہم تمہیں ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے لائیں گے۔

اس کی تفسیر میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حدیث میں آیا ہے کہ اُمت کے اعمال ہر روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں، آپ اعمالِ خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔'' (تفسیر عثمانی ج ۲ ص ۸۵۰)

دلیل نمبر ۲: ''عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونِي عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُحَدِّثُونَ وَنُحَدِّثُ لَكُمْ، وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ، فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللهَ لَكُمْ'' (مسند البزار ج ۵ ص ۳۰۸، رقم الحدیث ۱۹۲۵)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کرو گے اور ہم (ان کی حقیقت کو) تمہارے لئے بیان کریں گے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، پس جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔

تصحیح حدیث

۱...... علامہ نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں (م ۸۰۷ھ): ''رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح''
(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۹۴، رقم الحدیث ۱۴۲۵۰)

ترجمہ: اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

۲...... علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: ''وأخرج البزار بسند صحیح من حدیث ابن مسعود'' (الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۴۹۱)

ترجمہ: امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۳...... علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں: ''اس کی سند جید ہے۔''

(شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۷)

۴...... علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''بسند جید عن ابن مسعود''

(فہرست عقیدۃ الاسلام ص ۱۰۴ من رسائل الکشمیری)

۵...... شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''رواہ البزار باسناد جید''

(فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳ ر باب استحباب اطالۃ الغرۃ الخ)

ترجمہ: امام بزار نے اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

استدلال

۱...... شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت نقل فرما کر اس کے تحت لکھتے ہیں: ''تعرض علیہ عرضا مجملا فیقال عملت امتک شرا عملت خیرا''

ترجمہ: آپ علیہ السلام پر اعمال کا پیش ہونا اجمالی طور پر ہے، چنانچہ آپ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے برا کام کیا ہے، یا یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے اچھا کام کیا ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳ باب استحباب اطالۃ الغرۃ الخ)

۲...... مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔ پس جو بھلائی (تمہاری طرف پیش کی جائے گی جسے) میں دیکھوں گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا، اور جو کوئی بُرائی دیکھوں گا (جو تمہاری طرف سے پیش کی جائے گی) تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا کروں گا۔ (جمع الفوائد)'' (احوال برزخ ص ۵۷)

۳...... امام اہل السنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل فرما کر اس سے استدلال کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''عرضِ اعمال کے بارے میں نہایت مختصر تحقیق یہ ہے کہ صحیح روایت سے عرض اعمال اجمالی طور پر ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کرو گے اور (میری طرف سے) ان کی حقیقت بیان کر دی جائے گی اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے، سو جو اچھے ہوں گے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برے ہوں گے میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔ اس کو بزار رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی بخاری کے راوی ہیں۔''

(تسکین الصدور ص ۲۳۴، ۲۳۵ حاشیہ)

دلیل نمبر ۳: ''عن بکر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتي خیر لکم تحدثون ویحدث لکم فإذا أنا مت کانت وفاتي خیرا لکم تعرض علي أعمالکم فإذا رأیت خیرا حمدت اللہ وإن رأیت شرا استغفرت اللہ لکم'' (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۲ ص ۱۴۹، ۱۵۰ ذکر ما قرب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ، الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۴۹۱)

ترجمہ: حضرت بکر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم (مشکل مسئلے) بیان کرو گے اور (ہماری طرف سے ان کی حقیقت کو) تمہارے لئے بیان کر دیا جائے گا اور جب میں فوت ہو جاؤں گا تو میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہو گی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔ پس جب میں اچھے اعمال دیکھوں گا تو ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جب برے اعمال دیکھوں گا تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔

تصحیح حدیث

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد الہادی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۴ھ) لکھتے ہیں: ''وهذا إسناد صحيح إلى بكر المزني، وبكر من ثقات التابعين'' (الصارم المنکی ص ۲۰۳)

ترجمہ: اس کی سند بکر المزنی تک صحیح ہے اور ان کا شمار ثقہ تابعین میں ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۴: علامہ الشیخ احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۲۳ھ) ایک روایت نقل کرتے ہیں: ''وقد روى ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ عن سعيد ابن المسيب رحمۃ اللہ علیہ: ليس من يوم الا و يعرض على النبي ﷺ اعمال امته غدوة و عشية'' (المواهب اللدنیہ ج ۳ ص ۴۱۰ الفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف)

ترجمہ: امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ نبی کریم ﷺ پر آپ کی اُمت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔

استدلال

۱...... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ) عرضِ اعمال پر استدلال کرتے ہوئے اس روایت کو نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''فصل اٹھائیسویں: آپ ﷺ کے عالمِ برزخ میں تشریف رکھنے کے متعلق بعض احوال و فضائل میں:

پہلی روایت: ابن مبارک نے حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی ﷺ پر آپ کی اُمت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔ (کذا فی المواہب)''

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۱۹۸)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے چل کر خود ہی تصریح فرمائی کہ یہ عرض اجمالی ہے نہ کہ تفصیلی۔

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۱۷ ملخصاً)

۲...... شیخ التفسیر حضرت مولانا عبد اللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۸ھ) نے اسی روایت کو مستدل بنا کر لکھا: ''ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں کذا فی المواہب۔'' (القول الحلی فی حیات النبی ﷺ ص ۸)

عرضِ اعمال اور اکابرین امت

۱...... علامہ تاج الدین السبکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۷۱ھ) لکھتے ہیں: ''لأن عندنا رسول الله ﷺ حي يحس

ویعلم و تعرض علیہ أعمال الأمۃ ویبلغ الصلاۃ و السلام علی ما بینا'' (طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۲)

ترجمہ: اس لئے کہ ہمارے نزدیک آنحضرت ﷺ زندہ ہیں حس رکھتے ہیں اور جانتے ہیں اور آپ ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

۲...... علامہ علی بن احمد السمہودی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ﴾ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿جَاءُوكَ﴾ پر معطوف ہے، تو اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کا استغفار ان کے استغفار کے بعد ہے، اور پھر ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ آپ وصال کے بعد استغفار نہیں فرماتے کیونکہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ آپ زندہ ہیں اور اس وقت جب آپ کے سامنے ان کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کی کامل رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے استغفار کرتا ہے آپ اس کے لئے استغفار ترک نہیں فرماتے۔

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۶۰/ الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ)

۳...... مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں: ''اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ یہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آ سکتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمال امت آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولود میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صورت ونداء اور عرض وحالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں بدون اعلام حق تعالیٰ کے اس کو تسلیم نہیں کرتے اور یہ کہ سب اشیاء کو علم حق تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس کو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ جس قدر علم دیا جاتا ہے اس قدر جانتے ہیں اور بس۔'' (براہین قاطعہ ص ۲۰۳، ۲۰۴)

نداء و خطاب اگر فخر دو عالم ﷺ کو اس عقیدہ سے کرے کہ آپ بلا واسطہ استقلالاً سنتے ہیں شرک ہے، خواہ بضمن صلوٰۃ ہو خواہ بغیر اس کے کسی وجہ سے ہو، اور جو یہ عقیدہ نہیں بلکہ یہ عقیدہ (رکھتا) ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہے جس شے کو چاہے آپ پر منکشف کر دیوے اور ملائکہ درود اور سلام پہنچاتے ہیں، اور اعمال اُمت کے بھی آپ پر پیش ہوتے ہیں تو درست ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۲۲۰، ۲۲۱)

۴...... علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں: ''یہ عرض (صرف اجمالی ہے) جس طرح کہ چیزوں کے نام فرشتوں پر پیش کئے گئے تھے، اس سے علم محیط مراد نہیں ہے۔ (پھر آگے فرمایا) سو اس کی دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ سے فرمایا جائے گا کہ تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد ان بدعتیوں نے کیا کیا بدعات گھڑی ہیں؟ حالانکہ آپ پر اعمال پیش ہوتے رہے۔'' (فہرست عقیدۃ الاسلام ص ۱۱ بحوالہ حاشیہ تسکین الصدور ص ۲۳۶)

۵...... حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: ''مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ ﷺ کے یہ مشاغل ثابت ہیں:

(۱) اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا۔

(۲) نماز پڑھنا۔

(۳) غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا۔

(۴) سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دُور سے بذریعہ ملائکہ سلام کو جواب دینا۔

یہ تو دائماً ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواصِ امت سے یقظہ میں کلام . ور ہدایات فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے، اور حالتِ رؤیا و کشف میں تو ایسے واقعات حصر و احصاء سے متجاوز ہیں۔'' (نشر الطیب ص ۲۴۹)

۶...... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۳ھ) ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امت کے اعمال کا پیش کیا جانا ''کنز العمال'' (ج ۱۵ ص ۳۱۸) اور ''حلیۃ الاولیاء'' (ج ۶ ص ۱۷۹) کی حدیث میں آتا ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۳۱۲)

۷...... امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۰ھ) لکھتے ہیں: یعنی اگر اس عرضِ اعمال سے تفصیلی عرض مراد ہو جو اُمت کے تمام اعمال اور جزیات کو شامل ہو تو (اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ) کہنا صحیح نہیں ہو سکتا، اور یہ صحیح، صریح اور مشہور روایت ہے، تو اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ شقی القلب اور بد بخت بدعتیوں نے جو بدعات آپ کے بعد ایجاد کی ہیں ان کا آپ کو علم نہیں، حالانکہ ان کے اعمال بھی آپ پر پیش ہوتے ہیں، تو یہ سوائے عرضِ اجمالی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ (تسکین الصدور ص ۲۳۶، ۲۳۷ حاشیہ)

ہم نے قرآن (مع التفسیر) وسنت اور حضرات اکابرین امت کے چند حوالہ جات نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور اعمال کا پیش کیا جانا اجمالی طور پر ہے نہ کہ تفصیلی طور پر۔

عام اموات اور عرضِ اعمال

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۲ھ) فرماتے ہیں: زندوں کے اعمال ان کے مردہ خویش اور اقارب پر پیش کئے جاتے ہیں اور وہ ان کے لئے دعا بھی کرتے ہیں جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ (مائۃ مسائل ص ۳۸)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۱۳ھ) فرماتے ہیں: ''بلکہ احادیث میں عزیز و اقارب کے سامنے اعمال پیش کیا جانا بھی آتا ہے۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۳۱۲)

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۳۰ھ) لکھتے ہیں: ''اجمالی طور پر بعض اعمال کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام) پر عرض اہل السنت والجماعت کے ہاں ایک مسلّم حقیقت ہے...... اہل حق کے نزدیک جملہ اموات پر بھی بعض اعمال پیش کئے جاتے ہیں، اچھے ہوں تو ان پر وہ خوش ہوتے ہیں، برے ہوں تو اُن کو اِن سے رنج ہوتا ہے۔'' (تسکین الصدور ص ۲۳۸)

دلیل نمبر ۱: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، آپ نے فرمایا: سنو! دنیا اتنی ہی باقی ہے جتنی مکھی فضا میں اِدھر اُدھر جاتی ہے، اس لئے تم قبروں میں دفن ہونے والے اپنے بھائی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ تمہارے اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔'' (المستدرک للحاکم ج ۵ ص ۷۴۳ کتاب الرقاق رقم الحدیث ۷۹۱۹، شعب الایمان للبیہقی ج ۷ ص ۲۶۱ ر باب فی الزہد وقصر الامل، رقم الحدیث ۱۰۲۴۲)

دلیل نمبر ۲: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بُرے اعمال کے ذریعہ اپنے مردوں کو رسوا نہ کرو، کیونکہ تمہارے اعمال تمہارے قبروں والے رشتہ داروں کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔'' (کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۸۸ کتاب الموت رقم الحدیث ۴۲۷۳۲، احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۸۰۹ کتاب ذکر الموت و ما بعدہ الخ)

دلیل نمبر ۳: ''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے رشتہ داروں اور قریبی لوگوں کے سامنے قبروں میں پیش کیے جاتے ہیں، اگر اعمال اچھے نکلیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر اچھے نہ ہوں تو وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کے دل میں یہ بات ڈال کہ یہ اچھے کام کریں۔'' (مسند ابی داؤد الطیالسی ج ۲ ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۱۹۰۳)

دلیل نمبر ۴: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے قریبی لوگوں اور رشتہ داروں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اگر اعمال اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر اچھے نہ ہوں تو وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک تو ان کو ہماری طرح ہدایت نہ دے دے۔'' (مسند احمد ج ۱۰ ص ۵۳۲ رقم الحدیث ۱۲۶۱۹)

دلیل نمبر ۵: ''حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: الٰہی میں تجھ سے ایسا کام کرنے سے پناہ مانگتا ہوں کہ جس کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے فضیحت (رسوائی) ہو۔'' (کتاب الزہد لابی داؤد السجستانی ص ۲۲۷)

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے اور پہلے فوت چکے تھے۔

(احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۸۰۹/ کتاب ذکر الموت و مابعدہ)

باب نہم

منکرین حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

اس باب میں ہم فرقہ مماتیت کے متعلق حضرات اکابرین امت کے فتاویٰ جات اور آراء پیش کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مماتیوں کا عقیدہ فاسد ہے، یہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں اور ان عقائد کے حامل کو امام بنانا درست نہیں۔

دار العلوم دیوبند

مولانا مفتی سید مہدی حسن

استفتاء: یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک علیین میں ہے، آپ کا قبر مبارک اور جسد مبارک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، لہٰذا آپ کی قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے نہیں۔ کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں؟ اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ اور ایسے عقیدے والے کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ہمارے کان نہیں کہ سنیں، آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے، وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں

آتا ہے: ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء الحدیث وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ قال: من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ رواہ ابو الشیخ و سندہ جید'' (القول البدیع ص ۱۱۶)

''عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون رواہ ابن عدی و البیھقی وغیرھما'' (شفاء السقام ص ۱۳۴)

دو تین حدیثیں نقل کر دی ہیں، اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اور جو انکار کرتا ہے بدعتی او[ر] خارج اہلسنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والوں کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں، اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

کتبہ السید مہدی حسن

مفتی دار العلوم دیو بند ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۷۶ ۱۳ھ

مہر دار العلوم دیو بند

''الجواب الصحیح'' جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور ۲۱ شوال ۷۶ ۱۳ھ

''اجاب المجیب واجاد'' محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

''الجواب صواب'' محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ

''الجواب صحیح'' ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر

(بحوالہ تسکین الصدور ص ۴۹، ۵۰)

مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل کے بارہ میں بتفصیل تحریر فرمادیں نوازش ہوگی، کیونکہ پاکستان میں اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور ہر فریق آپ کا نام لیتا ہے۔ شاید آپ کی تفصیل کے بعد صلح ہو جائے۔ زید و بکر کا اختلاف ہے:

زید کا عقیدہ	بکر کا عقیدہ
(۱) نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ ہیں اور آپ کی زندگی جسمانی ہے اور برزخی ہے، روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دُور سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔	(۱) نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ نہیں ہیں اور آپ کی زندگی روحانی ہے۔ روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے بلکہ دُور و نزدیک کا صلوٰۃ وسلام اللہ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ پر پیش ہوتا ہے، جسم بے رُوح قبر میں محفوظ ہے۔
(۲) قبر سے مراد وہی قبر ہے جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے اور مردہ کو عذاب قبر ہوتا ہے، اور یہ عذاب جسم کو ہوتا ہے روح کے تعلق کے ساتھ اور جسم کا تعلق باقی رہتا ہے۔	(۲) قبر سے مراد یہ قبر نہیں بلکہ یہ مجازی قبر ہے، روح جسم کا تعلق موت کے بعد بالکل منقطع ہو جاتا ہے، سوال وجواب وعذاب علیین وسجین میں روح مع مثالی جسم ہوتا ہے۔

(۳) دعاؤں کے اندر انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ طلب کرنا جائز ہے یعنی وسیلہ بالذات جائز ہے۔	(۳) دعاؤں میں انبیاء واولیاء کے طفیل سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، صرف اعمال کا وسیلہ جائز ہے وسیلہ بالذات بالاحیاء جائز نہیں اور نہ بالاموات جائز ہے

زید کا عقیدہ صحیح ہے یا بکر کا عقیدہ صحیح ہے؟ صحیح عقیدہ علماء دیوبند کے نزدیک جو ہے اس کی تصریح ضروری ہے۔ فقط، بینوا توجروا!　　سائل ...... خادم اہلسنت والجماعت محمد یعقوب ہرنولی پاکستان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مذکورہ میں زید کا جو عقیدہ لکھا ہے، وہ صحیح عقیدہ ہے۔ فقط واللہ اعلم!

حبیب الرحمٰن خیر آبادی عفا اللہ عنہ　　مفتی دار العلوم دیو بند

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل وعقائد جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱...... باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ ﴿كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ اس لئے عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: ''حسبنا کتاب اللہ'' ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب باب عقائد میں کافی ہے، بالفاظ دیگر قرآن کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کی بھی ضرورت نہیں...... الخ!　　(اربعین حدیث ص ۴، ۵ مؤلف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی)

۲...... اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ مردے نہیں سنتے اور اس کا رسول کہے: جی سنتے ہیں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی تکذیب ومخالفت کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں تو پھر خود سمجھ لینا جو روایت بھی اس قسم کی ہوگی وہ یا تو موضوع ہوگی یا اس کا مطلب کوئی دوسرا ہوگا۔　　(ملخصاً اربعین حدیث ص ۵)

۳...... اللہ تعالیٰ تو فرمائے اے میرے پیارے حبیب! تجھے ان کے کسی عمل کا پتہ نہیں اور یہ کہیں نہیں جی! نزدیک سے سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور دور سے سب اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ؟ خوب غور سے سوچو۔　　(اربعین حدیث ص ۱۱)

۴...... بعد از موت سماع ورؤیۃ انبیاء کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔　　(اربعین حدیث ص ۲۸)

۵...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دُرود وسلام عند القبر سُننا وجواب دینا یہ قصہ من گھڑت ہے۔
(دعوۃ الرشاد ص ۸ رمؤلف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی)

۶...... یہی مسئلہ سماع اموات توحید کی راستوں میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔
(اربعین آیات ص ۱۷ رمؤلف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی)

۷...... چلو علی سبیل التنزل کسی صحابی، تابعی، تبع تابعین کا قول یا عمل ایسا دکھاؤ جو دال بر سماع اور جو من گھڑت حدیث (من صلی علی عند قبری سمعتہ) آپ کو اچھال رہی ہے اس پر مکمل بحث ان شاء اللہ اپنے مقام پر آرہی ہے اور موضوع حدیث پر عمل کرنے کا تمغہ من خدم الشیطان (یعنی شیطان کی خدمت کرنے والوں سے) بھی حاصل ہو جائے گا۔　　(ندائے حق ص ۱۳۴ رمحمد حسین نیلوی سرگودھا)

۸...... خیر القرون میں سے کوئی بھی سماع النبی ﷺ عند قبرہ الشریف کا قائل نہیں، بلکہ خیر القرون اور ان کے چار سو سال تک کوئی محدث، مفسر، صحابی، تابعی، تبع تابعین امام سماع عند القبر کا معتقد نہ تھا اور سب کا اجماع تھا کہ نبی ﷺ قبر شریف کے پاس بھی نہیں سنتے چہ جائیکہ دور، ہاں درود و سلام حضرت کو پہنچ جاتا ہے مگر پہنچنے اور سننے میں فرق ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ (ندائے حق ص ۱۳۵)

۹...... بیہقی کو ایک لاکھ سے زائد صحابہ میں سے صرف ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابو ہریرہ ہی سے روایت ملی، جس کی روایت عموم قرآنی اور عام قاعدہ کے خلاف ہو تو مسترد کر دی جاتی ہے الخ۔ (ندائے حق ص ۱۳۵)

۱۰...... انبیاء علیہم السلام کے اجساد کے محفوظ ہونے کی کوئی حدیث صحیح نہیں اگرچہ ہمارا دعوٰی ہے کہ اجساد محفوظ ہیں۔

(اقامۃ البرہان ص ۲۲۶ تا ۲۳۵)

۱۱...... استشفاع عند قبر النبی ﷺ وعند قبر الشیخین (حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) فقہاء احناف وغیرہم رحمہم اللہ اور علماء دیوبند رحمہم اللہ کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ فتح القدیر و نور الایضاح و فتاوٰی رشیدیہ و زبدۃ المناسک والشہاب الثاقب میں موجود ہے، مگر ایک گروہ جو اپنے آپ کو خالص دیوبندی کہتا ہے اور علماء دیوبند کو ''بناسپتی دیوبندی'' کہتا ہے، ان کی عبارات حسب ذیل ہیں:

(۱) حاصل کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک سے استشفاع اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور تعامل سلف اور تعامل جمہور اہلسنت کے سراسر خلاف اور بدعت سیئہ ہے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال!

(اقامۃ البرہان ص ۳۱۲ ر لسجاد صاحب ایڈیٹر رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی)

(۲) اس شرک کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں وہاں قبر پر جا کر مندرجہ بالا پکار ضرور کرو، حضور ﷺ سے دعا کراؤ اور حضور ﷺ سے سفارش کراؤ اور دوسروں کا نام لے کر کہو کہ فلاں بندہ، فلاں کا بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے، پھر صرف حضور ﷺ کو نہ پکارو بلکہ ان کے ساتھی ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو بھی پکار کر کہو: اے ابا بکر! اے عمر! حضور کو تم بھی ہماری بات کہو کہ ہماری سفارش کریں اور ہمارے حق میں اللہ سے دعا مانگیں کہ اللہ ہماری سعی قبول فرمائے اور ہمیں اپنے دین پر مارے اور اسی زمرے میں ہمیں اٹھائے پھر کہے: الشفاعۃ الشفاعۃ الشفاعۃ یا رسول اللہ وغیرہ وغیرہ۔ بتاؤ ان کو مشرک کہیں یا نہ؟ (الی ان قال) نیز جو شخص بہاول حق یا معین الدین اجمیری یا داتا گنج بخش یا شیخ عبد القادر رحمہ اللہ کو دور و نزدیک سے پکارے وہ مشرک ہے تو اس میں کیا فرق ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو پکارے تو موحد، اگر ان تینوں کے علاوہ اوروں کو پکارے تو مشرک؟ (ندائے حق ص ۲۹۸)

(۳) خلاصہ یہ نکلا کہ شیخین ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کہ تم حضور ﷺ کو کہو کہ خدا سے کہیں کہ وہ ہماری مغفرت کرے یعنی واسطہ در واسطہ، بریلویوں سے ایک قدم آگے، وہ تو کہتے ہیں: اے فقیر! میری تیرے آگے اور تیری اللہ کے آگے (دعا و التجاء) ہے اور بناسپتی دیوبندی فرماتے ہیں: ہماری ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے آگے اور ان کی حضور ﷺ کے آگے اور پھر حضور ﷺ کی اللہ کے آگے۔ واہ رے دیوبندیت جدیدہ ترمیم شدہ۔ (ندائے حق ص ۶۷)

(۴) بس ہم اب آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ جتنی کتابوں میں یہ مسئلہ قبر پر حضور ﷺ سے دعا استغفار استشفاع کا جو معتبر کتب میں لکھا جا چکا ہے وہ باغیوں کا لکھا ہوا ہے اور بس۔ (ندائے حق ص ۳۱۱)

۱۲...... عذاب قبر کا انکار: قبر اس گڑھے کا نام نہیں جس میں انسان کے دھڑ کو دبایا جاتا ہے بلکہ وہ قبر جس میں عذاب وثواب ہوتا ہے، وہ مؤمن کے لئے علیحدہ مقام ہے یعنی روضۃ من ریاض الجنۃ (البرزخیۃ) اور کافر کے لئے علیحدہ مقام ہے یعنی حفرۃ من حفر النیران (البرزخیۃ) انہی مقاموں کو علیین اور سجین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے قبر شرعی کی تعریف بیان فرمادی جس میں تنعیم وتعذیب ہوتی ہے اور قبر عرفی (گڑھا) میں تنعیم وتعذیب کی التزاماً تردید ہوگئی۔ وھذا ھو الحق وبه یقول اھل الحقّ وبه نأخذ والحمد للہ رب العالمین! (ندائے حق ص ۳۲۶)

۱...... کیا یہ عبارات مذہب اہلسنت والجماعت وعلماء دیوبند کے مطابق ہیں یا مخالف؟

۲...... کیا اس قسم کے عقائد رکھنے والے گمراہ ہیں یا اہلسنت ہیں؟

۳...... ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: احقر محمد حبیب اللہ

مدرس دار العلوم مدرسہ نعمانیہ شہر ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب: باسمہ تعالیٰ

۱...... یہ بات کہ ہم عقائد کی تشریح میں رسول اللہ ﷺ کے محتاج نہیں، غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اقوال کو بھی حجت بنایا ہے۔ ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ نیز رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ بھی فرمایا ہے۔ احادیث بھی وجوب عمل میں قرآن کے حکم میں ہیں۔ عقائد کا ثبوت احادیث سے بھی ہوتا ہے۔ عذاب قبر کے متعلق شرح عقائد میں مذکورہ عقائد اکثر احادیث سے ثابت ہیں۔

۲...... اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مُردے نہیں سُنتے بلکہ ﴿إِنَّ اللهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ﴾ میں سُننے کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے، صحیح روایات کو موضوع کہنا باطل ہے۔

۳...... یہ خود آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''میں قریب سے سُنتا ہوں اور بعید سے فرشتے درود پہنچاتے ہیں۔''

۴، ۵...... سماع انبیاء یہودیوں کی ایجاد نہیں بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید بلفظ: من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیاً ابلغته'' (فتح الباری پارہ ۱۳ ص ۲۷۹)

دیگر بہت سے ائمہ کبار نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۶...... سماع موتٰی میں علماء کا اختلاف ہے، اگر سماع اموات ثابت بھی ہو تو توحید میں رکاوٹ نہیں بلکہ توحید کی تائید ہے، کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی سنانے والے ہیں۔

۷...... صحابہ اور تابعین کا مذہب بھی یہی ہے کہ قریب سے سنتے ہیں اور بعید سے فرشتے پہچانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ دو شخص آنحضور ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے آواز بلند کر رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا اور پوچھا: کہاں کے ہو، کہنے لگے: طائف کے، فرمایا: اگر اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں سزا دیتا، جب کوئی شخص دیوار میں کیل لگاتا تو حضرت عائشہ فرماتیں کہ آپ کیوں آنحضور ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں؟

۸...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرنا غلط ہے۔ نیز یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کمافی جذب القلوب۔

۹...... انبیاء کے اجساد کی حفاظت کی حدیث صحیح ہے، حافظ ابن حجر، قاضی شوکانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

۱۰...... استشفاع بمعنی توسّل جائز ہے۔

۱۱...... ''قبر'' اس گڑھے کا نام ہے جس میں مردہ دفن ہو، اسی پر تخفیف عذاب کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاخیں رکھی ہیں۔

جس شخص کے یہ عقائد ہوں ان کے پیچھے مبتدع ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ ہے کمافی الشامی والدر المختار۔ فقط واللہ اعلم! کتبہ رضاء الحق عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مہر...... ودستخط مفتی ولی حسن

رئیس دارالافتاء جامعۃ العلوم علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

جامعہ خیر المدارس ملتان

(حوالہ نمبر ۶۴ / ۷۷۷، مورخہ ۲۷ ربیع الاوّل ۱۴۰۷ھ)

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین دریں مسئلہ کہ:

یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک علیین میں ہے، آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو ثواب ملتا ہے لیکن آپ سنتے نہیں۔ یہ کیسا ہے اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کیسی ہے؟ بینوا توجروا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں حیات ہیں، اس پر تمام اہلسنت والجماعت کا اجماع ہے۔ مذکورہ شخص بدعتی ہے، امامت کے لائق نہیں۔ مراقی میں ہے: ''وكره امامة الفاسق والمبتدع بارتكابه ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة أو استحسان'' (ص ۱۶۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (مسلم) نماز بلا حیات کیسے ہوئی؟ آپ کی حیات پر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں۔ فقط واللہ اعلم! بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ...... ۲۷ ربیع الاوّل ۱۴۰۷ھ

جامعہ اشرفیہ لاہور

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں:

مسئلہ نمبر ۱: ایک شخص ہے جو ہر اس آدمی کو کافر کہتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی علیہ السلام عند القبر صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں، اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

مسئلہ نمبر ۲: ایک شخص مشرک کی نماز جنازہ پڑھانے سے اجتناب نہیں کرتا، اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟
مسئلہ نمبر ۳: ایک شخص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے اور بُرا جانتا ہے، اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟
نوٹ: ان تمام سوالات کا جواب مفصل طور پر تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور صاف لکھیں کہ نماز حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہے؟

فقط والسلام
العبد لاشئ حافظ محمد یوسف بقلم خود عفا اللہ عنہ

الجواب واللہ الموفق للصواب

۱...... سماع انبیاء علیہم السلام احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور تمام اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اگر ان متواترہ احادیث کا انکار کرے تو کافر ہے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں حرام ہے اور اگر ان میں کوئی ایسی تاویل کرتا ہے جو لغتہً صحیح اور شرعاً غیر صحیح ہے تو فاسق ہے، اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور وہ لوگ جن کو اچھا اور صحیح عقیدہ کا امام مل سکتا ہو وہ بھی اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہے اور جن کو یہ دونوں صورتیں حاصل نہ ہوں تو ان کی نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۷۴۴ میں ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''من صلی علی عند قبری سمعتہ الخ ای سماعاً حقیقیاً بلا واسطۃ''

نیز علی قاری رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں: ''واعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر مایتألم ویتلذذ'' (شرح فقہ اکبر ص ۸۰، حاشیہ مواقف ج ۸ ص ۳۱۷)

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن وشبہ نیست'' (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۹۳)

(فاقول) ''حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علماً قطعیاً لماقام عندنا من الادلۃ فی ذالک وتوارث بہ الاخبار'' (حاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۴۷، عالمگیری ج ۱ ص ۲۶۵، مراقی الفلاح ص ۴۴۷)

۲...... جب تک کسی کا شرک قطعی دلائل سے ثابت نہ ہو اس کو مشرک کہنا درست نہیں اور اگر اس کا شرک قطعی دلائل سے ثابت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھانا معصیت وگناہ ہے، جب تک توبہ نہ کرے اور ٹھیک نہ ہو جائے اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

۳...... اسی طرح جو شخص سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ بھی فاسق ہے، اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ومن سب اصحابا فسق (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۹۵)

فقط واللہ اعلم بالصواب!
کتبہ شیر محمد علوی
خادم دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ...... ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

''الجواب صحیح'' جمیل احمد تھانوی ...... مہر: مرکز علوم اسلامیہ جامعہ اشرفیہ رجسٹرڈ لاہور ۱۳۶۶ھ

دارالعلوم کبیروالا ضلع خانیوال

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عام موتی کا ثواب وعذاب قبر میں نہیں مانتا بلکہ صرف روح پر تسلیم کرتا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کے جسد مبارک کو روضہ اطہر میں بے حس وشعور خیال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر حضور پاک ﷺ کے روضہ پاک پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو اس کو آنحضرت ﷺ نہیں سنتے۔ کیا ایسے عقیدے والا شخص اہلسنت والجماعت سے خارج ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے، ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں۔ معتزلہ وروافض کا عقیدہ ہے کہ راحت وعذاب قبر فقط روح پر ہے۔ فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۵ میں ہے: ”ذهب ابن حزم وابن هبيرة إلى أن السؤال يقع على الروح فقط من غير عود إلى الجسد وخالفهم الجمهور فقالوا تعاد الروح إلى الجسد أو بعضه كما ثبت في الحديث ولو كان على الروح فقط لم يكن للبدن بذلك اختصاص“

۱...... امام نووی ؒ (شرح صحیح مسلم ص ۳۸۶ ج ۴) میں فرماتے ہیں: ”ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعينه أو بعضه بعد اعادة الروح إليه أو إلى جزء منه“

۲...... ملا علی قاری ؒ (مرقاۃ ج ۲ ص ۲۵) میں فرماتے ہیں: ”فتعاد روحه الى جسده ظاهر الحديث أن عود الروح إلى جميع أجزاء بدنه فلا التفات إلى قول البعض بأن العود إنما يكون إلى البعض“

۳...... ابن تیمیہ ؒ حرانی حنبلی (شرح حدیث النزول ص ۸۸) پر فرماتے ہیں: ”سَائِرُ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ تَدُلُّ عَلَى عَوْدِ الرُّوحِ إِلَى الْبَدَنِ“

۴...... ابن قیم جوزی حنبلی ؒ (کتاب الروح ص ۵۱) فرماتے ہیں: ”بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعا باتفاق أهل السنة والجماعة“

۵...... (تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۱) میں ہے: ”والجمهور على عود الروح إلى الجسد أو بعضه وقت السؤال لا يحس به أهل الدنيا الى ان قال: أجرى الله سبحانه عادته بتمكينها من السمع وخلقه لها عند زيارة القبر الى ان قال: وهذا الوجه هو الذي يترجح عندي“

۶...... (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۲) میں ہے: ”اعادة الروح الى العبد فى قبره حق۔ اعلم ان اهل الحق اتفقوا على ان الله تعالىٰ يخلق فى الميت نوع حيوة فى القبر قدر مايتألم ويتلذذ“

۷...... (نبراس ص ۳۲۲) میں ہے: ”ان الاحاديث الصحيحة ناطقة بان الروح يعاد الى الجسد عند السوال“

۸...... ابوبکر جصاص رازی حنفی ؒ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۸، مصری) میں فرماتے ہیں: ”وإذا جاز أن يكون المؤمنون قد أحيوا في قبورهم قبل يوم القيامة وهم منعمون فيها جاز أن يحيي الكفار في قبورهم فيعذبوا“

۹...... علامہ صدر الدین علی ابن محمد ازدی حنفی ؒ (شرح عقیدہ الطحاوی ص ۳۳۰ طبع مکہ مکرمہ) رقمطراز ہیں: ”وكذلك عذاب القبر يكون للنفس والبدن جميعا باتفاق اهل السنة والجماعة“

۱۰...... (شامی ج ۳ ص ۲۰۱) میں ہے: ''ولا يرد تعذيب الميت في قبره لأنه توضع فيه الحياة عند العامة بقدر الحس بالألم'' تلك عشرة كاملة!

اس طرح آنحضرت ﷺ کی حیات جسمانی پر جمیع صحابہ کبار رضی اللہ عنہم، ائمہ اربعہ رحمہم اللہ، جمیع حضرات محدثین ومفسرین وجمیع علماء اُمت رحمہم اللہ کا اتفاق ہے، یہ بھی اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

(فتح الباری ص ۳۴۲) میں ہے: ''وقد جمع البيهقي كتابا لطيفا في حياة الأنبياء في قبورهم أورد فيه حديث أنس الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون أخرجه من طريق يحيى بن أبي كثير وهو من رجال الصحيح عن المستلم بن سعيد وقد وثقه أحمد وابن حبان عن الحجاج الأسود وهو ابن أبي زياد البصري وقد وثقه أحمد وابن معين عن ثابت عنه''

آگے بہت سے شواہد نقل فرمائے۔

۱...... (علامہ عینی ج ۱۶ ص ۱۸۵) میں لکھتے ہیں: ''إنهم (ای الأنبياء) لا يموتون في قبورهم بل هم أحياء وأما سائر الخلق فإنهم يموتون في القبور......حياة وموتا فلا بد من ذوق الموتتين لكل أحد غير الأنبياء''

۲...... ملا علی قاری رحمہ اللہ (مرقات ج ۵ ص ۲۶۳) میں فرماتے ہیں: ''فدل على أن الأنبياء أحياء حقيقة ويريدون أن يتقربوا إلى الله في عالم البرزخ من غير تكليفهم كما أنهم يتقربون إلى الله بالصلاة في قبورهم''

۳...... (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۰۷) میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: ''وقال العلماء: يكره رفع الصوت عند قبره، كما كان يكره في حياته، لأنه موجود في قبره دائما''

۴...... (روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۲) میں ہے: ''فحصل من مجموع هذا الكلام النقول والأحاديث أن النبي حي بجسده وروحه وأنه يتصرف ويسير حيث شاء في أقطار الأرض وهو بهيئته التي كان عليها قبل وفاته لم يتبدل منه شيء''

۵...... امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (انباء الاذکیاء ص ۲) پر لکھتے ہیں: ''حياة النبي ﷺ في قبره هو وسائر الأنبياء معلومة عندنا علماً قطعياً لما قام عندنا من الأدلة في ذلك وتواترت به الأخبار الدالة على ذالک''

۶...... (اوجز المسالک ج ۶ ص ۴۸۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قلت: او لانهم احياء فی قبورهم فالاموال باق علی ملكهم''

۷...... آگے علامہ مناوی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی نقل فرمایا ہے، پھر یہ لکھا ہے: ''فقال ابن عابدين فی رسائله: و اما عدم موت المورث بناء علی ان الانبياء علیہم السلام احياء فی قبورهم''

۸...... پھر آگے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا عقیدہ بھی یہی نقل فرمایا بحوالہ الکوکب الدری۔

۹...... علامہ سخاوی رحمہ اللہ (القول البدیع ص ۱۲۵) میں رقمطراز ہیں: ''نحن نصدق بانه ﷺ حی يرزق فی قبره وان جسده الشريف لا تاكله الارض والاجماع علی هذا''

۱۰...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷) میں فرماتے ہیں: ''حیات جسمانی انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین متفق علیہ است میاں علماء امت و ہیچ کس را در آں اختلاف نیست''

تلک عشرة كاملة!

یہ دس دس حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں، ویسے تو بہت سا ذخیرہ احادیث و تفاسیر میں موجود ہے۔ ان دلائل کی رو سے جو شخص بھی عذاب و راحت فقط روح پر مانتا ہو اور آنحضرت ﷺ کی حیات جسمانی کا قائل نہ ہو وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، بدعتی اور گمراہ ہے، ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم! منظور الحق عفی عنہ

''الجواب صحیح'' علی محمد عفی عنہ مہتمم دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ۵/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

روح مبارک کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق اہل السنت میں متفق علیہ ہے، اس تعلق کی کیفیت میں اہلسنت کے اقوال مختلف ہیں۔ لہٰذا کیفیت کی تعیین میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ فقط

عبدالقادر عفی عنہ مدرس دارالعلوم کبیر والا ...... ۵/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

''الجواب صحیح'' محمد شریف کشمیری شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان

حضور پاک ﷺ کی زندگی قبر شریف میں جسد مبارک کے ساتھ ثابت ہے اور اس کا منکر اہلسنت والجماعت سے خارج ہے۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

جواب درست ہے، اللہ تعالیٰ احقاق حق کی سعی منظور فرماویں۔

العبد الفقیر محمد انور عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان ...... ۶/ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ

(منقول از خیر الفتاوٰی ج ۱ ص ۱۸۱، ۱۸۴)

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

پہلا فتویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسائل و عقائد مندرجہ ذیل:

۱...... زید کہتا ہے کہ عقائد کے باب میں قرآن مجید کی تشریح جو رسول اللہ ﷺ کریں وہی قابل عمل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے ید (ہاتھ) وجہ (منہ) ساق (پنڈلی) وغیرہ کا ذکر ہے مگر خدا تعالیٰ کی ذات جسمیت سے منزہ ہے اور عمرو کہتا ہے کہ باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ ﴿كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ اس مسئلہ میں اہلسنت والجماعت کے مخالف کون ہے؟

۲...... زید کہتا ہے کہ جن صحیح حدیثوں میں سماع موتی کا ذکر آگیا ہے، ہمیں اس حد تک سماع الموتی کا قائل ہونا چاہئے اور اس کو سماع الموتی فی الجملہ کہتے ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ سماع الموتی کی سب حدیثیں موضوع ہیں اگرچہ بخاری و مسلم میں ہوں۔ اس مسئلہ میں غلطی پر کون ہے؟

۳...... حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تفسیر جواہر القرآن ج ۱ ص ۱۹/ابتداء سورۃ البقرہ میں فرماتے ہیں کہ اُمت کے صلوٰۃ و سلام کا حضور علیہ السلام کو پہنچنا اس کا منکر بدعتی ہے۔ اب سوال طلب یہ امر ہے کہ پہنچنے کا کیا

مطلب ہے؟ اور اس کا منکر بدعتی کیوں ہے؟ یا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلط لکھا ہے۔

۴...... انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد عند القبور صلوٰۃ وسلام سُنتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ حدیثوں سے ثابت ہے اور تمام علماء دیوبند اس کے قائل تھے، عمرو کہتا ہے: ایسا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے اور صلوٰۃ وسلام کے سماع کی سب حدیثیں موضوع و ناقابل عمل ہیں۔ اس مسئلہ میں حق پر کون ہے؟

۵...... زید کہتا ہے کہ حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ''زبدۃ المناسک'' میں استشفاع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بتلاتے ہیں، اسی طرح عند قبر الشیخین رضی اللہ عنہما۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے اور شرک کی تعلیم ہے اور بریلویوں سے بھی ایک قدم شرک میں آگے ہے، اس مسئلہ میں جھوٹا کون ہے؟

۶...... زید کہتا ہے: جہاں انسان کا جسم عنصری ہو، اس کو وہاں عذاب ہوگا اور یہ عذاب روح مع الجسد ہوتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور جہاں روح ہوگا وہی قبر ہوگی، یہ قبر مراد نہیں ہے۔ ان میں سچا کون اور جھوٹا کون ہے؟ بینوا توجروا عند اللہ العظیم!　　　المستفتی: حافظ عبدالکریم

مسلم دندان ساز کمشنری بازار شہر ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب الموافق للصواب:

۱...... زید کی بات درست ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مطابق ہے اور عمرو کا قول غلط ہے اور اہلسنت والجماعت کے قول کے مخالف ہے اور استدلال بھی اس کا صحیح نہیں ہے۔ اس کی جانب سے پیش کردہ آیت اس کے دعوٰی سے تعلق نہیں رکھتی، کمالا یخفی علی ذوی الفہم!

۲...... سماع کا مسئلہ صدر اوّل سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے، زید نے جو قول اختیار کیا ہے یہی قائلین سماع موتی کا قول ہے اور جو نافی ہیں وہ ان روایات میں تاویل کرتے ہیں جو بظاہر مثبت سماع کی ہیں، عمرو نے جو سب روایات کو موضوع کہہ دیا ہے یہ نیا قول ہے، سلف میں کسی نے ایسا نہیں کہا ہے۔ مسئلہ سماع موتی میں اختلاف ضرور ہے مگر اس کی ہر مثبت روایت کو موضوع کہہ دینا نئی بات ہے۔

۳...... عالم مسلّم اور مشہور بات ہے کہ دور سے درود شریف بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جاتا ہے اور قریب سے آپ خود سُنتے ہیں جیسے روایت حدیث میں آیا ہے اور یہ مسلک اہلسنت والجماعت کا ہے، اس میں ان کا اختلاف معلوم نہیں اس لئے اس کا منکر بدعتی ہے۔

۴...... زید حق پر ہے۔

۵...... عمرو جھوٹا ہے۔

۶...... اس میں زید کا قول اہل السنت والجماعت کی اکثریت کا قول ہے اور عمرو کا قول بھی عذاب کی کیفیت میں کتب علم کلام میں منقول ہے مگر حق زید کا قول ہی ہے۔

ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!　　　۱۱ر جمادی الثانیہ ۱۴۰۱ھ

عبدالرشید ...... مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

''الجواب صحیح''　　　بندہ محمد عیسیٰ عفی عنہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

۲۳ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

دوسرا فتویٰ

استفتاء: حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب السلام علیکم!

ہمارے ہاں ایک مولوی احمد سعید خان صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف پر پڑھا ہوا درود شریف صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں وہ کافر ہے، وہ مولوی صاحب اپنے آپ کو آپ کی جماعت کا بتاتا ہے، دیوبندی لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنا عقیدہ اور اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ظاہر فرما کر ہم پر کرم نوازی فرمائیں تاکہ عام مسلمانوں کی رہبری ہو سکے۔ نیاز مندِ علماء

احقر عبدالقادر خان عباسی احمد پور شرقیہ سابق ریاست بہاول پور

الجواب وھوالموفق للصواب: کتب فقہ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ عند القبر بذات خود آنحضرت ﷺ درود وسلام سنتے ہیں، سلف اہلسنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے، ایسے عقیدے والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے، العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!

عبدالرشید ...... مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲ صفر ۱۳۹۶ھ

"الجواب صحیح" لاشئی غلام اللہ

"جواب درست ہے" ناکارہ خلائق غلام ربانی (بحوالہ خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۷)

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

استفتاء: محترم ومکرم جناب مفتی صاحب (دامت برکاتکم)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گزارش ہے کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ نے راولپنڈی میں جو فیصلہ فرمایا تھا، جس پر فریقین کے دستخط بھی ہیں کہ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے، اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں، اس فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کوئی شخص اس عقیدہ کو نہ مانے تو کیا وہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہو جائے گا؟ کیا ایسے شخص کو گمراہ کہنا صحیح ہے؟ اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا! السائل ...... ابواحمد نور محمد تونسوی

خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بصورت مسئولہ حکیم الامت قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کا یہ فیصلہ شرعاً کتاب وسنت کے موافق ہے اور قرآن وسنت سے ثابت ہے اور تمام اہل السنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح تمام دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اجساد عنصریہ مبارکہ کے ساتھ قبروں میں حیات ہیں، علماء دیوبند جو خالص اہلسنت والجماعت ہیں اور اس صدی میں اہل السنت کے سب سے بڑے ترجمان ہیں۔

اس لئے قدرتی طور پر اس بات میں بزرگان دیوبند کا وہی عقیدہ ہے جو جمہور حضرات کا ہے اور اسی عقیدے کو سلف صالحین کی تائید بھی حاصل ہے اور مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند ایسے شخص کو اہلسنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہلسنت والجماعت سے خارج ہے اور ایسے شخص کی امامت کے بارے میں جو کہ بلا تاویل حیات النبی ﷺ کا منکر ہو وہ بدعتی ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ویکرہ امامۃ مبتدع ای صاحب بدعۃ'' (الدر المختار ج ۱ ص ۸۳)

اور علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں: بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۱۱۸ (ماخوذ خیر الفتاویٰ اور مزید تفصیل بھی اس میں موجود ہے) فقط واللہ اعلم!

کتبہ: شکور احمد غفرلہ

المتخصص: فی الفقہ دار الافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

''الجواب صحیح'' محمد عبد السلام عفا اللہ عنہ

مہر: رئیس دار الافتاء ...... مہر: دار الافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

۳۰ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۰ ر مارچ ۱۹۹۷ء

جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمہور اہل السنّت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور اسی طرح دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں اور نماز ودیگر عبادات میں مشغول ہیں۔ مسئلہ کے آخری حل اور تصفیہ کے لئے ۱۸ رمحرم الحرام ۱۳۸۲ھ بمطابق ۲۲ رجولائی ۱۹۶۲ء کو راولپنڈی میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی زیر سرپرستی فریقین کے ذمہ دار حضرات نے سوال میں درج عبارت پر دستخط فرمائے۔ اس صاف وصریح عبارت پر اقراری دستخط کے باوجود اصل اور اجماعی مسئلہ سے انحراف جہاں امانت ودیانت کی دنیا میں حیران کن ہے، وہاں باعث صد افسوس بھی ہے۔

حیات النبی ﷺ کے عقیدہ کا انکار کرنے والا اہلسنّت والجماعت سے خارج ہے یا نہیں؟ اس کے لئے خیر الفتاویٰ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مفتی سید مہدی حسن صاحب (سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند) ایسے شخص کو اہل السنّت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس باب (حیات الانبیاء) میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے وہ بدعتی اور اہل السنّت والجماعت سے خارج ہے۔ اس فتویٰ پر دیگر بہت سے مفتیان کرام کے دستخط موجود ہیں (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۴ ر مطبع یسیر) اور منکرین حیات النبی ﷺ اس مسئلہ میں غلطی پر ہیں اور چونکہ یہ ایک اجماعی عقیدہ ہے۔

لہٰذا اس کے منکر کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!
العبد عمر فاروق غفراللہ ...... معلم جامعہ فاروقیہ کراچی
"الجواب صحیح" عبدالحمید ربانی
مہر: دارالافتاء جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی یکم رذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(سائل حضرت مولانا نور محمد تونسوی زیدہ مجدہ نے کراچی کا فتویٰ بھی سوال کے ساتھ بھیجا تھا، اس لئے جواب میں اس کی بابت بھی کچھ گفتگو کی گئی ہے)

کراچی کے فتویٰ میں اجمال ہے، تفصیل ہونی چاہئے تھی کہ سوال میں مذکورہ تفصیل پر ایمان لانا مومن ہونے کے لئے تو ضروری نہیں ہے البتہ سنی ہونے کے لئے ضروری ہے کیونکہ عام اہلسنت والجماعت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام قبروں میں اجساد عنصریہ کے ساتھ حیات ہیں، جو شخص انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی جسمانی حیات کا قائل نہیں وہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔ اس کی تفصیل خیر الفتاویٰ صفحہ ۹۴، ۱۲۹، ۱۸۱ تا صفحہ ۱۸۹ میں موجود ہے۔

نیز سوال میں ذکر کی گئی عبارت کہ: "وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں" حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی تحریر فرمودہ ہے اور قاری صاحب رحمہ اللہ کی زیر سرپرستی فریقین کے ذمہ داروں نے اس پر دستخط کئے تھے اور یہ عبارت دیگر دلائل کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے ایک دستی فتویٰ (جو خیر الفتاویٰ میں چھپا ہوا ہے) میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس کی ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!
بندہ عبدالستار مہر: دارالافتاء ورئیس دارالافتاء

جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات اکابر سے جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہی ہے کہ (سوال میں) مندرجہ بالا تحقیق سے منحرف ہونے والا شخص اہل السنت والجماعت سے خارج اور معتزلی العقیدہ ہے، اسی پر اجماع منقول ہے اور اجماع کا منکر گمراہ ہے، ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ مزید تحقیق دوسرے مفتیان کرام سے معلوم کی جا سکتی ہے۔
فقط واللہ اعلم حررہ منظور احمد مفتی جامعہ قاسم العلوم ...... مہر: مفتی صاحب ودارالافتاء

جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاول نگر

بسم اللہ العلیم والصلوٰۃ علی رسولہ الکریم

الجواب بتوفیق العلام الوہاب: چونکہ اہل السنت والجماعت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ کا اس مسئلہ میں اجماع واتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بہ تعلق روح باجسام اطہار حیات حاصل ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات اور جذب القلوب میں اس پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس رادروے خلافے نیست الخ، اور جذب القلوب میں فرماتے ہیں: ''بدانکہ درحیات انبیاء علیہم السلام وثبوت ایں صفت مرایشاں راوترتب وآثار واحکام آں ہیچ کس راازعلماء خلاف نیست الخ'' (احسن الفتاوٰی ج۱ ص ۱۷۲)

پس ظاہر ہوا کہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام تمام اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اس عقیدہ کا منکر ہوگا وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہوگا اور اگر حق کو اہلسنت والجماعت کے ساتھ خاص سمجھتا ہے تو ظاہر ہے ان کے عقیدہ کا منکر حق پر نہ ہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم، امامت کا مسئلہ اس سے معلوم ہو گیا۔

کتبہ احقر الواریٰ عبداللطیف ...... جامعہ قاسم العلوم فقیر والی

مہر: دارالافتاء قاسم العلوم فقیر والی

مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن مسجد گنبد والی جہلم

نحمدہ العظیم ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین فانھم کانوا علی ھدی المستقیم

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب موصوف کے مع تمہید میں ضروری اضافہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ج ۲۳ ش ۶ بابت ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۱ تا ۱۷ ار میں شائع ہوا۔ اس تحریر کی ابتداء یوں ہے: ''امابعد برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور ومعروف ہے اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے، علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی پاک قبروں میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی روح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا، وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!''

علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثتاً پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی چلا آرہا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل جوابی فتویٰ بنام ''المہند علی المفند'' مرتب فرما کر حرمین کے پاس ارسال فرمایا، جس میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں علماء دیوبند کا نقطہ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا...... یہ مسئلہ (اثبات حیات انبیاء) بطرز مذکورہ سلف سے لے کر خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلمہ اور متفق علیہ رہا ہے اور تمام علماء دیوبند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی منحرف نہیں ہے...... آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں حلقوں نے احقر کی پیش کردہ قدر مشترک کے عنوان کو قبول کر لیا اور اس قدر مشترک تحریری یادداشت پر جو احقر نے اپنے دستخط سے پیش کی، فریقین نے دستخط فرما دیئے۔ اس یادداشت کا متن ملاحظہ حسب ذیل ہے:

عامہ مسلمین کو فتنہ نزاع وجدال سے بچانے کے لئے مناسب ہوگا کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہر دوفریق کے ذمہ دار حضرات عبارت ذیل پر دستخط فرمائیں۔ یہ (عنوان) مسئلہ کا قدر مشترک ہوگا، ضرورت پڑنے پر

اس کو عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے گا، تفصیلات پر زور نہ دیا جائے۔ عبارت حسب ذیل ہے: ''وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔'' احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲/جون ۱۹۶۲ء

جب اثبات مسئلہ حیات النبی ﷺ جمہور علماء دیوبند کا اجماعی مسئلہ ہے اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی عقیدہ ہے اور حضرات علماء دیوبند کا یہی مسلک ہے تو اس کا ماننا ضروری ہے، انکار کرنے والے کو گمراہ کہہ سکتے ہیں، لائق امامت نہیں، اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی مہدی حسن صاحب نے ۱۳/ جمادی الاول ۱۳۷۶ھ کو ایک استفتاء کے جواب میں یہ الفاظ لکھے ہیں: جو اس کے (اثبات مسئلہ حیات النبی ﷺ کے) خلاف کہتا ہے وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے...... الخ! (مقالہ حیات ص ۲۶۷)

نوٹ: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کی یہ تحریر (خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۴۴۳ تا ۴۴۴) کے حوالہ سے ماہنامہ حق چاریار ج ۱۰، ش ۴، بابت ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق اپریل ۱۹۹۷ء زیر عنوان ''مالکی قادری بھائی بھائی'' قسط نمبر ۱۳ کے ضمن میں ص ۲۲ تا ۲۶ میں شائع ہوا ہے۔

فقط خادم اہلسنت والجماعت محمد شریف عابد بقلم خود

مفتی جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جامع مسجد گنبد والی جہلم شہر

دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

مبسملاً و محمد لاً و مصلیاً

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون''

(مسند ابو یعلیٰ ج ۶ ص ۱۴۷)

اگر برزخ ہی کی زندگی مراد ہوتی آپ یوں فرماتے: احیاء فی البرزخ، معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں بہ تعلق روح زندہ ہیں اور اس پر اہل السنت والجماعت کا اجماع ہے، کذا فی الفتاوٰی رشیدیہ ص ۳۴ اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اہلسنت والجماعت سے خروج ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب تسکین الصدور، مقام حیات، حیات انبیاء کرام علیہم السلام۔ فقط واللہ اعلم بالصواب! کتبہ شیر محمد عفی عنہ

خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ۵/رجب ۱۴۱۷ھ

مہر: دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام اہل السنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی شہداء کی زندگی سے بھی اعلیٰ وارفع ہے اور جو شخص حیات الانبیاء علیہم السلام کا قائل نہیں ہے وہ اہلسنت

والجماعت سے خارج ہے۔ لہٰذا مذکورہ فی السوال امور کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راولپنڈی میں جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی شرعاً درست ہے اور جو شخص حیات الانبیاء علیہم السلام کا قائل نہیں ہے وہ گمراہ ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اب حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے اثبات پر چند دلائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱...... حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ''اعلاء السنن'' میں مسئلہ زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنا مندوب ہے۔ اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ: ''احتج القائلون بانها مندوبة لقوله تعالى: ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ ﴾ وجه الاستدلال بها انه صلی اللہ علیہ وسلم حي في قبره بعد موته كما في الحديث: الانبياء احياء في قبورهم'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۴۹۴)

اس سے معلوم ہوا کہ جمہور اہل علم کے ہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قرآن مجید کی مذکورہ آیت سے ثابت ہے۔

۲...... حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: ''فقال اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الاَرْضِ اَجسَادَ الْاَنبِيَاءِ'' (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰)

۳...... حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ کلمات ہیں: ''اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجسَادَ الْاَنبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ'' (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۹)

۴...... عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''من صلى عليَّ عند قبري سمعته ومن صلى عليَّ نائيا ابلغته'' (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۷)

۵...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''وصلوا عليَّ فان صلوٰتكم تبلغني حيث كنتم'' (رواہ ابوداؤد بحوالہ فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۵۲)

مذکورہ بالا آیت و روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو رہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی اپنی قبور میں حیات حاصل ہے اور ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ اگر چہ اس بارے میں احادیث و روایات درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں لیکن ان کو طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیا گیا اور حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اجماع امت بھی ہے۔

۱...... چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''حیات متفق علیہ است ہیچ کس را درو ے خلافے نیست'' (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳ بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۳۵)

۲...... حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ تمام اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگر چہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی، لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے ملاحظہ ہو۔ (حیات نبوی ص ۲ بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۳۹)

اب حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اکابرین کے چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں:

۱...... امام استاذ ابو منصور طاہر الشافعی المتوفی ۴۲۹ھ فرماتے ہیں: ''قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا صلی اللہ علیہ وسلم حي بعد وفاته'' (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۴۹۴)

۲...... علماء دیوبند کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد کی کتاب ''المہند علی المفند'' مصنفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کی اس عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیں: ''السوال الخامس: ما قولکم فی حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ الشریف هل ذلک امر مخصوص به ام مثل سائر المسلمین رحمهم اللہ حیوۃ برزخیة؟

الجواب: ''عندنا و عند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ ﷺ حی فی قبرہ الشریف و حیوته ﷺ دنیویة من غیر تکلیف و هی مختصة به و بجمیع الانبیاء صلوات اللہ علیهم و الشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المومنین'' (المہند علی المفند ص ۱۳)

۳...... حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''و دلت النصوص الصحیحة علی حیات الانبیاء علیہم السلام'' (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۵)

۴...... حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۷۷ھ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی اور از قبیل دنیوی بلکہ بہت وجوہ سے قوی تر ہے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۱۳۰)

۵...... اور غیر مقلدین کے ''شیخ الکل فی الکل'' مولانا سید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی المتوفی ۱۳۲۰ھ لکھتے ہیں کہ اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں، خصوصاً آنحضرت ﷺ کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دُور سے پہنچایا جاتا ہوں۔ (فتاوٰی نذیریہ ج ۲ ص ۵۵ بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۴۳)

۶...... علماء نجد جو لوگوں میں وہابی کے نام سے مشہور ہیں، اپنے عقائد کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ حیات الانبیاء کے بارے میں ہمارا عقیدہ اسلاف امت کے عقیدہ سے متفق ہے دیکھئے۔

(الدرر السنیہ فی الاجوبۃ النجدیہ ج ۱ ص ۲۶۰ طبع مصر)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حیات الانبیاء علیہم السلام قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے، اس کے بارے میں کسی بھی اہل السنت والجماعت کے فرد کا خواہ وہ مقلد یا غیر مقلد کوئی اختلاف نہیں ہے، اسی لئے شیخ التفسیر والحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل السنت والجماعت کا آپ کے سماع عند القبر پر اتفاق ہے، کوئی اس کا مخالف نہیں گزرا اور کتب اہل اسلام میں اس کے خلاف ایک صریح حوالہ موجود نہیں ہے۔

من ادعی خلافه فعلیه البیان (تسکین الصدور ۱۸۷)

واللہ اعلم! عبدالرؤف عفی عنہ مدرس دارالعلوم کبیر والا

۶ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

''الجواب صواب'' عبدالقادر عفی عنہ

مہر: دارالافتاء دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

باسم ملهم الصواب

انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے، جمہور علماء امت کا یہی عقیدہ ہے

حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں بجسدہ موجود ہیں اور حیات ہیں، قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر جو شخص سلام عرض کرتا ہے یا درود شریف پڑھتا ہے آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ضروریات مذہب اہل سنت میں سے ہے، جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الموت کا منکر ہے وہ گمراہ ہے یا بدعتی ہے، غلط عقیدہ والا ہے، ضال اور مضل ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب!

حررہ ظفر اقبال مفتی جامعہ الاسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

۱۹/ ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ

مہر: دارالافتاء جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ حیات الانبیاء کرام علیہم السلام وشہداء عظام کے متعلق صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی نہیں ہے کہ وہ برزخ میں زندہ ہیں بلکہ اہل السنّت والجماعت اور اہل حق کے عقیدہ کے مطابق یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ قبر (برزخ) میں روح کے تعلق سے ان حضرات کو حیات حاصل ہے۔ اس کی تصریح علماء عقائد نے کی ہے، صرف روح یا صرف بدن کی حیات بغیر تعلق روح کا عقیدہ جمہور اہلسنّت کے خلاف معتزلہ وغیرہ کی شاخ صالحیہ اور کرامیہ اور روافض کا عقیدہ ہے، اسی قبر میں عذاب وثواب کے عقیدہ میں اہلسنّت اور معتزلہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا، اہلسنّت واہل حق کا مذہب یہی ہے کہ میت کو قبر میں اعادہ روح کے ساتھ حیات حاصل ہوتی ہے اور بدن وروح کے مجموعہ پر عذاب وثواب ہوتا ہے، بدن پر بغیر روح کے عذاب وثواب اہل سنت کے نزدیک غیر معقول ہے کیونکہ روح کے بغیر بدن جماد محض ہے اسمیں حیات نہیں ہے اور حیات کے بغیر جماد میں الم اور لذت کا احساس غیر متصور ہے جیسا کہ علامہ خیالی وعلامہ عبدالحکیم نے اس کی تصریح کی ہے۔ عقائد اہلسنت کی درسی کتاب ''الخیالی'' کے مشہور محشی علامہ ایوبی اس مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''اعلم ان المذاهب في هذا المقام ثلاثة: الاول الميت حي في قبره فيعذب وهذا هو مذهب اهل السنة والحق، والثاني انه جماد لايعذب ولا يدرك العذاب هذا هو مذهب جمهور المعتزلة والروافض، والثالث انه جماد يعذب وهذا هو مذهب الصالحية من المعتزلة ومذهب ابن جرير'' (الخیالی ص ۱۱۸)

اور علامہ نووی شارح مسلم وغیرہ نے اعادہ روح کی تصریح کی ہے اور بغیر روح کے تعذیب کو فاسد کہا ہے۔ چنانچہ علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں: ''ثم المعذب عند أهل السنة الجسد بعينه أو بعضه بعد اعادة الروح إليه أو إلى جزء منه وخالف فيه محمد بن جرير وعبد الله بن كرام وطائفة فقالوا لايشترط إعادة الروح قال أصحابنا هذا فاسد لأن الألم والاحساس إنما يكون في الحي الخ'' (شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۵)

علامہ علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ الفاظ حدیث: فيعاد روحه في جسده کی شرح میں فرماتے ہیں: ''ظاهر الحديث أن عود الروح إلى جميع أجزاء بدنه فلا التفات إلى قول البعض بأن العود إنما يكون إلى البعض ولا إلى قول ابن حجر إلى نصفه فإنه لا يصح أن يقال من قبل العقل بل يحتاج إلى صحة النقل'' (مرقاۃ ج ۴ ص ۲۵)

امام ابوبکر الجصاص الرازی الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں: ''وإذا جاز أن يكون المؤمنون قد أحيوا في قبورهم قبل يوم القيامة وهم منعمون فيها جاز أن يحيا الكفار في قبورهم فليعذبوا'' (احکام القرآن ج ۱ ص ۵۸)

علامہ سید محمود الحنفی آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں: ''وتحقيقه في شرح الشمائل للعلامة ابن حجر ثم اعلم أن اتصال الروح بالبدن لا يختص بجزء دون جزء بل هي متصلة مشرقة على سائر أجزائه وإن تفرقت وكان جزء بالمشرق وجزء بالمغرب ولعل هذا الإشراق على الأجزاء الأصلية لأنها التي يقوم بها الإنسان من قبره يوم القيامة على ما اختاره جمع'' (تفسیر روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۶۳)

ان عبارات سے واضح ہے کہ مردوں کو قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے اور یہ زندگی ان کی ارواح کو ان کے اجسام کی طرف لوٹا کر حاصل ہوتی ہے، یہی مذہب اہل حق اہلسنّت والجماعت کا ہے، اس کا انکار معتزلہ وغیرہ اہل باطل نے کیا ہے، جو شخص بھی عذاب قبر کا قائل ہو اس کو احیاء موتی فی القبر بتعلق روح کا قائل ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ احیاء فی القبر کے قائل ہوئے بغیر عذاب قبر کا اقرار کرنا حقیقت میں اس کا انکار کرنا ہے اور بغیر تعلق روح کے حیات کا قول درحقیقت انکار حیات ہے۔ کما مر مفصلاً!

تو اب جو شخص بغیر تعلق روح کے قبر کی حیات کا قائل ہے اور مجمل طریقہ پر قبر کی حیات کا قائل ہے وہ مذہب حق اور مذہب اہلسنّت کے مختار مذہب کے خلاف کا قائل ہے کیونکہ حیات کے بغیر عذاب وثواب کے کوئی معنی نہیں اور بغیر تعلق روح کے حیات کے کوئی معنی نہیں، اسی لئے سلف امت میں احیاء موتی کے اندر کوئی اختلاف نہیں تھا اور ''عذاب القبر حق'' اہلسنّت کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ شرح مواقف میں ہے: ''احياء الموتى في قبورهم ومسئلة منكر نكير وعذاب القبر للكافر والفاسق كلها حق عندنا اتفق عليه سلف الامة قبل ظهور الخلاف واتفق عليه الاكثر بعده''

اور موافق کے شارح علامہ سید شریف الجرجانی لکھتے ہیں: ''واذا ثبت التعذيب ثبت الاحياء والمسئلة لان كل من قال بعذاب القبر قال بهما'' (شرح مواقف ص ۷۱۶)

جب ہر قائل عذاب قائل حیات فی القبر ہے اور عکس نقیض موجبہ کلیہ کا موجبہ کلیہ لازم ہے، یعنی کل من لم يقل بهما لم يقل بعذاب القبر، تو منکر حیات منکر عذاب قبر ہوگا حالانکہ عذاب قبر تمام اہلسنّت کے نزدیک دلائل متواترہ سے ثابت ہے، آیات سے بھی احادیث سے بھی۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے عذاب قبر سے متعلق آیت ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ﴾ کے تحت عذاب قبر کی احادیث کے بارے میں لکھا ہے: ''ولنا أيضا أحاديث صحيحة وأخبار متواترة'' پھر احادیث درج کی ہیں احادیث صحیحہ کو متواترہ کہنے کے بعد کسی حدیث کے کسی راوی کو کسی نے ضعیف کہہ بھی دیا تو حسب اصول حدیث تواتر پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا اور علامہ کے کہنے کے بعد وہ قابل اعتناء بھی نہیں ہوگا۔ صاف ظاہر ہے کہ عذاب قبر ایسی چیز کو ہی ہوسکتا ہے جو قبر میں ہے اور زندہ ہے۔ اس لئے روح کا قبر میں ہونا یا اس کا تعلق ہونا ضروری ہے۔ یہی حیات ہے ورنہ جسم خالی از ارواح جو جمادات میں سے ہے، عناصر اربعہ جامدہ کا مجموعہ ہے اس کو عذاب کے کیا معنی؟ اور بغیر تعلق روح کے حیات کے کیا معنی؟

''عذاب'' تفعیل کا اسم مصدر بخاصیت سلب ہے،''عذوبۃ'' یعنی شرینی حیات کو سلب کرنا ہے،''عذوبت حیات'' حیات ہی کو لائق ہوگی، اسی کا سلب ''عذاب'' ہے، یہ جماد میں کیسے ممکن ہے جب کہ اس میں حیات ہی نہیں ہوتی اور معتزلہ کی شاخ کرامیہ جو کہ میت کو جماد مانتے ہیں اور اس کے عذاب کے قائل ہیں، جیسا کہ حاشیہ خیالی سے اوپر گزرا، وہ مردود اور سفسطہ ہے۔

علامہ خیالی فرماتے ہیں:''جوز بعضهم تعذيب غير الحي و لا شك انه سفسطة لان الجماد لا حس له فكيف يتصور تعذيبه'' (تعذیبہ ص ۱۱۸)

عقائد اہلسنت کی سب کتابوں میں عذابِ قبر کے برحق ہونے کی تصریح کی گئی ہے اور اس عقیدہ کو ضروریات اہلسنت میں شمار کیا گیا ہے اور''عذاب القبر حق'' اس کے حق ہونے کی تصریح کر رہا ہے اور یہ بغیر حیات فی القبر کے متصور نہیں اور حیات بغیر تعلق روح کے ثابت اور تعذیب و تنعیم کے لئے کافی نہیں، کیونکہ اس میں احساس ہی نہ ہوگا۔

اب جو شخص بتعلق روح قبر میں جسم کی حیات کا قائل نہ ہو اور صرف حیات کا قول کرتا ہو وہ درحقیقت منکر حیات ہے، معتزلہ اور روافض کے موافق اور اہلسنت کے مخالف ہے کیونکہ اہلسنت بتعلق روح قبر میں حیات کے قائل ہیں جب کہ معتزلہ اور روافض اس کے قائل نہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ قبر میں جو حیات انبیاء کرام وشہداء عظام کو حاصل ہے وہ بتعلق روح ہے اور یہی عقیدہ اہلسنت والجماعت کا ہے۔ اس کے خلاف جو عقیدہ ہوگا وہ اہلسنت کے خلاف ہوگا اور اسی تحقیق سے سوال میں درج شدہ مفصل عقیدہ کی شرعی حیثیت بھی واضح ہوگئی کہ وہ اہلسنت والجماعت کے موافق ہے اور یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے ورنہ اہلسنت کے خلاف لازم آئے گا۔

اب رہا سوال کا دوسرا جز کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر صلوٰۃ وسلام عرض کیا جائے، تو اس کو آنحضرت ﷺ بنفس نفیس بغیر واسطہ کے خود سنتے ہیں تو اس میں اہلسنت کا کوئی اختلاف نہیں ہے اگرچہ اموات کے سماع عند القبر میں اختلاف ہے مگر سماع انبیاء کرام علیہم السلام عند القبر میں کسی کو اختلاف نہیں۔ چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:''تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں! تم میرے لئے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے، اس میں علماء کا اختلاف ہے، مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں، سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں اور اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے، پس یہ جواز کے واسطے کافی دلیل ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۹، ۱۰۰)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا سماع عند القبر اجماعی مسئلہ ہے، فقہاء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے، ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں، سماع انبیاء کرام علیہم السلام کا انکار اجماع فقہاء کا انکار ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب حدیث''مامن رجل يسلم على الا رد الله على روحى حتى ارد علیہ السلام'' جس کو علامہ ابن تیمیہ نے حدیث جید فرمایا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۶۱) کی تشریح میں لکھتے ہیں: اتنی بات سب کے نزدیک مسلمہ اور دلیل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبروں میں حیات حاصل ہے، اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ آپ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور

جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلانے کے لئے اس میں رُوح ڈال دیتے ہیں۔ اس بناء پر اکثر شارحین نے ''ردّ روح'' کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدے میں معروف رہتی ہے اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے، جب کوئی امتی سلام کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہِ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں، پس اس روحانی توجہ اور التفات کو ''ردّ روح'' سے تعبیر فرمایا گیا۔ یہی جواب علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی تشریح بخاری میں ارقام فرمایا ہے اور عند القبر سماع اس کے علاوہ دوسری حدیث سے بھی ثابت ہے جیسا کہ احادیث ذیل سے واضح ہے۔

(۱) ''من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی نائیا ابلغته رواہ البیهقی فی شعب الایمان''

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۲، وتحریرات حدیث ص ۲۱۱ رلمولانا حسین علی)

(۲) ''ليهبطن عيسى بن مريم حكما وإماما مقسطا، وليسلكن فجا فجاجا أو معتمرا، وليأتين قبري حتى يسلم علي، ولأردن عليه'' (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۴۰)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں گے اور ظاہر ہے کہ سماع سلام کے بغیر جواب کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ روضہ مبارک کے پاس سلام سنتے بھی ہیں اور جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے، اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ عرضِ سلام اور اس کا جواب آپ کی ذاتِ گرامی سے وابستہ ہے جو جسم مع روح کا نام ہے، صرف جسم یا تنہا روح کا یہ کام نہیں۔

اکابر دیوبند کا متفقہ فیصلہ

اکابر دیوبند کا مسلک بھی یہی ہے حضرت نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیاوی کے مماثل ہے، صرف یہ کہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن وہ (تلذذاً) نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین کا اور متکلمین اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی مستقل تصنیف حیات انبیاء کرام علیہم السلام پر ''آب حیات'' کے نام سے موجود ہے، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ ''المهند علی المفند'' بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے اور جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق ویهدی السبیل!

دستخط علماء کرام

☆ ...... محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ کراچی

☆ ...... عبدالحق عفی عنہ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

☆ ...... مفتی محمد صادق عفا اللہ سابق محکمہ امور مذہبیہ بہاول پور

☆ ...... مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

☆ ...... بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دار العلوم کراچی

☆ ...... ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دار العلوم ٹنڈو الہ یار

☆ ...... محمد رسول خان عفا اللہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور (مقام حیات ص ۲۷۲ مطبوعہ اول)

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند کا فتویٰ بھی مقام حیات میں طبع ہو چکا، جس میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ اپنے مزار میں حیات ہیں، مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے غلط کہتا ہے، وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے، آگے لکھا ہے کہ تین حدیثیں نقل کر دی ہیں، اس باب میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی ہے اور خارج اہل السنت والجماعت ہے، غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں (۲۶۷) اس فتویٰ پر استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات کے دستخط بھی موجود ہیں، ان سب حضرات نے مزار مبارک میں آنحضرت ﷺ کی حیات جسدی کے خلاف عقیدہ رکھنے والے کو اہل السنت والجماعت سے خارج اور خراب عقیدے والا بدعتی قرار دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے، نیز حیات جسدی بغیر تعلقِ روح کے ممکن نہیں، چونکہ جو حیات بغیر تعلق روح کے ہوگی وہ حیات جمادی ہوگی جس کے ساتھ عذاب وثواب ناممکن اور غیر متصور ہے، جیسا کہ علماء متکلمین کی عبارات میں صراحۃً گزر چکا ہے، اس لئے روح کے تعلق کے ساتھ حیات فی القبر کا عقیدہ ضروری ہے اور مسلک اکابر دیوبند سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ قبر مبارک میں آنحضرت ﷺ کو حیات بتعلق روح حاصل ہے جیسا کہ اوپر مفصلاً اس تحریر میں بھی گزر چکا ہے۔ مذکورہ تمام تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ قبر میں تعذیب وتنعیم کا تعلق روح وجسم دونوں کے ساتھ ہے اور بغیر روح کے حیات کے کوئی معنی نہیں ہے اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ تعذیب وتنعیم کا تعلق روح وجسم دونوں سے ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۹۴) پر ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں:

بعض علماء کا خیال ہے کہ عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے اور روح کا تعلق قبر سے رہتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ عذاب روح وجسد پر ہوتا ہے، باقی رہا یہ سوال کہ جسم پر وقوع عذاب ہمیں معلوم نہیں ہوتا یا جسم کے اجزاء متفرق ہو جاتے ہیں اور انہیں مٹی کھا جاتی ہے، سو اس کے حل کے لئے صوفیاء نے یہ قول کیا ہے کہ اعادہ روح جسم مادی میں نہیں بلکہ جسم مثالی میں ہوتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جسم مادی میں ہی روح کا اعادہ ہوتا ہے مگر اسے ہم معلوم نہیں کر سکتے۔ الخ!

جب تعذیب وتنعیم کا تعلق جسم اور روح دونوں سے ہوتا ہے اور بغیر تعلق روح حیات فی القبر کا تصور ممکن نہیں تو پھر روح کے تعلق کو بدن مادی کے ساتھ تسلیم کرنا ضروری ہوا اور اس تعلق کو ضروری نہ سمجھنا تعذیب وتنعیم فی القبر کا حقیقۃً انکار کرنا ہے، گو لفظوں میں انکار نہ بھی ہو کیونکہ یہ عقیدہ معتزلہ کی شاخ کرامیہ کا ہے کہ وہ بدوں حیات کے بھی قبر میں جسم کو جماد مانتے ہوئے اس کے معذب اور مثاب ہونے کے قائل ہیں۔ ان کا عقیدہ قطعاً اہل السنت والجماعت کے ائمہ اور متکلمین اسلام کے خلاف ہے، لہٰذا حیات فی القبر کے عقیدے کے لئے جسم خاکی کے ساتھ روح کے تعلق

کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے اور بغیر تعلق روح کے حیات کا کوئی معنی نہیں، یہ اقرار بھی در پردہ انکار ہی ہے۔ بہر حال نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع پر اجماع ہے اور اس کا احادیث صحیحہ سے ثبوت بھی ہو رہا ہے جیسا کہ اوپر اس تحریر میں بھی مختصراً گزر رہا ہے، اس لئے یہ عقیدہ بھی ضروری ہے۔

عبارت مسئولہ میں جس تفصیل کا ذکر کیا گیا ہے اس میں انہی مذکورہ دونوں عقیدوں کے بارے میں پوچھا گیا ہے اس لئے اس تفصیل پر اعتقاد کا ضروری ہونا اہلسنّت والجماعت میں ثابت کر دیا گیا ہے اور جب جسد مادی کے ساتھ تنعیم وتعذیب کا تعلق روایات صحیحہ اور اکابر اہلسنّت والجماعت کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے تو جسد مثالی کے ساتھ اس کا تعلق صحیح نہ رہا جیسا کہ حضرت مفتی صاحب کی عبارت میں بھی تصریح ہے جسم مثالی سے اس کا تعلق صحیح نہیں۔ رہا یہ کہ: ''من صلی علیّ عند قبری الخ'' میں محمد بن مروان سدی صغیر مجروح راوی ہے۔ اوّل تو اس پر مسئلے کا دارومدار نہیں بلکہ دوسری احادیث صحیحہ سے سماع عند القبر کا ثبوت ہو رہا ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہو چکا ہے اور اجماع کے بعد ہر ہر راوی کی توثیق کی ضرورت نہیں رہتی، دوسرے امام بیہقی کی اس روایت کی سند میں ابو عبد الرحمٰن کا ذکر ہے، امام بیہقی کی رائے یہ ہے کہ وہ محمد بن مروان سدی صغیر ہے اور وہ مجروح ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''ھذا ھو عبد الرحمٰن السدی فیما اری وفیہ نظر'' (حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱۷)

اوّل تو اس ابو عبد الرحمٰن سے محمد بن مروان سدی کا مراد ہونا متعین نہیں ہوتا، صرف امام بیہقی کی رائے ہے اور اس کو مان لینے کے بعد بھی وہ اس حدیث کے مضمون کو دوسری احادیث کی تائید کی وجہ سے قبول کرتے ہیں۔ ''وفیہ نظر'' کے متصل فرماتے ہیں: ''وقد مضیٰ مایوکدہ'' ثابت ہوا کہ امام بیہقی کے نزدیک اگرچہ یہ راوی منظور فیہ ہے مگر اس روایت کا مضمون مقبول ہے، متروک نہیں۔ اب امام بیہقی کی نظر وجرح کو بیان کرنا اور ان کی تائید بیان کرنے اور اس روایت کے مضمون کو قبول کرنے سے صرف نظر کرنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اس کی مزید تفصیل بندہ کی کتاب حیات الانبیاء کرام علیہم السلام ص ۱۵۸ / پر ملاحظہ فرمائیں:

پھر جمہور اہلسنت نے اس حدیث کی جس سند سے استدلال کیا ہے وہ اس کی دوسری سند ہے جو ''ابوالشیخ'' کی سند کہلاتی ہے اور اس کے جملہ راوی ثقہ اور معروف ہیں، محدثین کی خاص جماعت اس کو صحیح مانتی ہے،

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی ابوالشیخ کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں: سندہ جید (فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سندہ جید'' (القول البدیع)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے ''سندہ جید'' فرماتے ہیں۔

ان حضرات کے علاوہ علامہ شبیر احمد عثانی اور حضرت علامہ ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ مانے بھی اس سند کی توثیق کی ہے، یہ روایت جید اور صحیح ہے اس کے حجت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ الغرض انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر اور سماع عند القبر الشریف جمہور اہلسنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے اور اہلسنت کے نزدیک اس میں وہی تفصیل حق ہے جس کا سوال میں حوالہ دیا گیا ہے، جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج اور بدعتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فی کل باب!

کتبہ الاحقر السید عبد الشکور الترمذی

مدیر الجامعۃ الحقانیہ الساہی وال من مضافات سرگودھا ...... ۲۵ / شوال المکرم ۱۴۱۷ھ

رئیس المناظرین مولانا علامہ عبدالستار تونسوی صدر تنظیم اہلسنت والجماعت ملتان پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرعاً یہ فیصلہ اہل السنت کے عقیدہ کے مطابق ہے۔ تمام اہل السنت کا اجماعی عقیدہ ہے جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، ایسے شخص کو گمراہ کہنا چاہئے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ جناب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر پر اجماع ہے، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، عرب وعجم کے علماء اہل السنت اس مسئلہ پر متفق ہیں، جو شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا وہ سلف وخلف اہلسنت کے خلاف ہے، سُنّی نہیں ہے۔

محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ یکم ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ

مولانا منظور احمد نعمانی جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی ضلع بہاول پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل السنت والجماعت کے نزدیک یہ نظریہ مسلمات میں سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ عنصریہ اسی ارضی قبور میں صحیح وسالم اور محفوظ ہیں اور انہی اجساد کے ساتھ قبور شریفہ میں تعلق روح قائم ہے اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے رسول اللہ ﷺ خود اپنے آذان سے سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں، لیکن عوام الناس کو اتنا طاقت اور قرب حاصل نہیں ہے کہ یہ جواب سن سکیں البتہ اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پورا قرب حاصل ہے اور ان کی روحانی قوت انتہائی قوی ہے وہ خود یہ جواب سنتے ہیں جیسے کہ اولیاء اللہ کی روایات اس قسم کی مشہور منقول ہیں اور یہ نظریہ نصوص کے ساتھ مدلل ہے اور روایات جو معنیً متواتر ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان قبور ارضیہ میں اموات کو تنعیم اور تعذیب ہوتی ہے اور تنعیم وتعذیب کا جماد بے روح کو تو احساس نہیں ہوسکتا، اس لئے ضروری ہے کہ اس قبر ارضی میں ہر میت کے جسم عنصری کے ساتھ تعلق روح اتنا ضروری ہے جس کے ساتھ تنعیم اور تعذیب کا احساس ہو اور شہداء کی حیوٰۃ چونکہ قوی ہے لہٰذا ان کے روح کا تعلق بالاجساد قوی ہوگا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے مراتب شہداء سے بالاتر ہیں، لہٰذا ان کے روح کا تعلق بالاجساد شہداء سے بھی زیادہ قوی ہوگا اور رسول اللہ ﷺ چونکہ افضل الرسل ہیں، ان کے روح اقدس کا تعلق آپ کے جسد مبارک سے انتہائی قوی ہوگا اور یہ احادیث صحیحہ قویہ سے ثابت ہے اور یہی نظریہ اہلسنت والجماعت کا ہے اور جو شخص اس نظریہ کا قائل نہیں ہے وہ اہلسنت والجماعت سے خارج ہے، اس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو اہل سنت کہتا رہے لیکن یہ اس کا قول نفس الامر کے خلاف اور جہل مرکب پر مبنی ہے، چونکہ یہ لوگ اپنی تقریروں میں انتہائی گستاخ ہیں جیسا کہ ان کی تقریر کی کیسٹیں شاہد ہیں، تو ان کے ساتھ اقتداء فی الصلوٰۃ جائز نہیں ہے، کبھی غلطی سے اقتداء کر لی گئی ہے تو وہ نماز واجب الاعادہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

کتبہ منظور احمد نعمانی عفی عنہ ...... مہر دارالافتاء جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی

مولانا منظور احمد نعمانی مدرسہ احیاء العلوم، ظاہر پیر رحیم یار خان

<u>وھو الموفق للصدق والصواب</u>: حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے راولپنڈی میں حیات اور سماع

النبی ﷺ کے بارے میں فریقین کے اتفاق اور دستخطوں سے جو فیصلہ صادر فرمایا تھا، فقیر کا عقیدہ بھی وہی ہے اور اسی کی اشاعت کرتا ہے اور اسی عقیدہ کو اہلسنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ تصور کرتا ہے۔ جو حضرات اس کی مخالفت کرتے ہیں ان کے متعلق میرے اکابر دیوبند کا جو فتویٰ ہے اس سے فقیر من کل الوجوہ متفق ہے یہ فتویٰ تسکین الصدور مؤلفہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ کے ص ۴۱، ۴۲ پر موجود ہے، فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم!

خاکسار منظور احمد عفی عنہ

خادم مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان ...... ۱۸/ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ بروز جمعہ

نوٹ: یہاں تک حضرت مولانا نور محمد تونسوی زید مجدہ کے مذکورہ سوال کے جواب میں مختلف مدارس اور علماء کرام کے چودہ (۱۴) فتاویٰ جات نقل کئے گئے ہیں۔ (منقول از قبر کی زندگی ص ۴۷۴ تا ۴۹۹)

مولانا شمس الحق افغانی، مفتی جمیل احمد تھانوی و دیگر علماء کرام

استفتاء: بخدمت اکابرین دیوبند رحمہم اللہ کے جانشینان کرام! متعنا اللہ تعالیٰ بطول بقائکم بالخیر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عرض یہ ہے کہ آج کل بعض حضرات:

۱...... انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کے بعد حیات برزخی جسمانی کا انکار کرتے ہیں، حضور اکرم ﷺ کے جسد اطہر میں کسی حس وحرکت کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی روضہ پاک پر سلام عرض کرنے والے کے سلام سننے کے قائل ہیں اور ساتھ ہی اس خیال کو اکابر دیوبند کا مسلک بتاتے ہیں۔

۲...... عالم برزخ میں ثواب وعقاب کا تعلق صرف روح سے مانتے ہیں، جسد عنصری پر عذاب وعتاب کے قائل نہیں اور اسے دیوبندی مسلک قرار دیتے ہیں۔

۳...... ذوات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنے کو صحیح نہیں سمجھتے اور اسے بزرگان دیوبند کا مسلک سمجھتے ہیں۔

۴...... سماع موتیٰ کے قائل ہونے کو شرک کی بنیاد قرار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو دیوبندی کہلواتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آپ حضرات جو مسلک دیوبند کے ترجمان ہیں اور بزرگان دیوبند کے سابقین اولین سے براہ راست مستفیض ومستفید ہونے والے ہیں۔ یہ وضاحت فرمادیں کہ مندرجہ بالا خیالات رکھنے والے صاحبان مسلک دیوبند سے منسوب ومنسلک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا اکابرین دیوبند کا یہی مسلک تھا یا یہ ان کی ذاتی آراء ہیں اور بزرگان دیوبند کے مسلک سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ بینوا توجروا!

السائلون: حضرت مولانا (خان محمد) صاحب خانقاہ سراجیہ نزد کندیاں ضلع میانوالی

مولانا (محمد رمضان) صاحب مہتمم مدرسہ تبلیغ الاسلام میانوالی

حافظ (سرج الدین) صاحب کلورکوٹ

الجواب وباللہ التوفیق: مسائل مستفسرہ میں بزرگان دیوبند کا مسلک صاف اور واضح ہے اور اس سے قبل بھی بار بار اس کی اشاعت ہو چکی ہے۔ نیز علماء دیوبند کی مختلف اور متعدد تصانیف میں مکرر، سہ کرر اسے بیان فرمایا گیا ہے اور وہ کتابیں عام وخاص میں معروف ومشہور ہیں مثلاً:

☆...... آب حیات، جمال قاسمی ☆...... نشر الطیب ☆...... الشہاب الثاقب
☆...... المصالح العقلیہ ☆...... فیض الباری ☆...... المہند علی المفند

اور متفقہ اعلان وغیر ذلک اور حیات النبی ﷺ

الف: چنانچہ "المہند علی المفند" میں بجواب سوال خامس صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک آنحضرت ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات عام مؤمنین یا عام لوگوں کی طرح برزخی ہی نہیں ہے بلکہ عالم برزخ میں دنیوی (جسمانی) ہے مگر مکلف بالاعمال نہیں ہیں اور یہ حیات حضور اکرم ﷺ اور جمیع انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت میں سے ہے۔ واضح رہے کہ اس مضمون پر علماء دیوبند کے طبقہ اولیٰ وعلیا کے تقریباً تمام اکابرین کے دستخط موجود ہیں۔ مثلاً شیخ الہند، حضرت تھانوی، مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، حضرت شاہ عبدالرحیم اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ مضمون خود ہی تحریر فرمایا۔

ب: اسی طرح تقسیم ہند کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جب اس مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ سے متعلق بعض صاحبان کی تقریروں اور تحریروں سے بزرگان دیوبند کا مسلک مشتبہ ہونے لگا تو اس وقت اکابر علماء نے بھی متفقہ اعلان کے نام سے اپنے دستخطوں سے ایک تحریر شائع کر کے مسلک دیوبند کی وضاحت فرمائی۔ چنانچہ اس وقت بھی مقام حیات از مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود اور دوسرے رسائل میں مطبوع ہے۔ اس میں یہ صفائی سے لکھا گیا ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے، صرف یہ کہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے، اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس متفقہ اعلان پر مرحومین حضرات میں سے حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ اجل حضرت تھانوی، حضرت مولانا رسول خان صاحب سابق اعلیٰ مدرس دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی مؤلف اعلاء السنن ورحمۃ القدوس وغیرہ کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

عذاب قبر: ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک قبر میں ثواب وعقاب کا تعلق روح اور جسد دونوں کے ساتھ رہتا ہے اور جسم سے جسم عنصری مراد ہے نہ کہ جسم مثالی جو کہ حقیقی جسم نہیں ہے بلکہ عالم مثال کے آئینہ میں جسم کا ایک عکس ہے کما صرح بہ المجدد الالف الثانی رحمۃ اللہ علیہ اور جیسا کہ کتب فقہ وعقائد میں مذکور ہے کہ: "ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب وان ذالک یحصل لروحه وبدنه" (کتاب الروح)

یہی اکابرین دیوبند کا مسلک ہے۔

توسل بالانبیاء والصلحاء علیہم الصلوات والسلام: توسل بالانبیاء علیہم السلام بھی بزرگان دیوبند کے نزدیک جائز ہے۔ المہند علی المفند ص ۲۸ مطبوعہ جہلم، نشر الطیب للعلامہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور الشہاب الثاقب للشیخ المدنی رحمۃ اللہ علیہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ علامہ آلوسی نے آیت کریمہ ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ کے تحت توسل بالمقبولین کو جائز قرار دیا ہے اور تصریح کی ہے کہ اس کا مآل بھی توسل بالصفات ہی ہے: "کانه یقول بر حمتک و فضلک علی فلان ادعو منک هذا"

<u>سماع موتی</u>: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں فرمایا ہے: ''وھذا السلام (ای السلام عند زیارۃ القبور) والخطاب والنداء لموجود یسمع ویخاطب ویعقل ویردون السلام و إن لم یسمع المسلم الرد ......والسلف مجمعون علی ھذا وقد تواترت الآثار عنھم بأن المیت یعرف الحي ویستبشر بہ''

ہمارے مشائخ بھی فی الجملہ سماع موتی کے قائل ہیں جیسا کہ فیض الباری للعلامہ الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ میں ہے اور اسے ہرگز شرک کی بنیاد قرار نہیں دیتے۔ جو لوگ ان مسائل میں کچھ اور رائے رکھتے ہوں وہ کچھ بھی ہوں بہر حال مسلک دیوبند سے ان کا تعلق نہیں ہے، انہیں بزرگان دیوبند کی طرف غلط نسبت نہیں کرنی چاہئے۔ واضح رہے کہ بزرگان دیوبند کے یہ نظریات بحمداللہ قرآن وسنت اور سلف صالحین کی تصریحات کے عین مطابق ہیں، سائلین کو چونکہ صرف مسلک دیوبند کا تعین اور تشخص مقصود تھا اس لئے صرف مسائل کے بیان پر اکتفاء کیا گیا، دلائل سے تعرض نہیں کیا گیا۔ واللہ یقول الحق ویھدی السبیل ! کاتب الحروف عبدالکریم عفی عنہ بحکم سیدی حضرت افغانی مدظلہ

دستخط ومہر: مولانا شمس الحق افغانی دستخط ومہر: مولانا محمد یوسف بنوری

دستخط ومہر: احمد الرحمٰن غفرلہ دستخط ومہر: ولی حسن عفااللہ عنہ

(بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۸ تا ۴۰)

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا فتویٰ کی تائید وتوثیق حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ اشرفیہ لاہور) نے فرمائی ہے۔ یہ تائید خود حضرت مفتی صاحب کے الفاظ میں پیش خدمت ہے:

<u>''از احقر جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور</u>

مولانا افغانی زید معالیہم کا املائی جواب حق وصواب ہے۔ چار مسئلوں میں علماء دیوبند کا یہی مسلک ہے بلکہ:

۱...... ''الف'' تو کل اہل السنت والجماعت کا اجماعی یہ مسئلہ ہے، عدم حیات کا قول تو صرف بعض معتزلہ اور رافضیہ کا ہے، اہل حق میں سے کسی کا نہیں۔ البتہ اہلسنت والجماعت میں تین قول ہیں: (۱) حیات من وجہ کا مسلسل رہنا۔ (۲) منقطع ہو کر عود کرنا پھر منقطع ہو کر عود کرنا۔ (۳) منقطع ہو کر عود کرنا اور تا قیامت رہنا۔

مگر یہ اختلاف ترجیحی ہے، حق وباطل کا نہیں ہے اور معتزلہ سے حق وباطل کا اختلاف ہے۔ چونکہ عذاب قبر تواتر سے ثابت ہے اور بغیر حیات کے ثواب وعقاب نہیں ہوسکتا اس لئے حیات قبری ہر انسان کے لئے اس قدر یقینی اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ جس سے عذاب وثواب کا ادراک ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نہ باشد درالحاد بودن اوشبہ نیست''

(فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۹۳) بحذف دلائل، تفصیلی دلائل وہاں ہیں۔

۲...... جمہور امت کے نزدیک برقول اصح جسم اور روح دونوں کو عذاب ہوتا ہے اور عذاب قبر اس کے متواتر ثبوت کی دلیل ہے، کیونکہ عذاب قبر اسی کو ہوتا ہے جو قبر میں ہو۔ اگر قبر میں فقط جسم ہو تو نہ عذاب عذاب ہے اور ثواب نہ ثواب کہ وہ ادراکات سے خالی ہے اور صرف روح قبر میں ہو جسم نہ ہو یہ ظاہر ہے کہ باطل ہے، لہٰذا دونوں پر عذاب ہوگا۔ عذاب قبر سے صرف عذاب برزخ مراد لینا عذاب قبر کا انکار بنے گا۔ قبر خاص ہے، برزخ (جو موت

سے قیامت تک کا زمانہ ہے) عام، ہر قبر تو برزخ ہے مگر برزخ ہر ایک قبر نہیں جو عام خاص کا خاصہ ہے، اگر عذاب قبر ہو تو عذاب برزخ ہے عذاب برزخ عذاب قبر نہیں، اگر صرف روح کو عذاب مانا گیا تو وہ قبر میں نہیں ہوگا تو عذاب قبر نہ ہوا گو عذاب برزخ ہوگا۔ یہ انکار متواتر کا ہے۔

۳...... وسیلہ اس کی ذات سے ہو تو بے اصل ہوگا لیکن حق تعالیٰ کی ایسی صفت سے ہو جس کا تعلق اس سے ہے مثلاً محبت ونسبت وغیرہ پھر تو وسیلہ صورۃً گو ان سے کیا جاسکے حقیقۃً اللہ تعالیٰ کی صفت سے ہے، اس کو کون ناجائز کہہ سکتا ہے؟ فقط حدیث شریف میں انبیاء کرام علیہم السلام سے توسل آیا ہوا ہے، بعیسیٰ روحک وموسیٰ نجیک اوکما قال لمبی حدیث ہے۔

۴...... میں ہمارے بزرگوں نے احتیاط کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف رہا ہے، ایسا نہ ہو دوسروں کی بے تعظیمی ہو جائے مگر مدار اس کا حیات پر ہے۔ اگر حیات بقدر ادراک عذاب وثواب ثابت ہو تو سماع بھی ثابت ہے اور تمام اہل السنت والجماعت کے نزدیک حیات بقدر ادراک نعم وقم ثابت ہے، حیات کے لئے سماع لازم ہے، یہی بات علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو سوال وجواب کر کے نظم بھی کیا ہے جس میں یہ شعر بھی ہے۔ (الحاوی ج ۲ ص ۱۷۴)

سماع موتیٰ کلام الخلق معتقد جاءت به عندنا الآثار فی الکتب

یعنی جمہور امت کا عقیدہ ہے، احادیث قریب بتواتر دلالت کرتی ہیں مثلاً احادیث سلام، احادیث معرفت غاسل وغیرہ، احادیث تلقین جو بکثرت وارد ہیں اور مجموعہ متواتر بن جاتا ہے۔ اس لئے حضرت شاہ صاحب سرخیل علماء ہند کا ہی فتویٰ راجح وقوی صحیح ترین معلوم ہوتا ہے اور علماء دیوبند وہی اعتقاد رکھتے ہیں جو ان اسلاف کا تھا اور چودہ سو سالہ اسلاف کا ہے۔ جمیل احمد تھانوی

مہر: مفتی جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور ...... ۱۳ ر رمضان ۱۳۹۶ھ

(منقول از تسکین الصدور ص ۴۰، ۴۱)

جامعہ قاسم العلوم ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً امابعد!

حضرات انبیاء علیہم السلام پر موت کا طاری ہونا قطعی ہے، کسی کا اس میں اختلاف نہیں، ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ اور قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ "فانه قد مات" اس کے شاہد عدل ہیں، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت سے حیات زائل ہو جاتی ہے یا صرف مستور ہو جاتی ہے۔ یعنی موت بمعنی رفع الحیاۃ ہے یا بمعنی ساتر الحیاۃ ہے۔ بانی دار العلوم دیوبند حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ "آب حیات" میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی موت سے صرف حیات مستور ہوئی ہے، زائل نہیں ہوئی۔ آپ کی موت کو عامۃ المؤمنین کی موت سے ممتاز قرار دے کر وضاحت سے لکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے، اس میں انقطاع یا تبدل تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا، واقع نہیں ہوا۔ ص ۲۷ انتہیٰ۔

لیکن اکثر محققین کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر موت بمعنی رفع الحیاۃ طاری ہوئی۔ بہر حال

حقیقت موت جو بھی ہو علی اختلاف القولین یہ امر مسلم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں، آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے کہ اسی دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال وحرکات مثل سمع وبصر، بطش ومشی وکلام وغیرہا پر قادر ہیں، یہ عقیدہ کہ آپ کا جسد اطہر ساکن وصامت قبر مبارک میں صحیح سلامت موجود ہے اور اس سے افعال وحرکات کا صدور نہیں ہوتا، عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ اور علماء دیوبند رحمہم اللہ کے مسلک کے خلاف ہے۔

حضرت العلامۃ العارف باللہ مولانا محمد عبداللہ صاحب (بہلوی) مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہل حق کے اقوال کو اس ترتیب سے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ منصفین، طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے۔ میں نے رسالہ کو مطالعہ کیا مجھے اس رسالہ کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور رسالہ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ الناس کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔

الاحقر الافقر ابوالفضل محمود عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء والتدریس بقاسم العلوم ملتان ۲۱ / جون ۱۹۷۷

(منقول از رسالہ القول الجلی فی حیات النبی ﷺ: از مولانا محمد عبداللہ بہلوی)

جامعہ خیر المدارس ملتان

حضرت مولانا مفتی محمد انور دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر مدرس خیر المدارس مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''حضرت العلامہ مدظلہ نے ایک کتاب مسمیٰ بہ ''تنبیہ الغافلین علی اقوال الخادعین'' پر تقریظ لکھتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ: ''سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کے بارے میں میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو اکابر دیوبند کا ہے۔ وغیرہ ذالک!'' اس کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان کے کسی صاحب نے حضرت والا مدظلہ سے اس مسئلہ پر گفتگو کی تو دوران بحث حدیث ''من صلیٰ علی عند قبری سمعتہ'' کی سند پر بھی تبصرہ ہوا۔ جس کو بعد میں ان صاحب نے بعنوان ''اعلان برات'' شائع کر دیا جس سے بظاہر یہ تاثر ہوتا تھا کہ حضرت والا کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے اور حضرت والا اس عقیدے سے برات ظاہر کرتے ہیں۔

حضرت والا کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے نزاکت کو محسوس فرماتے ہوئے ایک تحریر عنایت فرمائی جس میں حضرت نے وضاحت وتصریح کے ساتھ اظہار خیال فرمایا ہے اور اس پر جامعہ خیر المدارس اور جامعہ قاسم العلوم ملتان کے مفتیان عظام کے تائیدی دستخط بھی ثبت ہیں۔ فقط! محمد انور مرتب خیر الفتاویٰ

سماع صلوٰۃ والسلام عند القبر کے بارے میں حضرت العلامہ مولانا محمد شریف صاحب کشمیری مدظلہ کا ارشاد گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ ''تنبیہ الغافلین علیٰ اقوال الخادعین'' پر جو تقریظ ہے اور جسے بعنوان فتویٰ من جانب خطباء اہل السنت والجماعت ڈیرہ اسماعیل خان شائع کیا گیا، وہ عبارت میری ہے، میں اب بھی اس کا قائل ہوں کہ اگر روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں بلکہ جمیع اہل السنت والجماعت اس کے قائل ہیں اور سب اکابر دیوبند کا

یہی عقیدہ ہے۔ جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے اور حقیقت شرک سے قطعاً ناآشنا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا چاہئے۔ اب میں علی وجہ البصیرت بتائید مفتیان خیر المدارس وقاسم العلوم ملتان مذکورہ بالا عقیدے کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں، جو اس کے خلاف میری طرف منسوب کر کے شائع کیا جائے اسے غلط سمجھیں، میری طرف منسوب کر کے اعلان براءت کے عنوان سے جو تحریر من جانب اشاعت التوحید والسنۃ شائع کی گئی، وہ ایک حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' کی ایک سند کے بارے میں فنی بحث تھی، لیکن کسی حدیث کی سند کا متکلم فیہ ہونا اس کے مضمون کے بطلان کی دلیل نہیں۔ خود ابن عبد الہادی نے اس حدیث کے مضمون ومعنی کو صحیح قرار دیا ہے (الصارم المنکی ص ۱۱۴) اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ قبر کے پاس سے سلام خود سنتے ہیں۔ (الصارم المنکی ص ۲۸۲) علامہ شوکانی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ثم حکم ابن عبد البر مع ذلک بصحتہ لتلقی العلماء لہ بالقبول'' (نیل الاوطار جلد نمبر ۱ ص ۲۴)

پھر ابن عبد البر نے اس بحث کے باوجود یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس لئے کہ تمام علماء نے اسے قبول کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم! محمد شریف کشمیری...... شیخ الحدیث وصدر مدرس خیر المدارس ملتان

۲۶ / جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

''التحریر صحیح'' محمد شریف عفا اللہ عنہ جالندھری، مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

حضور پاک ﷺ کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، آپ اس کا صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں، سب اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے۔ فقط واللہ اعلم!

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان...... ۲۶ / جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۶ / جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

محمد اسحاق عفا اللہ عنہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان (منقول از خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۸، ۱۲۹)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

آپ عقیدہ حیاۃ النبی ﷺ پر مفصل اور مدلل بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیاوی سے قوی تر ہے، جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔''

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۲۹۵)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں، یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے بھی قوی تر ہے۔ جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا، نہ وہ علماء دیوبند کے مسلک پر ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۳۱۰، ۳۱۱)

حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ امیر: جمعیت علماء اسلام پاکستان

حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بزبان عربی ایک قصیدہ لکھا اس میں فرماتے ہیں:

هو حي في قبره كحيات الانبياء وحرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ دیگرا بیاء اور زمین پر حرام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔

حياتهم اعلى واكمل من الشهداء وشانهم ارفع في الارض والسماء

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ واکمل ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان آسمان اور زمین سے نہایت اونچی ہے۔ (ماہنامہ انوارالقرآن کراچی حافظ الحدیث نمبر ص ۱۲۲)

خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ کندیاں، میانوالی

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خط ایک رسالہ میں شائع ہوا ہے، جس کا نام ہے: ''مماتی فتنہ علمائے دیوبند کی نظر میں'' یہ رسالہ حضرت مولانا محب اللہ صاحب لورالائی والے کا لکھا ہوا ہے اور یہ صاحب حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ چنانچہ بسم اللہ والحمدللہ، کے بعد لکھتے ہیں:

''ملک حاکم خان صاحب مکرمی ...... السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک جمیع علمائے کرام کا اجتماعی طور پر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دینوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کے احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلا واسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر علماء دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے آمین!'' (بحوالہ عقیدہ حیات قبر از مولانا نور محمد تونسوی)

علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ سربراہ سپاہ صحابہ پاکستان

پھر ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی موت برحق ہے موت کے قانون سے بجز اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی شخص بھی مستثنیٰ نہیں۔ لیکن موت کا پیالہ پینے کے بعد آدمی عدم محض کے گھاٹ نہیں اترتا بلکہ عالم دنیا سے منتقل ہو کر عالم قبر و برزخ میں چلا جاتا ہے اور عالم برزخ میں ہر مرنے والے کو اس عالم کے حالات کے مناسب ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے جس کے درجات متفاوت ہوتے ہیں سب سے اعلیٰ اور ارفع حیات حضرات انبیاء علیہم اسلام کو نصیب ہوتی ہے ان کے بعد شہید کا درجہ ہے اسی طرح بقیہ لوگوں کا حیات قبر میں شریک ہونا کتاب

سنت سے ثابت ہے۔ البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات قبر و برزخ خصوصی اور امتیازی شان رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کی حیات قبر اتنی قوی تر ہے کہ آپ ﷺ بنفس نفیس زائرین کا سلام سنتے ہیں اور جواب مراحمت فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کو یہ حیات بتعلق روح مع الجسد العنصری حاصل ہے۔ (بحوالہ عقیدہ حیات قبر از مولانا نور محمد تونسوی)

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

عقیدہ ''حیات النبی ﷺ'': یہ تو ابتدائی تمہیدی کلمات تھے، اس کے بعد ایک بات دوٹوک الفاظ میں اور بہت واضح انداز میں یہ کریں گے، کہ ہمارا جامعہ فاروقیہ اور ہمارا وفاق المدارس قرآن وحدیث کی تشریح کے ذیل میں علمائے دیوبند کے مسلک ومشرب کو عام کرنے کے لئے، علمائے دیوبند کے مسلک اور مشرب کو پھیلانے کے لئے، علمائے دیوبند کے مسلک اور مشرب کو خلق خدا تک پہنچانے کے لئے قائم ہوا۔ علمائے دیوبند نے، جن کی پیروی وفاق کرتا ہے، جن کی پیروی جامعہ فاروقیہ کرتا ہے، بڑے بڑے جبال علم بڑے بڑے نامور علماء، اکابر مفسرین، اکابر محدثین، اکابر فقہاء، اکابر جہاد آزادی اور اکابر صوفیا اور اصحاب دعوت وارشاد پیدا کئے ہیں اور یہ ایک دو نہیں، دس پانچ نہیں، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں، ان سب کی خدمات گوشہ گمنامی میں نہیں، ان میں سے اکثر کی خدمات پورے عالم میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں ہیں۔ ان کی خدمات کا عمومی طور پر، خصوصی طور پر، ہر مقام پر، ہر جگہ اکرام و احترام کیا گیا ہے اور ہم صرف تقلیداً نہیں، تحقیق پر، عالم کے حالات کا اچھی طرح تفصیلی جائزہ لے کر ان کے پیروکار بنے ہوئے ہیں۔ آپ جامعہ فاروقیہ کو رہنے دیجئے، وفاق المدارس اتنا عظیم ادارہ ہے کہ اس کی کوئی مثال کہیں موجود نہیں ہے اور وفاق المدارس مذاہب دینیہ اور مذاہب اسلامیہ اور ہمارے ان تمام اداروں کی حفاظت کا، استحکام کا، ایک مضبوط اور مستحکم مرکز ہے، جس نے بڑوں بڑوں کو جو دینی تعلیم کی عظمت کے دشمن تھے، اللہ کی مدد سے پسپائی پر مجبور کیا۔ ان کی ناجائز کوششوں کو جو ہمارے مدارس کے خلاف تسلسل کے ساتھ جاری تھیں، ناکام بنایا۔

الحمدللہ! یہ اتنی بڑی تعداد صرف ایک مدرسے میں موجود ہے۔ آپ ملک کے کسی علاقے میں چلے جائیں ہم ابھی بلوچستان ہو کر آئے ہیں، جسے لوگ کہتے ہیں کہ پسماندہ علاقہ ہے، ہم نے دیکھا کہ مدارس کے اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ علاقہ ہے۔ اتنے طلبا، اتنے علماء، اتنے مدارس کہ جس کی کوئی انتہاء نہیں، جلسہ میں بیٹھ کر بات کرو تو حدِ نگاہ تک آدمی ہی آدمی، یہ ساری کی ساری برکت وفاق کی ہے، اور میں نے آپ کو بتایا تھا کہ جامعہ فاروقیہ اور وفاق علمائے دیوبند کا پیروکار ہے، لہٰذا نہ جامعہ فاروقیہ میں مماتیوں کے لئے کوئی گنجائش ہے اور نہ وفاق میں۔ یہ بات طے شدہ ہے، وفاق کا موقف کمزور نہیں ہے، وفاق کے موقف میں تردد اور شک شامل نہیں ہے، وفاق کا موقف مبنی علی الیقین ہے اور وفاق اپنے خیالات میں، اپنے عزائم میں مستقل اور مضبوط ہے، تو اس لئے میں اپنے اُن بھائیوں سے، وہ ہمارے بھائی ہیں، یہ گزارش کروں گا کہ وہ حضرات جو مماتی ذہن رکھتے ہیں وہ یہاں (جامعہ فاروقیہ میں) تشریف نہ لایا کریں، آپ سن رہے ہیں یا نہیں؟ سن رہے ہیں؟ بات سمجھ آرہی ہے؟ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم اُن کے دشمن نہیں ہیں، ہم اُن کے بدخواہ نہیں ہیں، ہم اُن کے خیر خواہ ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق کے لئے اُن کو شرح صدر نصیب فرمائے، لیکن ہم اپنے مدرسوں کو اِن دوستوں سے محفوظ ہی رکھنا چاہتے ہیں۔

علمائے دیوبند کا مزاج و مذاق: لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو دوسرے حیاتی مولوی مماتیوں کے خلاف ہیں، وہ تو اتنے سخت نہیں ہیں، یہ بہت سخت ہے۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ انہوں نے دیوبند دیکھا بھی نہیں، انہوں نے دیوبند میں وقت ہی نہیں گزارا اور ایک اور بات، بہت سے لوگوں نے گزارا ہے مگر فقط ایک سال، دورے کے لئے گئے۔ ایک سال میں دیوبند کا مزاج کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر میں نے وہاں پانچ سال گزارے ہیں۔ اور یہ بھی آپ کو بتا دوں، فخر کے طور پر نہیں میں نے وہاں پانچ سال اِس طرح گزارے ہیں کہ میں وہاں اپنے اساتذہ کی آنکھوں کا تارا تھا، وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

میں نے پانچ برس دیوبند میں اس طرح گزارے ہیں کہ مجھے حضرات اساتذہ کا خصوصی قرب حاصل رہا، تو اس لئے میں جس طرح علمائے دیوبند کے مزاج و مذاق سے واقف ہوں، یہ تو نہیں کہتا کہ اور کوئی واقف نہیں، نہیں! مجھ سے زیادہ واقفیت رکھنے والے بھی ہوں گے، لیکن یہ جو ایک ایک سال رہ کر وہاں سے آتے ہیں، ان کو کچھ پتہ نہیں، یہ دیوبند کے مذاق و مزاج سے واقف نہیں ہیں، اور دیوبند کا مزاج مماتیوں کے مطابق ہرگز نہیں ہے۔

اس لئے میری درخواست ہے اپنے اُن دوستوں سے، کہ وہ مماتیوں ہی کے مدرسے میں جایا کریں، ہمارے مدرسوں میں نہ آیا کریں، ٹھیک ہے نا؟ میرے مماتی بھائی جتنے یہاں موجود ہیں، ناراض نہ ہوں، میں نے بہت ادب کی رعایت رکھتے ہوئے اُن کا ذکر کیا ہے، لیکن حق حق ہوتا ہے، اُس کو بیان کرنے میں تکلف نہیں ہونا چاہئے، وہ میں نے بیان کر دیا۔ (ماہنامہ الفاروق بابت ماہ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تمام ہی علماء کا مسلک حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رہا ہے، علماء دیوبند بھی اسی کے قائل ہیں، جو شخص حیات کی بجائے ممات کا عقیدہ رکھتا ہے اس کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں۔ (خوشبو دالاعقیدہ حیات النبی ص ۲۱)

شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور جامعہ اشرفیہ لاہور

''خوشبو دالاعقیدہ'' مصنفہ مولانا محمد حسن دامت برکاتہم کی کتاب پر تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام کے دنیوی ابدان کے ساتھ روح کا اتنا زیادہ تعلق ہے کہ وہ درود شریف سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، جو دور سے پڑھے وہ ان کو پہنچایا جاتا ہے اور وہ قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔ یہی علماء دیوبند کا مسلک ہے، اس کے خلاف گمراہی ہے اور مماتیوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور مولانا محمد حسن صاحب کی تحریر کی تائید کرتا ہوں۔ (خوشبو دالاعقیدہ ص ۲۰)

مولانا محمد جمیل امام تبلیغی مرکز رائے ونڈ، پاکستان

مولانا محمد جمیل صاحب رائے ونڈ تبلیغی مرکز کے امام ہیں۔ ان کے پاس چند لوگ آئے اور اس عقیدہ سے متعلق سوالات کئے۔ موصوف نے اسی وقت مفتی شیر محمد رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور سے فون پر اس موضوع سے متعلق ان کے سوالات کئے تو مفتی صاحب نے ان کے سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے، ملاحظہ فرمائیں:

سلام مسنون کے بعد:

مفتی شیر محمد صاحب: جی!

مولانا محمد جمیل: محمد جمیل بات کر رہا ہوں رائے ونڈ سے۔

مفتی شیر محمد علوی: اھلاً و سھلاً، اھلاً و سھلاً مرحباً

مولانا محمد جمیل: مفتی صاحب! آپ خیریت سے ہیں؟

مفتی شیر محمد علوی: اللہ کا احسان، الحمد اللہ بارک اللہ تعالیٰ فی الدرین!

مولانا محمد جمیل: میرے پاس تقریباً چالیس آدمی سرگودھا سے آئے بیٹھے ہیں ایک امام کے بارے میں

مفتی شیر محمد علوی: اچھا، اللہ خیر کرے۔

مولانا محمد جمیل: امام کا عقیدہ جو مماتیوں کا عقیدہ ہے وہ ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں: ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

مفتی شیر محمد علوی: جی!

مولانا محمد جمیل: یہ میرے پاس اب سارے لوگ بیٹھے ہیں، وہ امام بھی بیٹھا ہے جس کا عقیدہ مماتیوں والا ہے، اب یہ امام کہہ رہا ہے کہ جو علماء دیوبند کا عقیدہ ہے وہی میرا عقیدہ ہے۔ یہاں پر اجمالی یہ کہہ رہا ہے۔لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ مفتی صاحب بتائیں اس کے پیچھے ہماری نماز ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی؟

مفتی شیر محمد علوی: اس سے علماء دیوبند کے عقیدہ کی وضاحت پوچھنی چاہئے کہ وہ علماء دیوبند کا عقیدہ کیا مانتا ہے حیات الانبیاء علیہم السلام کے بارے میں؟

مولانا محمد جمیل: مماتی مولوی سے، (کھڑے ہو کر بول، ان کو بھی سنا اور مفتی صاحب بھی سنیں۔)

مماتی مولوی: میرا عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کا عالم برزخ میں ان کی حیات ہے۔

مفتی شیر محمد علوی: برزخ سے کیا مراد ہے؟؟

مماتی مولوی: قبر میں۔

مفتی شیر محمد علوی: روح کا تعلق بدن سے ہے کہ نہیں؟؟

مماتی مولوی: تھوڑا سا۔۔۔جیسے علماء دیوبند کہہ رہے ہیں۔

مفتی شیر محمد علوی: نہیں نہیں پوری بات بتاؤ گڑبڑ نہ کرو۔ علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں بتعلق روح۔ روح کا تعلق ہے اور وہاں پڑھا گیا صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں۔ دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ یہ ہے علمائے دیوبند کا عقیدہ۔

مماتی مولوی: میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔

مفتی شیر محمد علوی: تعلق روح اور صلوۃ وسلام کے سماع کے ساتھ؟ دیکھو مولوی صاحب! جھوٹ نہ بولنا کیونکہ دنیا کی زندگی جو چند روزہ ہے ختم ہو جائے گی، امامت آپ کو اور مل جائے گی صرف امامت بچانے کے لئے جھوٹ مت بولنا۔

مماتی مولوی: جھوٹ نہیں سچ کہہ رہا ہوں۔

مفتی شیر محمد علوی: آپ کا مماتیوں کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ آپ کی شکایت کیوں لے کر آئے ہیں؟

مولانا محمد جمیل: بول مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مماتیوں کے ساتھ آپ کا کیا تعلق ہے یہ لوگ شکایت کیوں لے کر آئے؟

مماتی مولوی: کیونکہ شرک کے موضوع پر جب میں بیان کرتا ہوں، اس وقت میں آیات وغیرہ پڑھتا ہوں تو اس سے ان کو اشکال ہے میں عام بیان کرتا ہوں یہ اس طرف لے آتے ہیں۔

مفتی شیر محمد علوی: آخر ہم لوگ بھی بیان کرتے ہیں ہمارے بارے میں ہمارے مقتدی یہ نہیں کہتے۔

مماتی مولوی: جو قرآن میں توحید والی آیات ہیں جب ان کو بیان کرتا ہوں لا یسمعون وغیرہ

مفتی شیر محمد علوی: میرے عزیز! سارے علماء دیوبند آیات توحید بیان کرتے ہیں لیکن کبھی حیات انبیاء کے انکار کا شبہ بھی پیدا نہیں ہوتا کوئی مقتدی شکایت لے کر نہیں آیا۔ آپ کے بارے میں یہ شکایت کیوں آئی ہے؟ آخر کوئی بات ہوگی جو یہ شکایت لے کر آئے یہاں۔ آپ نے پڑھا کہاں ہے؟

مماتی مولوی: میں نے پڑھا ہے جامعہ صدیقیہ اشاعت التوحید گوجرانوالہ میں۔

مفتی شیر محمد علوی: قاضی شمس الدین کا مدرسہ؟

مماتی مولوی: جی!

مفتی شیر محمد علوی: وہاں تو یہ پڑھایا جاتا ہے جو عقیدہ مماتیوں کا ہے۔

مماتی مولوی: جی ہاں!

مفتی شیر محمد علوی: تو پھر ان کا اشکال صحیح ہے؟

مماتی مولوی: جی ہاں!

مفتی شیر محمد علوی: پھر تو آپ اپنی امامت بچانے کے لئے یہ بات کر رہے ہیں۔ میرے عزیز! ایسا نہیں کرنا چاہئے امامت اور مل جائے گی آپ کو۔ اگر آپ علماء دیوبند کو حق سمجھتے ہیں اور یقیناً وہی حق ہیں اور ان کا عقیدہ المہند علی المفند کے اندر لکھا ہوا ہے اور یہ سارے علماء دیوبند اس بات کے قائل ہیں کہ سارے انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں بتعلق روح، اور وہاں پڑھا گیا صلوۃ وسلام خود سنتے ہیں۔ دور سے پڑھا جائے تو فرشتے سناتے ہیں۔ مولانا سرفراز خان رحمہ اللہ نے اس پر کتاب لکھی ہے: ''تسکین الصدور'' جو کہ کئی سو صفحے کی کتاب ہے اور ''آب حیات'' حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے کتاب لکھی اور نامعلوم کتنے حضرات نے اس پر لکھا ہے علامہ خالد صاحب نے ''مقام حیات'' لکھی ہے، تو آپ لوگوں کو دھوکہ نہ دیں جو صحیح بات ہے وہی کہنی چاہئے۔

مولانا محمد جمیل: اس کے پیچھے اب مقتدی نماز پڑھیں کیا کریں۔؟

مفتی شیر محمد علوی: حضرت صاحب یہ تو بات صاف نہیں کر رہا یہ تقیہ کر رہا ہے تقیہ۔

مولانا محمد جمیل: اب تقیہ کر رہا ہے تو مقتدیوں کو کیا حکم ہے۔

مفتی شیر محمد علوی: جن کو امام رکھنے ہٹانے کا اختیار ہے ان کی نماز ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور یہ اہل بدعت میں سے ہیں۔

مولانا محمد جمیل: یہ اہل بدعت ہیں نماز مکروہ تحریمی ہوگی یہ مفتی صاحب فرمارہے ہیں۔
مفتی شیر محمد علوی: اور واجب الاعادہ ہوگی جن لوگوں کو امام کے رکھنے ہٹانے کا اختیار ہے اور جن لوگوں کو اچھا امام مل سکتا ہے متبع سنت صحیح العقیدہ ان کی نماز بھی ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی۔
مولانا محمد جمیل: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی مرکزی راہنما اہلسنت والجماعت پاکستان

عقیدہ حیات النبی ﷺ امت مسلمہ کا ایک متفقہ اور مسلمہ عقیدہ ہے جسے گرامی قدر جناب حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم نے خوشبو والا عقیدہ قرار دیا ہے اور اس کے خوشبو دار ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ خوشبو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اسے خوشبو والا عقیدہ، عقیدہ حیات النبی ﷺ سمجھتے ہیں اور اس خوشبو سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ امام العصر والنحو ولی کامل حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نے اس خوبصورت عنوان پر قلم اٹھایا ہے اور بہت سارے اس مقدس خوشبو سے بھرے ہوئے واقعات کو اکٹھا کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ خوبصورت انداز اور ترتیب کے ذریعہ سے اس خوشبو کو پھیلانے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب نظر آرہے ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو اس کتاب سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد احمد لدھیانوی

شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا سربراہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء والمرسلین اما بعد!

میں نہایت مسرت کے ساتھ اس کتاب کی تصدیق وتائید کرتا ہوں، اہل حق کا مؤقف سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے، لہٰذا اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

اللہ وسایا عفی عنہ

مفتی محمد عیسیٰ زید مجدہ سابق مفتی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مکرمی محترمی حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب دام مجدھم سلام مسنون سلام

مسئلہ حیات النبی ﷺ اور مسئلہ سماع موتیٰ کے بارہ میں اہلسنت کے مسلک کی وضاحت فرمائیں کیونکہ بعض حضرات آپ کے بعض فتوؤں اور عبارات سے ایسے مطالب اخذ کر کے بیان کرتے ہیں جن کی نسبت آپ کی طرف ہمارے خیال میں درست نہیں ہے۔

(۱) فقہائے احناف کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت ہے یا نہیں اور یہ مسئلہ مطلقاً ہے یا اس میں تفصیل ہے، مثلاً: حضور نبی کریم ﷺ ودیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام صرف صوفیاء کرام کا مسلک ہے یا فقہائے احناف بھی اس کے قائل ہیں؟

(۲) حضور نبی کریم ﷺ ودیگر انبیاء علیہم السلام کے عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام کا منکر اہل السنت والجماعت اور علمائے دیوبند کثر اللہ جماعتہم میں شامل ہے یا نہیں؟

(۳) مفتی مہدی حسن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ کہ: ''عند القبر حضور ﷺ کے سماع صلوٰۃ وسلام کے منکر امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے'' کیا صحیح ہے؟

(۴) انبیاء کرام علیہم السلام اور عام موتیٰ کا سماع اگر ثابت ہے تو یہ سماع روحانی ہے یا جسمانی؟ جو شخص صرف سماع روحانی یا حیات روحانی کا قائل ہے کیا ایسا شخص اہل السنت اور دیوبندی ہے؟

(۵) ملا علی قاری، علامہ عینی، حضرت نانوتوی، شاہ اسحاق، حضرت تھانوی رحمہم اللہ احناف میں شامل ہیں یا نہیں؟

(۶) مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ جو کہ کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰ پر موجود ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک کی جسد اطہر سے مفارقت ماننے کو باعث توہین قرار دیا ہے، درست ہے یا نہیں؟

(۷) ثواب اور عذاب قبر صرف روحانی ہے یا جسمانی بھی اور اہلسنت کا اس میں کیا مسلک ہے؟

بینوا توجروا! فقط محمد عبداللہ گرجاکھ گوجرانوالہ ۲۰ جولائی ۱۹۸۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: بعض سوالات کے جواب میں:

راقم الحروف نے سماع موتیٰ کے مسئلہ میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر اکتفاء کیا، مستفتی نے اس جواب کی مجمل عبارت سے مطلق سماع کی نفی پر استدلال کیا، حالانکہ اس جواب کی آخری عبارت مطلق سماع کی نفی کا رد کرتی ہے، آخری عبارت یہ ہے: ''تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کر سکے کیونکہ اس صورت میں کہ مسئلہ قرون اولیٰ میں مختلف فیہ تھا، اس تضلیل یا تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ تک پہنچے گا ولا شک فی فسادہ'' (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۹۶)

(۱) البتہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شروع میں یہ فرمانا: ''لیکن علماء حنفیہ کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت نہیں'' محل نظر ہے۔ سماع موتیٰ کے قائلین کی فہرست میں فقہائے احناف اور محققین امت کی جم غفیر آتی ہے، ان کی تصانیف اور تالیفات اس کا بیّن ثبوت ہیں جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔

(۲) روضہ اقدس ﷺ پر صلوٰۃ اور سلام کے سماع کا انکار کرنے والا شخص اہل السنت اور دیوبندی نہیں ہو سکتا اور پھر اس مسلک کی دعوت دینا دور جدید کا میرے نزدیک بڑا فتنہ ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کے سماع پر اجماع لکھا ہے۔

(۳) راقم الحروف نے اپنے متعدد فتاویٰ میں مولانا مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ متعلق حیات النبی ﷺ نقل کیا ہے اور اس کی اپنے دستخط اور مہر سے تصدیق کی ہے۔

(۴) محض روحانی سماع اور روحانی حیات کو ماننا اور بدنی حیات کا انکار کرنا گمراہی ہے، ایسے اعتقاد والا اہل سنت سے نہیں ہے۔

(۵) ان ھولاء الاکابر من جھابذۃ العلماء الحنفیۃ ومحققیھم بلا شک ولا ارتیاب۔

(۶) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ جس میں آپ نے روح مبارک ﷺ کے حاضر وناظر ماننے والے پر رد کیا ہے اور کہا کہ: ''اس سے جسدِ اطہر سے روح مبارک کی مفارقت لازم آتی ہے اور یہ موجب توہین ہے'' بعبارتہ ومنطوقہ درست ہے۔

(۷) موت کے بعد جزا اور سزا میں روح اور بدن دونوں مشترک اور متحد ہیں، یہی اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے۔

خاتم المحققین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''انسان را بعد موت ادراک باقی میماند بریں معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند اما شرع شریف پس عذاب قبر وتنعیم قبر بتواتر ثابت است وتفصیل آں دفتر طویل میخواہد ودر کتب کلامیہ اثبات عذاب القبر مینمایند حتی کہ بعض اہل کلام منکر آنرا کافر میدانند، وعذاب وتنعیم بغیر ادراک وشعور ممتنع اند شد پس ظاہر است کہ بدن دائما در تحلل است وروح در شعور وادراک دائما در ترقی است الخ'' (فتاوی عزیزی ص ۸۸)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''إن أرواح المؤمنين في عليين وأرواح الكفار في سجين ولكل روح اتصال و هو اتصال معنوی لا یشبه الاتصال فی الحیاة الدنیا بل اشبه شيئ بها فی حال النائم انفصالا و شبهه بعضهم بالشمس ای بشعاع الشمس و هذا مجمع ما افترق من الاخبار ان محل الارواح فی علیین و فی سجین و من کون الفنیة الارواح عند افنیة قبورهم کما نقله ابن عبد البر عن الجمهور'' (فتاوی ابن حجر العسقلانی ص ۴۰)

جب عام اموات کی حیات بھی محض روحانی اور برزخی نہیں ہے اس کے لئے تنعیم وتعذیب کا ہونا لازمی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی حیات جسد عنصری میں کیا شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے، اس حیات کو علماء دیوبند نے ''حیات دنیوی اور برزخی'' سے تعبیر کیا ہے۔ ''برزخی'' بایں معنی کہ آپ عالم برزخ میں ہیں اور ''دنیوی'' بایں معنی کہ آپ کی روح مبارک کا جسد اطہر سے تعلق ہے جس سے آپ روضہ اطہر پر صلوۃ وسلام پڑھنے والوں کا سلام سنتے ہیں۔ روضہ اطہر پر حاضری کے وقت راقم الحروف بایں اعتقاد صلوۃ وسلام پڑھتا رہا کہ آپ میرا سلام سماعت فرما رہے ہیں، اسی کو میں اپنے لئے وسیلہ نجات سمجھتا ہوں۔ بعض علماء کرام جسد اطہر سے آپ کی روح مبارک کا تعلق تسلیم کرتے ہیں اور صلوۃ وسلام کے سماع کے بھی قائل ہیں، بایں ہمہ ''حیات دنیوی'' کی بجائے آپ کی حیات کو ''حیات برزخی'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس صورت میں صرف عنوان کا فرق ہے مطالب اور معنوں میں فرق نہیں، یہ بھی اہل سنت میں سے ہیں۔

عذاب قبر کے اثبات میں عامہ علماء اہلسنت قبر میں حیات کے ڈالے جانے کے قائل ہیں۔ قال فی الهداية: و من یعذب فی القبر یوضع فیه الحیٰوة فی قول العامة۔ (ج ۲ ص ۵۰۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم! محمد عیسیٰ عفی عنہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۱۳ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۸۸ء

مہر دار الافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

باب دہم

نوٹ: باب دہم میں عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق لکھی گئی مشہور کتب کی فہرست اور ان کا مختصر تعارف دیا گیا ہے۔ اس عنوان میں لکھی گئی مکمل کتب کی فہرست اور ان کا تعارف چونکہ اس مجموعہ میں شامل ہو چکا ہے، اس لئے باب دہم کو یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے۔ (ناشر)

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل



تالیف:

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ